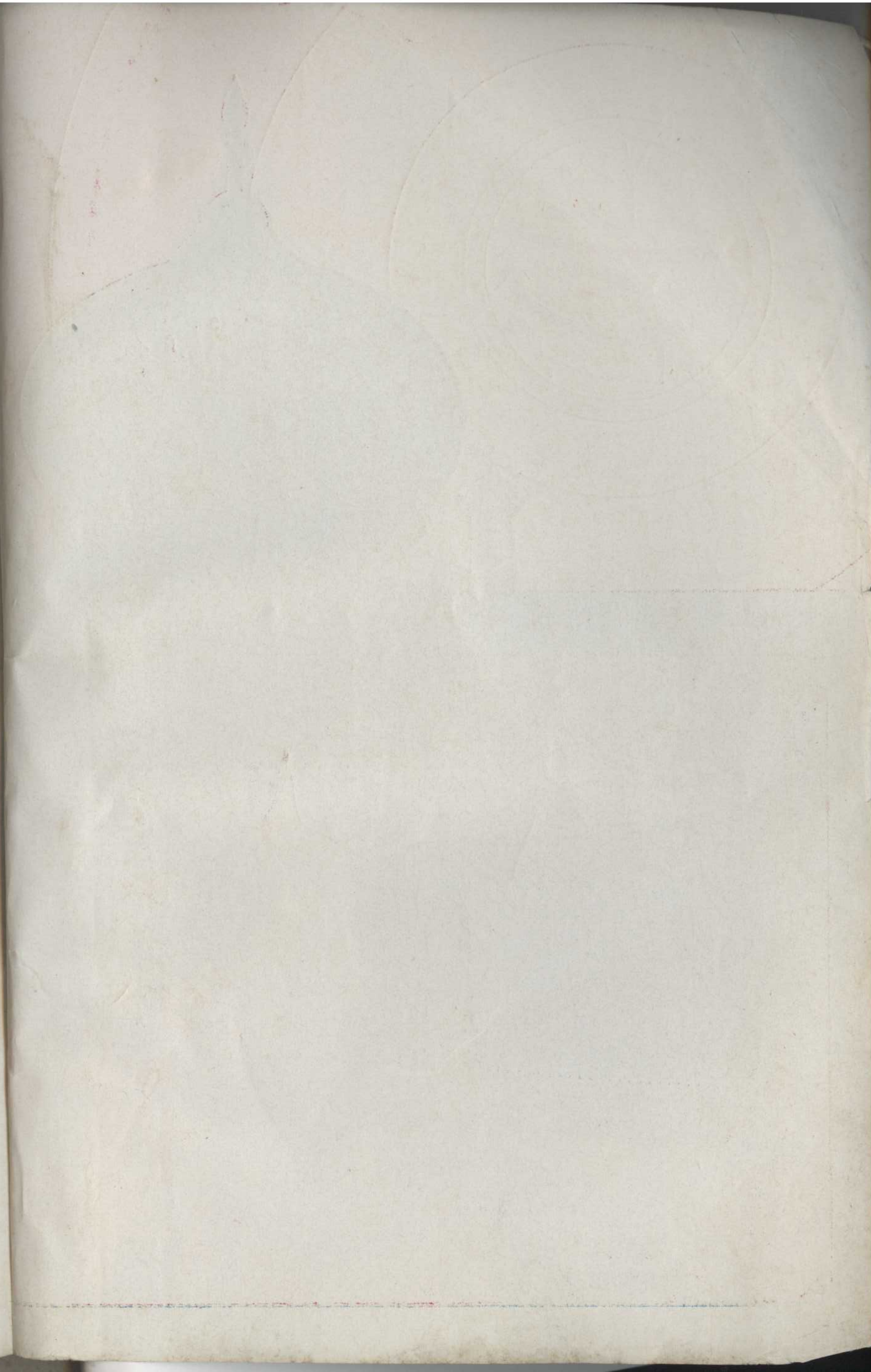
ماہنامہ
ضیائے حرم
لاہور

شیخ الاسلام نمبر
رحمۃ اللہ علیہ

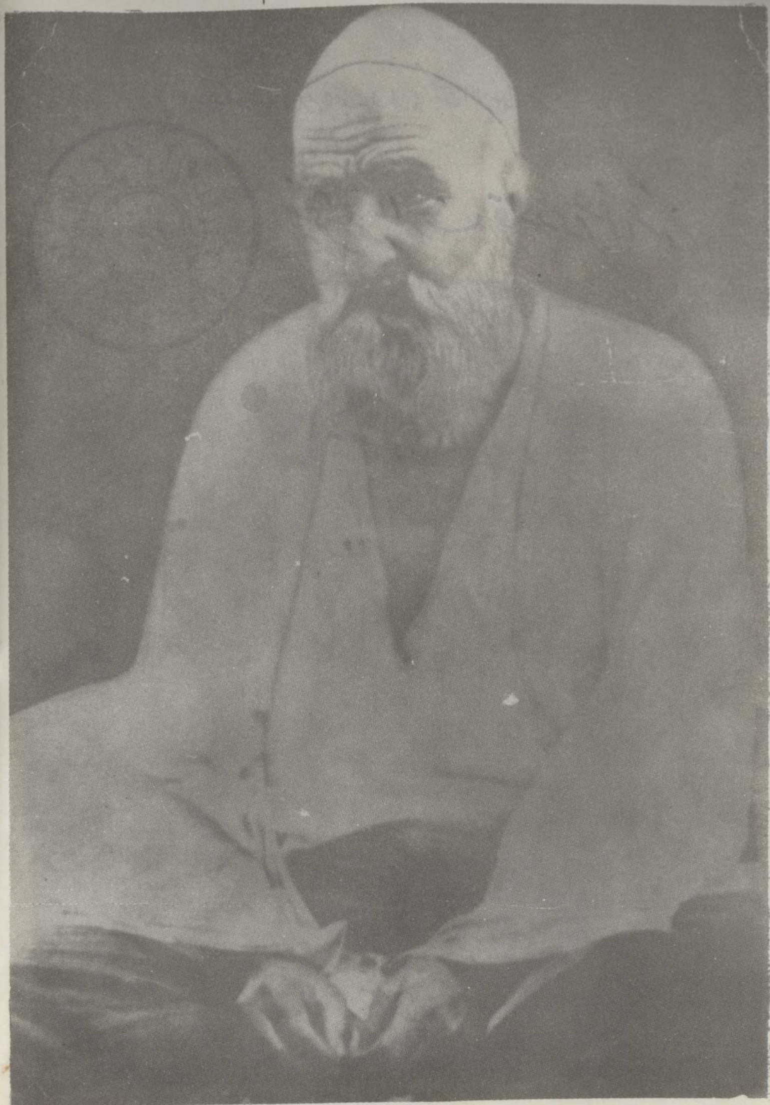






فیض محمد عارف قادری عفی عنہ

شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی
رحمۃ اللہ علیہ



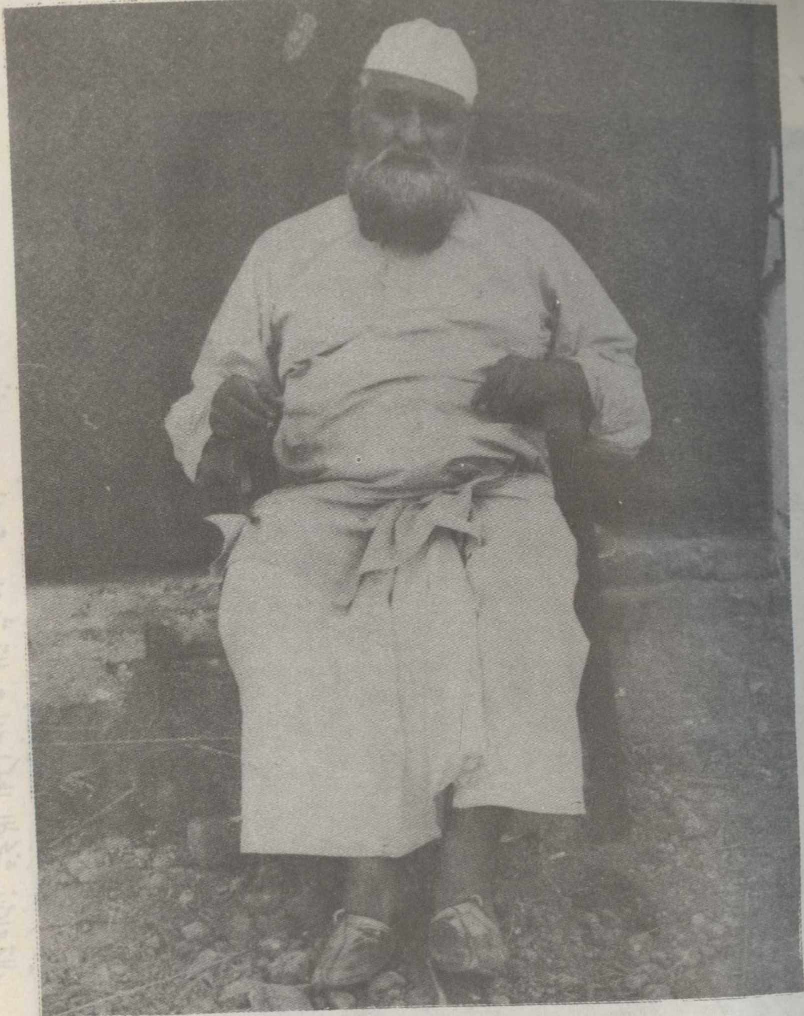
حضرت ثانیٔ لاثانی خواجہ محمد دین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ



ضیاء الملۃ والدین، سراج الکاملین حضرت خواجہ محمد ضیاء الدینؒ سیال شریف



شیخ الاسلام والمسلمین حضرت
خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ



افتخارِ دودمانِ شمس دینؒ
پرتوِ رشدِ ضیاء العارفینؒ



(۱) مولانا نصیر الدینؒ چاچڑوی۔ مولانا محمد ذاکر بگویؒ۔ مولانا محمد امینؒ چکوڑوی۔ مولانا معظم دینؒ مرولوی۔ پیر مہر علی شاہؒ گولڑوی۔ حضرت خواجہ محمد دینؒ سیالوی۔ حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ
صاحبزادہ محمد امینؒ (صاحبزادہ حسن دین صاحب) حضرت محمد عبداللہ صاحب (حضرت سعداللہ صاحب) (۲) ڈاکٹر فیروز الدین۔ یوسف درویش۔ سکھ سہوکہ۔ مولوی غلام محمد۔ منشی کریم بخش
حیات اللہ خان (۳) عبدالباسط۔ عبدالواحد صاحب۔ مہر خان۔ تاجو نائی۔ میرڈو قوال۔ بخت جمال قوال۔ صاحبزادہ شہاب الدین۔ قاضی الٰہی بخش مؤذن۔ میاں اللہ دین
(۴) حافظ احمد دین۔ خان محمد۔ حاجی شمشیر قوال۔ عبدالرسول کھیڑا۔ الٰہی بخش۔ غلام احمد قوال۔



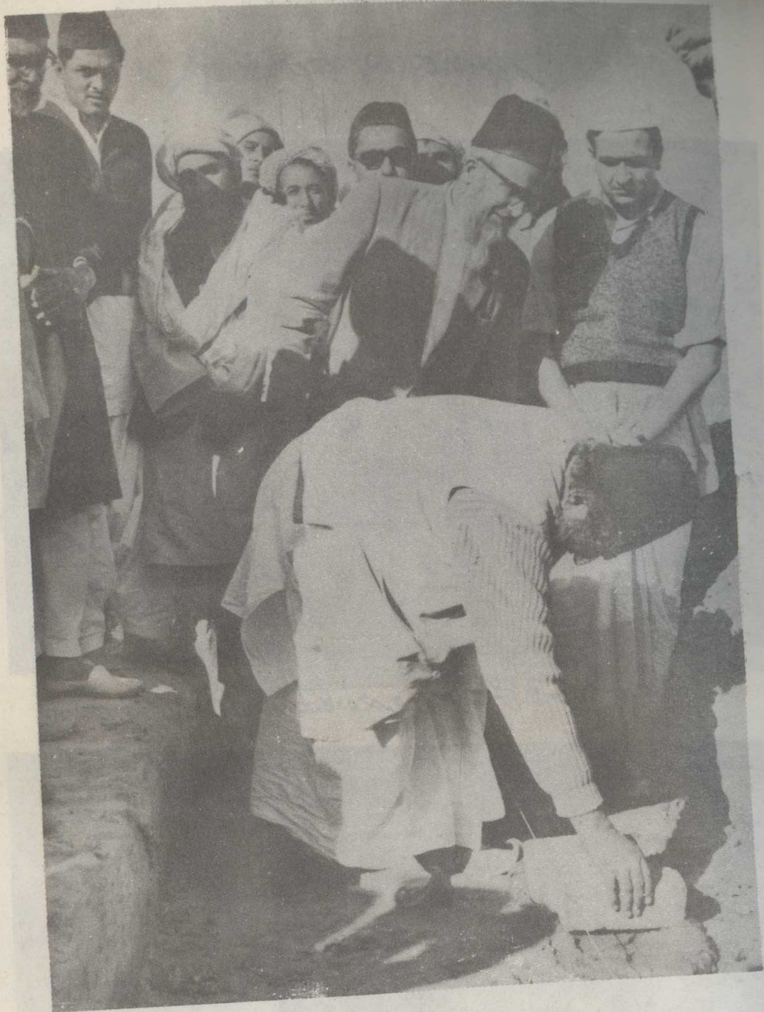
سیال شریف میں حضرت
شیخ الاسلامؒ کے خطاب کا
ایک منظر تصویر میں ضیاء الامتؒ
حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ
الازہری اور دوسرے اکابر
نظر آرہے ہیں۔



دارالاسلام (ٹوبہ ٹیک سنگھ) میں سُنّی کانفرنس سے خطاب



جمیعتہ علمائے پاکستان کے صدر کی حیثیت سے حضرت شیخ الاسلام
کا سرگودہا میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب



حضرت شیخ الاسلام رح دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام
کی نئی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھ رہے ہیں۔



دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام کی عمارت کا وہ حصہ جہاں حضرت شیخ الاسلام کی نشست گاہ تھی



سیال شریف
میں حضرت کی
نِشست گاہ



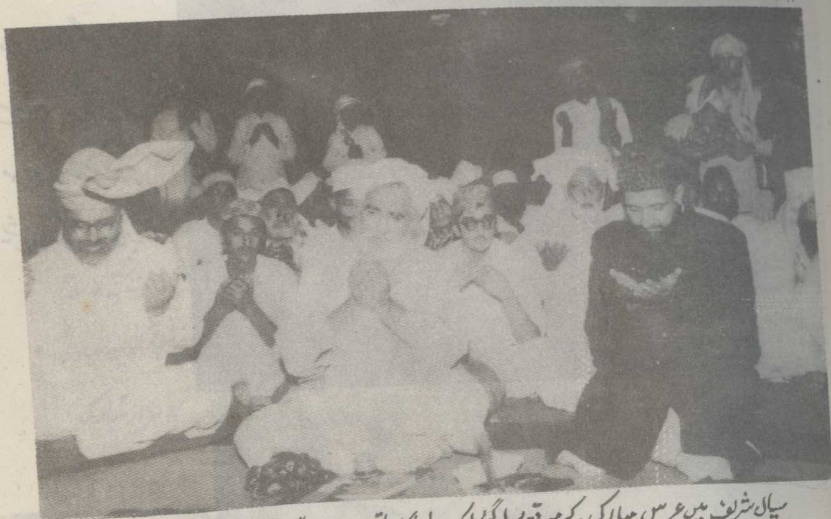
جمعیت العلماء پاکستان کے صدر
حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی
کینٹ ریلوے اسٹیشن کراچی میں
استقبال کرنے والوں کے ساتھ



سُنّی کانفرنس ملتان کے موقع پر حضرت شیخ الاسلام کی ایک یادگار تصویر

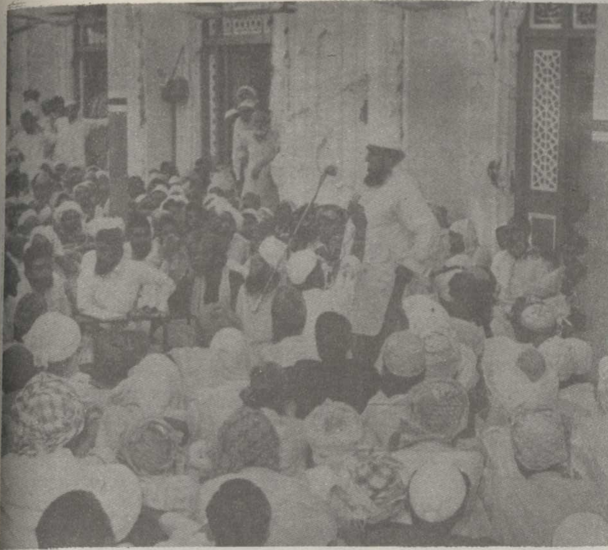


کراچی میں اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس کاایک منظر۔ حضرت شیخ الاسلامؒ
درمیان میں تشریف فرما ہیں۔



سیال شریف میں عرس مبارک کے موقع پر لی گئی ایک یادگار تصویر۔ مجاہد اوّل سردار عبدالقیوم بھی حاضرین میں نظر آ رہے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام (درمیان میں) دعا مانگ رہے ہیں۔

کھڑی (ضلع سرگودہا) میں حضرت شیخ الاسلام والمسلمین کا ورود مسعود۔



حضرت داتا گنج بخش رح
کے عرس مبارک کے
موقع پہ حضرت
شیخ الاسلام کا خطاب



دارالعلوم ضیائے شمس الاسلام
میں وزیر تعلیم کی آمد
کے موقع پہ حضرت
شیخ الاسلام
کی ایک یادگار تصویر



سیال شریف میں
حضرت ضیاء الملت
رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو
میں حضرت شیخ الاسلام
خواجہ قمرالدین سیالوی
کا مزارِ مبارک

آستانش سالکاں را مستقر
گردِ راہش سرمہ اہلِ نظر



لاہور میں منعقد ہونے والی شیخ الاسلام کانفرنس۔ سٹیج کا ایک منظر
حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی صدارت فرما رہے ہیں؛



سجادہ نشین آستانہ
عالیہ سیال شریف حضرت
خواجہ غلام حمید الدّین
سیالوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان کا کثیر الاشاعت اسلامی ماہنامہ

ضیائے حرم

لاہور
پاکستان

ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ
اکتوبر ۱۹۸۱ء

شیخ الاسلام نمبر
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نگرانِ اعلیٰ
حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ ایم اے الازہری
سجادہ نشین بھیرہ شریف

مدیرِ اعلیٰ
محمد امین الحسنات شاہ ایم اے

مدیر:- ابوزاھد نظامی

ناظمانِ اشاعت:- ایم غلام مرتضیٰ ○ محمد سعید اسعد ○ عبد المجید ارشد

ناظم طباعت:- ابو نوید شیخ - کتابت و تزئین:- سیف اللہ، سمیع اللہ،

دفاتر:- لاہور:- ماہنامہ ضیائے حرم صادق کالونی، ممتاز سٹریٹ، گڑھی شاہو لاہور

انگلستان: صوفی محمد اکرم ۹ ایبر کرومبی ایونیو ہائی ویکمب بکس فون نمبر:- ۳۰۱۹۱

قیمت فی پرچہ ۱۰/- روپے ◎ زرسالانہ ۴۰/- روپے

بذریعہ رجسٹری ۵۰/- روپے

ترسیلِ زر کا پتہ:- مینجر ماہنامہ ضیائے حرم بھیرہ ضلع سرگودھا

(سیالوی)

اس شمارے میں

پیر محمد کرم شاہ ایم۔ اے (الازہر) سجادہ نشین بھیرہ نے نثار آرٹ پریس لاہور سے باہتمام شیخ علی حسین
چھپوا کر دفتر ضیائے حرم رضوی سٹریٹ فلیمنگ روڈ لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۝

سنو بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے!

بسمِ اللّٰہ الرّحمٰنِ الرّحیم ط



سرِّ دلبراں

شیخ الاسلام رحمۃ اللّٰہ علیہ نمبر

ماہئ بے آب کی طرح تڑپتے ہوئے دلوں۔ اشکبار آنکھوں اور لرزتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ ہم قارئین کی خدمت میں ضیائے حرم کا "شیخ الاسلام نمبر" پیش کرتے ہیں۔

اس مجموعہ میں آپ کو محبت کے مہکتے پھولوں، پیار کی نازک کلیوں، جذب و کیف کی شوخ و تنگ آرزوؤں کے ساتھ ساتھ، سوگوار عنادل کے درد و غم میں ڈوبے ہوتے نالے بھی سنائی دیں گے۔ درحقیقت یہ سب کچھ شیخ الاسلام حضرت العلامہ مولانا محمد قمرالدین سیالوی قدّس اللہ سرّہٗ کی محبوبیت اور دلربائی کی جلوہ سامانیاں ہیں۔ جو مختلف روپ اختیار کر کے خوابیدہ روحوں، زنگ آلود دلوں، شکستہ حوصلوں اور پژمردہ ذہنوں کا درماں کر رہی ہیں۔

اس مادیت گزیدہ دنیا میں جبکہ چاروں طرف نفسانفسی کا شور برپا ہے۔ زندگی کی ساری راحتیں اور سعادتیں، زر و سیم کے چمکتے دمکتے سکوں کے ساتھ

جمع کر دی گئی ہیں۔ حیرت ہے کہ آج بھی اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے موجود ہیں جن کے مضرابِ نگاہ سے سازِ حیات کے تاروں سے ایسے نغمے پھوٹ رہے ہیں جو دل افروز بھی ہیں اور روح پرور بھی۔ ان بندگانِ خدا کی بارگاہ ہی وہ وادیٔ ایمن ہے جہاں انسان کو معراج نصیب ہوتی ہے اور اس پہ مشرفِ آدمیت کے پنہاں راز آشکارا ہوتے ہیں اور اس کے بعد کوئی تمنّا باقی نہیں رہتی۔

ضیائے حرم کو اپنی تنگ دامانی کا پورا احساس ہے، اسے یہ دعویٰ نہیں کہ اس نے ان چند صفحات میں اس پیکرِ حسن وخوبی کی ساری دلفریب ادائیں کو سمیٹ لیا ہے۔ اسے اپنی کم نگاہی کے بارے میں بھی کوئی غلط فہمی نہیں۔ اسے اعتراف ہے کہ سعیٔ پیہم کے باوجود وہ اس منزلِ رفیع کا سراغ لگانے سے قاصر ہے جہاں حضرت شیخ الاسلام کی ہمتِ بلند اور عزمِ جوان کا نشیمن ہے۔

بایں ہمہ اس یقین سے معمور ہو کر کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کا ذکر ہی ہمارے انفرادی درد وغم اور اجتماعی رنج والم کا تریاق ہے یہ چند صفحات اعترافِ عجز کے ساتھ بصد خلوص ہدیۂ قارئین ہیں۔

محمد امین الحسنات شاہ



نیرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

از حضرت خواجہ قمر الملت والدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

آں جملہ رسل ہادیٔ برحق کہ گزشتند
برفضلِ تو اے ختمِ رسل دادہ گواہی

آج تک جتنے سچے رسول گزرے ہیں، اے خاتم المرسلیں! سب نے آپ کی بزرگی کی گواہی دی ہے۔

دَر خَلق وُ دَر خُلق توئی نیرِ اعظم
لا تُدرک اوصافک لَم تُدرِکمَا ہِیَ

صورت اور سیرت میں آپ آفتاب عالمتاب ہیں۔ نہ آپ کے اوصاف کا احاطہ کیا جا سکتا ہے اور نہ اُن کی حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے۔

یا احسنُ یا اجملُ یا اکملُ اکرم
واللہ باخلاقک فی الملأ یُباہی

اے سب سے زیادہ حسین! سب سے زیادہ جمیل، سب سے زیادہ کامل، سب سے زیادہ سخی! ملائکہ کی محفل میں اللہ تعالیٰ آپ کے اخلاق پر فخر کرتا ہے۔

تو باعث تکوین معاشی و معادی اے عبدالہ ہست مسلم بتو شاہی

یا رسول اللہ! دُنیا اور آخرت کی تکوین کا باعث آپ ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے کونین کی شاہی تجھے بخشی گئی ہے۔

عالم بہوا داریت از ہوش برفتہ آہو شُدہ دریمّ و بصحرا شدہ ماہی

آپ کی محبّت کے باعث سارا جہان مدہوش ہے۔ ہرن سمندر میں چھلانگیں لگا رہے ہیں اور مچھلیاں صحرا میں بھاگ رہی ہیں۔

ز آفاق پریدی و ز افلاک گزشتی درجاتک فی السدرۃ غیر المتناہی

آپ نے آفاق سے پرواز کی اور آسمانوں سے بھی آگے گزر گئے۔ آپ کے درجات مقام سدرہ سے بھی آگے نکل گئے۔

اُمید بکرمت کہ مکارم شیم تُست مَن کیستم و چیست معاصی و تباہی

مَیں حضُور کے کرم کا اُمیدوار ہُوں اور کرم فرمانا حضُور کی پسندیدہ عادات میں سے ہے اس نوازش کے سامنے میری کیا حقیقت ہے میرے گناہوں کی کیا حیثیت ہے

آئس نیم از فضل تو اے روحِ خداوند نظرے کہ رباید ز قمر رنج و سیاہی

اے رحمتِ الٰہی! مَیں تیرے فضل و کرم سے مایُوس نہیں ہُوں۔ ایک ایسی نظر فرمایئے جو قمر سے رنج و سیاہی کو دُور کردے۔

غزل

زقامت عالمے زیر و زبر شُد
○
اسیرِ گیسُویت آشفُتہ تر شُد!

زحالِ زارِ مُشتاقاں چہ پرُسی
○
کہ آہو دریم و ماھی بہ بر شُد

خرام نازو اندازش بر آوُرد!
○
کہ یُوسف در ہوایش دَر بدَر شُد

نیامد پشّہ در سایۂ اُو
○
ھمائے اوج میمونی مگر شُد

فَذَالِکَ حُسنُہٗ لَارَیبَ فِیہِ
دلیلِ حسنِ اُو شمس و قمر شُد

(شیخ الاِسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدّین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ)

"سابق والیٔ افغانستان ظاہر شاہ نے ہندوستان کا سرکاری دَورہ کیا تو کرشن کی مُورتی پر پھُول نچھاور کیے۔ اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تو حضرت خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رگِ حمیت پھڑک اُٹھی۔ آپ نے ظاہر شاہ کو یہ منظوم مکتوب بھجوایا۔"

ظاہر شاہ والیٔ افغانستان کے نام

امثالِ ناخلف زچہ پرسی ، بیا ببیں
اولادِ بُت شکن بہ تماشائے بُت گری

آناں کہ سومنات شکستند و بیختند
بر قبرِ شاں کند بُتِ کرشنا دلاوری

ہیہات پورِ شیر چہ آموخت رُوبہی
در بیشۂ ہُنر برِ ثعلب سِتم وری

خلف خلیل ناشرِ توحید بر زمیں
رونق دہِ بُتاں شدہ بر نہج آزری

ظُلم عظیم جوَر و جفایت زحد گزشت
با خویش دُشمنی و بہ دُشمن برادری

حضرت خواجہ محمد قمر الدّین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ



شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ



از:۔ خورشید احمد شیخ

موت ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔ حکم ربانی کے تحت ہر ذی روح کو اس سے واسطہ پڑتا ہے۔ لیکن جب کوئی ایسی شخصیت دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ جس کی زندگی علم و عمل اور مخلوق خداوندی کے لیے شفقت و راحت سے عبارت ہو تو یہ موت ایک فرد کی موت نہیں ہوتی بلکہ پورا ماحول موت کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گرتا ہے شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر ملال کا جانکاہ حادثہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ آپ کی وفات حسرت آیات سے ایک فردِ انسانیت کی کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ علم و حکمت اور رشد و ہدایت کا وہ چشمہ جس سے لاکھوں افراد سیراب ہو رہے تھے اچانک بند ہو گیا۔ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی اس علمی اور روحانی خانوادے کے چشم و چراغ تھے جو رشد و ہدایت کا مرکز اور اہلِ باطل کے لیے ننگی تلوار تھا۔

سیال شریف دورِ اکبری میں آباد ہوا۔ اس خاندان کے ایک بزرگ میاں شیر کرم علیؒ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانی رحؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ اس وقت یہ گدی سلسلہ

قادریہ کی ایک کڑی تھی۔ مگر پیر صاحب قمرالدین سیالوی کے پردادا حضرت خواجہ شمس الدینؒ کے ساتھ سیال شریف سلسلہ چشتیہ سے منسلک ہو گیا۔ خواجہ شمس الدینؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد الدینؒ بڑے برگزیدہ بزرگ تھے جب کہ ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد ضیاءالدینؒ ایسے بزرگ تھے جنہوں نے تحریکِ خلافت میں قائدانہ کردار کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے انگریز دشمنی میں بڑا مقام پیدا کیا۔ ان کی ضیاپاشیوں سے پنجاب کے مختلف علاقوں میں اسلام کی اشاعت اور سرفرازی میں بڑی مدد ملی۔ گولڑہ شریف کے حضرت پیر مہر علی شاہؒ نے بھی انہی سے فیض حاصل کیا۔

حضرت خواجہ ضیاءالدینؒ نے انگریزوں کی فوج میں بھرتی ہونے کے خلاف فتویٰ صادر کیا۔ بڑے زمیندار ہونے کے باوجود انھوں نے ساری عمر انگریز کو مالیہ اراضی نہیں دیا۔

حضرت خواجہ قمرالدین سیالویؒ ۱۹۰۶ء میں سیال شریف (ضلع سرگودھا) میں پیدا ہوئے۔

حضرت خواجہ صاحب سیالوی کی عمر جب اڑھائی تین سال کی ہوئی جو کپڑا گھر سے ملتا اسے بطور دستار سر پہ باندھ لیتے یہ عمل جناب کی بہت بڑی عبقریت کی طرف اشارہ تھا کسی نے حضرت ثانی صاحب کو یہ ماجرا بیان کیا۔ جناب کا جذبہ محبت جوش میں آیا۔ پوتے کو پاس بلا کر تبرکات کا صندوق اور جو دستاریں اپنے پیر خانہ سے عطا ہوئی تھیں۔ یا خواجہ شمس العارفینؒ کے عمامے بطور تبرک محفوظ تھے نکال کر اپنے دستِ مبارک سے جناب کے سر پہ باندھ دیئے۔ وہ منظر کیسا دیدنی ہوگا؟

حضرت خواجہ صاحب نے آبائی گاؤں سے تین میل دور واقع بستی پپلاں کے حافظ کریم بخش سے نو برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔

علوم اسلامیہ عربیہ کی تکمیل مدرسہ ضیاء شمس الاسلام سیال شریف سے کی۔ آپ نے درج ذیل اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

مولانا محمد حسین جھنگ۔ مولانا حافظ جان محمد (سرگودہا) مولانا حفیظ اللہ (مظفر گڑھ) مولانا محمد مٹھا (ڈیرہ غازی خان) مولانا قمرالدین (میانوالی) مولانا غلام مرتضیٰ قریشی (میانوالی) علامہ سلطان محمود علامہ غلام محی الدین۔ مولانا محمد دین اور مولانا سلطان اعظم والد ماجد حضرت پیر ضیاءالدین رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اکتساب فیض کیا۔ لعدازاں دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں علوم اسلامیہ کے بحرِ زخار حضرت مولانا معین الدین اجمیری سے فنون عالیہ معقولات اور ریاضی کے علاوہ علم حدیث کی تکمیل کی ۱۳۵۱ھ میں سند فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔ ۱۳۵۶ھ میں آپ نے فریضۂ حج ادا کیا۔ اور روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ دورانِ حج آپ کو قاضی اندلس شیخ ابوبکر بنانی اور شیخ الشیوخ عمر حمدان شیخ الحدیث مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کی طرف سے سندات عطا کی گئیں۔

چوبیس سال کی عمر میں ۱۹۲۹ء میں جب حضرت خواجہ محمد ضیاءالدین قدس سرہٗ کا وصال ہوا۔

تو آپ مسند سجادگی پر متمکن ہوئے۔ اس روح فرسا
المیہ میں آپ کے وجود مسعود نے زخمی دلوں
کی تسکین کے لیے بڑا اہم کردار ادا کیا۔

آستانۂ عالیہ کے اس فقید المثال سجادہ
نشین نے جس جوانمردی، اولوالعزمی سے ان
گرانقدر ذمہ داریوں کو نبھایا ان کی داستان پڑھ
کر انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ وابستگان
آستانہ عالیہ کی تعداد حصر و شمار سے ماورا ہے۔
عقیدت مندوں کی آمد کا سلسلہ شب و روز
جاری رہتا۔ ان کی داستانِ غم سننا، ان کے
زخمی دلوں پر مرہم رکھنا، دینی اور دنیاوی
معاملات میں ان کی اعانت فرمانا، ان کے
قیام و طعام کا انتظام کرنا، دارالعلوم
ضیاء شمس الاسلام کی سرپرستی فرمانا، تبلیغی
اور اصلاحی دورے کرنا اور ان کے ساتھ ساتھ
اوراد و وظائف اور عبادات کی پابندی بھی
آپ کے روزمرہ کے معمولات میں شامل تھی۔ نماز
میں حد درجہ کی محویت و استغراق، عجز و انکسار
سادات و پیرخانے کا ادب و احترام اور عشقِ
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا طرہ امتیاز
تھا۔ آپ کا وظیفہ تسبیح کے ذریعہ بہت کم ہوتا تھا
ہمیشہ ذکر قلبی میں مصروف رہتے۔ اور یہ کیفیت
نماز کے سوا بھی ہمہ وقت جاری رہتی۔ جب بھی
محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک
لیا جاتا تو آپ کی حالت دیدنی ہوتی تھی آپ
فرمایا کرتے تھے کہ جس کسی کو جو بھی ملا حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ اور
ادب و احترام سے ملا۔

آپ کا بیان نہایت ہی سادہ اور دلنشین
ہوتا۔ آپ جس مجلس میں بھی تشریف فرما ہوتے
محفل کے مزاج کے عین مطابق لطائف، علمی بحثیں
اور پند و نصائح ارشاد فرمایا کرتے۔ آپ نے
محفل کو کبھی بے رونق نہیں ہونے دیا۔ آپ کی
محفل سے کسی کا بھی اٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا،
آپ خود بھی کثرت سے درود شریف کا ورد
کرتے اور خادموں کو بھی زیادہ تر درود شریف
پڑھنے کی تلقین فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ
میں ساری زندگی میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ
درود شریف سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں ہے
کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا بھی اور اس کے رسول صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کا بھی ذکر موجود ہے۔

حضرت خواجہ سیالویؒ ہمہ صفت موصوف
تھے جملہ فنون عقلیہ و نقلیہ میں مکمل عبور اور میدانِ
مناظرہ میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ مخالفین میں سے
جو بھی ایک دفعہ آپ کا سامنا کرتا پھر کبھی بھی سامنے
آنے کی جرأت نہ کر سکتا۔ آپ کے کئی مناظرے
عیسائیوں، رافضیوں اور خارجیوں سے ہوئے۔
ہر مقام پر مدِ مقابل کو شکستِ فاش دی۔ جب
بھی کسی موضوع پر کلام فرماتے تو گفتگو اتنی مدلّل
اور محققانہ انداز میں فرماتے کہ حوالوں کے تو انبار ہی
لگا دیتے۔ سننے والا حیران رہ جاتا۔ جس کتاب کا بھی
آپ حوالہ دیتے معلوم ہوتا تھا کہ اس کتاب کے خود
مصنّف ہیں۔ ہر فن میں مہارت تامہ حاصل تھی۔
بلا تامل ہر فن پر محققانہ انداز میں کلام فرماتے کہ

ہر طرح سے مطمئن فرما دیتے ۔ حضرت علامہ محمود احمد رضوی موجودہ چیئرمین رویت ہلال کمیٹی پاکستان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ کے پاس حاضر تھا۔ دورانِ مجلس میں نے وحدۃ الوجود کے مسئلہ پر گفتگو کی تو آپ نے اتنے نفیس انداز میں مختصر مگر مدلل اور جامع جواب دیا کہ میں حیران رہ گیا کہ اتنا بڑا پیچیدہ مسئلہ جسے ہر کوئی اتنا جلدی حل نہیں کر سکتا ۔ یہ حضرت کی ہی شخصیت تھی کہ سوال کرنے پر ایک منٹ میں فوراً مدلل جواب دیکر مطمئن فرما دیا۔ علمیت و قابلیت کا یہ عالم تھا کہ اپنے اور بیگانے سبھی آپ کی شخصیت کو مسلّم تسلیم کرتے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ۔

ایک بار آپ تونسہ شریف عرس مبارک میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے وہاں آپ کو پتہ چلا کہ ایک عیسائی پادری برسرِ بازار اسلام پر حملے کر رہا ہے آپ فوراً موقعہ پر پہنچے اور عیسائی پادری کو ایسے مسکت جواب دیئے کہ وہ بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ اسی طرح ایک اور عیسائی پادری سلانوالی میں برسرِ عام قرآن و حدیث پر مختلف اعتراضات کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آپ کو جب پتہ چلا تو فوراً اس کی سرکوبی کے لیے سلانوالی پہنچے اور پادری براؤن کو مناظرے کی دعوت دی جو اس نے قبول کر لی آپ نے بائیبل کے موضوع پر اس قدر زوردار تقریر کی کہ پادری براؤن جواب کی تاب نہ لا کر میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ آپ تورات، زبور اور انجیل پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ بے شمار عیسائیوں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔

آپ کی قومی خدمات میں یہ امر خصوصیت
قابلِ ذکر ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد جب اتا
کو برصغیر کے مسلمانوں میں مقبولیت حاصل ہو رہی
اور انگریزوں نے ایک سرکار پرست مسلمان لیڈ
کو مشائخ سے ترک رہنما کے خلاف کفر کا فتویٰ حا
کرنے کے لیے مامور کیا تو جن مشائخ عظام نے ا
فتویٰ پر دستخط کرنے سے انکار کیا تھا، ان میں پیر
صاحب سیال شریف بھی شامل تھے ۔

جب گورنر کی طرف سے آپ کو مبارک باد
موصول ہوئی کہ جناب والا کو شاہِ انگلستان
کی طرف سے ہزہولی نس کا خطاب عطا ہو
ہے تو آپ نے کمالِ شانِ بے نیازی کا مظاہرہ کر
ہوئے خط کو آتش دان کے بھڑکتے ہوتے شعلوں
سپرد کر دیا۔

سرگودھا کے ڈپٹی کمشنر نے آپ کے لائسنس
کی درخواست پر لکھ بھیجا کہ آپ انگریزی حکوم
کی خدمات لکھیں تاکہ ان خدمات کے استحقا
پر آپ کو لائسنس دیا جا سکے ۔ تو آپ نے جوا
تحریر فرمایا کہ آپ شاید میرے والد محترم مولا
محمد ضیا الدین کے نام نامی اور کارناموں سے
واقف ہوں گے ۔ جس قسم کی خدمات انھوں نے
حکومت انگلشیہ کی انجام دی ہیں انہی خدما
کی مجھ سے توقع رکھیں۔ آپ فرماتے ہیں یہ جوا
تو میں نے لکھ دیا کیوں کہ یہ میرے ایمان کی پکا
مگر میں لائسنس سے مایوس ہو گیا۔ اسی رات
والد بزرگوار خواب میں ملے اور فرمایا کہ قمر الدین
تم کیوں مایوس ہوتے ہو۔ اور ایک مکان کی طر

اشارہ کر کے فرمایا جس میں ہر قسم کی رائفلوں کا انبار تھا۔ اس میں سے جو چاہو چن لو۔ چند روز ہی گزرے تھے کہ انگریز ڈپٹی کمشنر نے خود لائسنس بنا کر بھیج دیا۔

انگریزوں نے آپ کے سرفروشانہ جذبے کو دیکھ کر پہلے لالچ پھر دھمکی دی لیکن آپ کے پائے ثبات میں لغزش تک نہ آئی۔ قید ہوئے اور جائیداد ضبط ہوئی۔ لیکن خواجہ قمرالدین سیالوی پاکستان کی تعمیر کے لیے اینٹ اور گارا جمع کرتے رہے۔ آخر عمارت تعمیر ہو گئی۔

۱۹۴۶ء کے عام انتخابات میں مسلم لیگ کے تمام مخالفین متحد ہو چکے تھے۔ اور قیام پاکستان کے خلاف جدوجہد میں مصروف تھے۔ پنجاب میں یونی نسٹ پارٹی اور زمیندارہ لیگ، لاکھوں روپے کے فنڈ کو پانی کی طرح بہا رہی تھی۔ نیشنلسٹ نظریہ کی حامل جماعتیں یونی نسٹ پارٹی کی انتخابی مہم میں مصروف تھیں پنجاب کے اس وقت کے وزیر اعلیٰ خضر حیات ٹوانہ مسلم لیگ کے خلاف علم بغاوت بلند کر چکے تھے انہوں نے ذاتی اثر و رسوخ کے علاوہ ہندو سکھ اور بعض مسلمان افسروں کی مدد بھی حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ وہ پوری تندہی سے مسلم لیگ کو شکست دینے کے لیے میدان میں اترے تھے۔ انہوں نے سرگودہا سے ایک انتخابی حلقے سے بھی کاغذات نامزدگی داخل کیے تھے۔ مسلم لیگ نے ٹوانہ خاندان کے ایک فرد نواب ممتاز محمد ٹوانہ کو ٹکٹ دیا تھا۔ حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کے ایک عزیز اللہ بخش ٹوانہ کے پیر طریقت تھے۔ اس لیے ان تمام عناصر نے جو مسلم لیگ کو شکست دینے پہ تلے ہوئے تھے، حضرت پیر صاحب کی امداد حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن خواجہ صاحب نے ایک لمحے کے توقف کے بغیر مسلم لیگی امیدوار کی حمایت کا اعلان کر دیا اور سرگودہا میں نواب محمد حیات قریشی کی کوٹھی کو اپنی مساعی کا مرکز بنا کر انتخابی حلقوں میں دورے کا پروگرام بنایا۔ ان انتخابات میں خواجہ صاحب نے تھل کے لق و دق صحرا میں گاؤں گاؤں جا کر مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ جہاں ان کی جیپ اڑ جاتی تھی تو وہ پا پیادہ آگے چل پڑتے تھے۔

خضر حیات ٹوانہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے اعلان کیا کہ مسلم لیگ سرگودہا میں جلسہ نہیں کر سکتی تو آپ نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے سرگودہا میں مسلم لیگ کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا۔

پیر قمرالدین سیالوی کو تحریک پاکستان کے دوران گرفتار بھی کیا گیا۔ ان کی شان میں گستاخی بھی کی گئی، توہین بھی کی گئی مگر وہ اس عظیم مقصد سے قطعاً پیچھے نہ ہٹے۔ صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کے دوران بھی پیر صاحب آف سیال شریف کا کردار بڑا روشن رہا۔ انھوں نے خواجہ غلام سدید الدین سجادہ نشین تونسہ شریف سے مل کر صوبہ سرحد کا دورہ کیا اور پیر صاحب مانکی شریف اور پیر صاحب زکوڑی شریف کی ہمنوائی میں ریفرنڈم کو کامیابی سے ہمکنار کرایا۔

۱۹۴۶ء کو بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس میں برصغیر کے تمام علاقوں سے تعلق رکھنے والے علماء مشائخ اہل سنت نے متفقہ طور پر

پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا، اس کانفرنس میں صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رح حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رح محدثِ اعظم ہند حضرت ابوالمحامد سید محمد کچھوچھوی رح ۔ مبلغِ اسلام علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی رح مفتیٔ اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خان بریلوی ۔ مولانا صبغت اللہ شہید فرنگی محل، علامہ سید ابوالحسنات قادری رح ۔ مولانا عبدالحامد بدایونی رح اور غزالیٔ دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی کے علاوہ حضرت پیر صاحب سیال شریف نے بھی اپنے ہزاروں مریدوں کے ہمراہ شرکت فرمائی ۔

اس کانفرنس میں جید علماء و مشائخ پر مشتمل جو رابطہ کمیٹی تشکیل دی گئی تھی، آپ اس کے ممتاز رکن تھے ۔ اس وقت اس کمیٹی کے صرف ایک رکن مفتیٔ اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خان بریلوی سجادہ نشین آستانۂ عالیہ بریلی شریف بقیدِ حیات ہیں آل انڈیا سُنّی کانفرنس (بنارس) قیامِ پاکستان اور نظریۂ پاکستان کی ترویج و اشاعت میں سنگِ میل ثابت ہوئی ۔ اس کانفرنس کے بعد برصغیر کی سیاست کی کایا پلٹ گئی ـــ ۱۹۴۵ء میں آپ نے سرگودھا مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے نمایاں خدمات انجام دیں ۔ آپ کی انہیں خدمات کی وجہ سے حضرت قائدِ اعظم رح اور شہیدِ ملت لیاقت علی خان، آپ کا بہت احترام کرتے تھے ۔

پاکستان بننے کے بعد آپ نے قائدِ اعظم رح کو لکھا کہ پاکستان میں فی الفور اسلامی قوانین نافذ کیے جائیں ۔ اس کے جواب میں قائدِ اعظم رح نے فرمایا

پاکستان کی تحریک میں مشائخ عظام کی خدمات عظیم اور قابلِ قدر ہیں ۔ آپ اطمینان رکھیں پاکستان میں یقیناً اسلامی قانون ہی نافذ ہوگا ۔

پاکستان بننے کے بعد جہادِ کشمیر میں جن علماءؒ نے عملی حصہ لیا، پیر قمر الدین سیالوی ا[…] سرِ فہرست تھے ۔ انہوں نے سرحد کے قبائلی علا[…] ہزاروں روپے کا اسلحہ خریدا اور اسے اپنے[…] میں تقسیم کیا ۔ انھوں نے پنجاب کے مختلف[…] دورہ کر کے اپنے مریدوں کو جہادِ کشمیر کے لیے[…] کیا ۔ حضرت خواجہ سیالوی رح کو حق تعالیٰ[…] کے سامنے سینہ سپر ہونے والے تمام اوصاف[…] مزین فرمایا تھا ۔ غیرتِ ایمانی انہیں ہر دم ف[…] کے خلاف تیار رکھتی تھی ۔ شجاعت و جرأت[…] تھی کہ بڑے بڑے فراعنہ سے ٹکرا جاتے ۔ علم[…] فہم و فراست ۔ عقل و تدبر اور سیادت دو[…] میں آپ کی برتری عرب و عجم میں مسلّم تھی ۔[…] کام سے پہلے خدا تعالیٰ سے دعائیں، التجائیں[…] استخارے فرماتے ۔ وہ جب بھی میدانِ عمل[…] اترتے تو اس کی رضا کے لیے اور اسی کے بھروسے[…] پھر اُن کا قلبی تعلق مرکزِ تجلیاتِ الٰہی اور م[…] انوارِ نبوت، روضۂ مطہرہ سے ہمیشہ پیوستہ رہتا ۔

۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت شروع ہوئی[…] فوراً میدانِ جہاد میں اُتر آئے ۔ اور اس تحریک[…] احتجاجی جلوسوں اور جلسوں کی قیادت فرمائی ۔

حضرت خواجہ سیالوی نے ۱۹۷۸ء میں "کل پاکستان سُنّی کانفرنس" میں علالت کے باوجود شرکت فر[…]

اور کانفرنس کے ایک اجلاس کی صدارت بھی فرمائی۔ اس کانفرنس میں آپ کا خطاب آپ کے محبوب مرید اور خلیفہ حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری (جج وفاقی شرعی عدالت) نے پڑھ کر سنایا۔

۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران آپ نے اپنے گھر کی مستورات کے زیورات مجاہدین کی امداد کے لیے دفاعی فنڈ میں دے دیئے اور لوگوں کو جہاد میں حصہ لینے کی پر زور تلقین فرماتے رہے۔

۱۹۷۰ء میں جب بھاشانی اور کمیونسٹوں نے پورے ملک میں گھیراؤ اور جلاؤ کی تحریکیں شروع کر دیں اور یہ مذموم سرگرمیاں اس حد تک بڑھیں کہ کمیونسٹوں نے ۲۳ مارچ ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں کسان کانفرنس کا ڈرامہ رچایا تو دین پسند حلقوں نے خواجہ قمرالدین سیالوی کی زیر قیادت دینی حلقوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی تگ و دو شروع کر دی۔ پیر صاحب نے پنجاب کے علماء کرام اور پیران عظام کو مجتمع کیا اور جون ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں کمیونسٹوں کے توڑ کے لیے بہت بڑی دینی کانفرنس کا اہتمام کیا گیا اس کانفرنس میں حضرت خواجہ صاحب کو جمعیت العلمائے پاکستان کا صدر منتخب کر لیا گیا اس جماعت نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں حصہ لیا اور اس کے ٹکٹ پر سندھ اور پنجاب سے سات امیدوار قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے۔ ضلع جھنگ جہاں صرف پیر صاحب آف سیال شریف کا اثر و رسوخ تھا اس جماعت کو قومی اسمبلی کی تینوں نشستوں پر کامیابی حاصل ہوئی۔ کرنل سید عابد حسین شکست کھا گئے اور ان کے مقابلے میں ان سے سیاسی طور پر کمزور امیدوار کو جمعیت کے ٹکٹ پر کامیابی نصیب ہوئی۔ درگاہ حضرت سلطان باہوؒ کے سجادہ نشین کو پہلی بار اس ٹکٹ پر کامیابی حاصل ہوئی۔

آپ نے ۱۹۷۰ء کی انتخابی مہم میں غزالی زمان امام اہل سنت حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی اور پیر طریقت حضرت مولانا حامد علی خانؒ کی دعوت پر ملتان میں "سنی" کانفرنس میں شریک ہوئے۔ آپ نے اس کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ "ہم اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ملحدوں اور مرتدوں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ ملک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی اساس پر بنایا گیا تھا۔ اور ان شاء اللہ اس پر قائم و دائم رہے گا۔"

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ نے ۲۴ جنوری ۱۹۷۱ء کو لاہور میں پارلیمانی پارٹی کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اعلان فرمایا:

"یہ ملک صرف اسلامی نظام حیات کی ترویج کے لیے حاصل کیا گیا تھا۔ اور اس مقصد کے لیے ہم نے لاکھوں جانوں کی قربانیاں بھی دی ہیں۔ ہم اسلامی آئین کے لیے ہر ممکن قربانی دیں گے۔ غیر اسلامی آئین ہماری لاشوں پر سے گزر کر ہی بنایا جا سکتا ہے۔"

مزید فرمایا:

"دو ایوانی مقننہ ملک کے تمام صوبوں کے مفادات کا بہتر طور پر تحفظ کر سکتی ہے۔ ہم مضبوط مرکز کے حامی ہیں۔ کیونکہ جب تک مرکز مضبوط نہ ہو، ملک

کی سالمیت کی ضمانت نہیں دی
جا سکتی۔"

۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ حق تعالیٰ کی مہربانیوں اور حضور ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت سے اس تحریک نے آپ ہی کی قیادت میں کامیابی حاصل کی اور مرزائیوں کو قانوناً اقلیت قرار دیا گیا۔

پیر صاحب سیال شریف نے ملک میں اتحاد بین المسلمین۔ نوجوانوں میں دینی حمیت اور جذبہ نصرتِ دین پیدا کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مشائخ کانفرنس میں صدر پاکستان جنرل محمد ضیاالحق نے آپ کی خدمات کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا۔

مارشل لاء حکومت کے قیام کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل کی رکنیت صرف اس لیے قبول فرمائی کہ اس راستے سے اسلامی نظام کی منزل تک پہنچنے کا امکان ہے۔ اس لیے اس میں تعاون رضائے الٰہی کا موجب ہوگا۔ زندگی کے آخری دنوں میں وہ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن کی حیثیت سے پاکستانی معاشرے کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے عظیم کام میں ہاتھ بٹا رہے تھے۔ کونسل کے مختلف اجلاسوں میں انہوں نے متعدد اہم امور پر قیمتی مشورے دیئے۔ یہاں یہ امر خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے کہ آپ نے تین سال کی مدت کے دوران کونسل سے آمد و رفت کا خرچ بھی قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ اسلامی نظام سے اُن کے پُرخلوص تعلق اور وابستگی کی یہ ایک ادنیٰ مثال ہے۔

حضرت خواجہ صاحب ۱۵ رمضان المبار
(۱۸ جولائی) کو سرگودہا۔ فیصل آباد روڈ پر کا
کے حادثے میں شدید زخمی ہو گئے۔ آپ کو ڈسٹر
ہیڈ کوارٹرز ہسپتال سرگودہا میں داخل کر دیا گ
مزید علاج معالجے کے لیے آپ کو سی ایم ایچ لاہو
لایا گیا جہاں آپ کو آپریشن تھیٹر لے جایا جا ر
تھا کہ آپ نے راستے ہی میں داعیٔ اجل کو لبیک
کہہ دیا۔ اس طرح ۱۷ رمضان المبارک (۲۰ جولائی)
کو آپ کے انتقال پر ملال سے آسمانِ ولایت کا
ہمیشہ کے لیے ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ مگ
ان کے روحانی فیوض و برکات جاری رہیں گے

سراپا:-

روشن ابھری ہوئی کشادہ پیشانی، ابرو سجدہ گاہ عارفاں، قامت نہایت موزوں، نہ بہت بلند نہ پست، میانہ مائل بہ بلندی، چہرہ مبارک آیاتِ کبریا میں سے ایک آیت خندہ، کشادہ اور ابھرا ہوا، رنگ رخسار سفید و زرد تجلیاتِ حسنِ ازل کی تفسیر، دل فریب نین سینۂ مبارک کنزِ مخفیِ اسرارِ عشق و حقائق و معارف تھا۔ لبان لعل گوں جو اکثر اظہارِ تبسم کے وقت برگِ گل سے نازک تر ہوتے تھے۔ گفتگو میں آہستگی و شیرینی تھی۔ رعب و جلال اتنا کہ خوش خلق و خوش مزاج موسلادھار بارش کی طرح فیض رساں نرم خو شفیق و مہربان کے رخِ زیبا کی طرف کسی زائر میں مسلسل دیکھنے کی ہمت نہ تھی۔ گھنی، خوش وضع داڑھی سر پہ



سیال شریف میں عرس شریف کے موقع پر مجاہدِ اوّل
سردار محمد عبد القیوم تقریر کر رہے ہیں؛ حضرت
شیخ الاسلام" (بائیں طرف) تشریف فرما ہیں۔

دستار یا سرخ باریک حاشیہ والی سفید ٹوپی پہنے تھے۔ ہاتھ میں نسوار کی ڈبیہ اور رومال (پھولدار نیلے رنگ کا) سرچشمۂ رشد و ہدایت کی نشانی تھی۔ کبھی کبھی شلوار لیکن اکثر اوقات ملتانی لُنگی جسے عرفِ عام میں "تیلا" کہتے ہیں پہنتے تھے کثرت اوراد و وظائف اور نوافل شب کا اثر ہمہ وقت بڑی بڑی سرخ خدا بین و خدامست آنکھوں سے عیاں ہوتا تھا۔ غذا میں "شاہی دال" مرغوب تھی جسے اکثر اپنے ہاتھ سے پکاتے تھے۔

اولاد امجاد

اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو تین صاحبزادے عطا فرمائے۔

(۱) حضرت صاحبزادہ حافظ حمید الدین۔ جو آج کل درگاہ شریف کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ نے صغر سنی میں قرآن کریم حفظ کیا۔ اس کے بعد دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام میں مختلف اساتذہ سے اکتساب علم کیا۔

(۲) حضرت صاحبزادہ مجدالدین صاحب۔ یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے بھی قرآن کریم بچپن میں ہی حفظ کیا۔ آپ بڑے حلیم بڑے متین اور حد درجہ مدبر اور معاملہ فہم ہیں۔

(۳) حضرت صاحبزادہ حافظ نصیرالدین آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے بھی بچپن میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا بڑے ذہین اور فطین، میٹرک کے امتحان میں ۷۰۰ سے زیادہ نمبر لیے۔ ایف اے میں شاندار کامیابی حاصل کی مگر علالت طبع کی وجہ سے اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔

حضرت کی تصنیفات

(۱) ان الحکم الاّللہ (۲) صلوٰۃ العصر (۳) التحقیق فی التطبیق (۴) الجہاد، (۵) تنویر الابصار بتقبیل المزار (۶) تبلیغ القوم فی اتمام المعصوم (۷) تحقیق الاجلہ فی ثبوت الاہلّہ (۸) تقریر دلپذیر (۹) بلاغ مبین (۱۰) مذہب شیعہ

حضرت کے خلفاء

(۱) حضرت صاحبزادہ حافظ حمیدالدین سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف۔

(۲) حضرت خواجہ سدید الدین مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ مرولہ شریف۔

(۳) حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ مکان شریف کفری تحصیل خوشاب۔

(۴) حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین سور کی شریف تحصیل خوشاب

(۵) قاضی عبدالرحمٰن صاحب سبھرال شریف تحصیل خوشاب۔

(۶) حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب چاچڑ شریف۔

(۷) حضرت مولانا محمد یوسف چکوڑی شریف

(۸) حضرت مولانا محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہ محمدی شریف ضلع جھنگ۔

(۹) حضرت مولانا کمال الدین صاحب خواجہ آباد شریف میانوالی۔

(۱۰) حضرت مولانا فخرالدین شاہ وڑچھ شریف

(۱۱) حضرت مولانا غوث محمد صاحب چنیوٹ

(۱۲) حضرت مولانا عبدالعزیز چشتی نظامی گوجرانوالہ۔

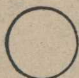
(۱۳) حضرت مولانا سید منظور شاہ ہمدانی مہتمم مدرسہ قمرالاسلام سلیمانیہ کراچی۔

(۱۴) حضرت مولانا عبدالغنی شاہ گجرات

(۱۵) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب افریقی۔

ان کے علاوہ فتح جنگ موضع الاوّل شریف سلہو کے دگوجرانوالہ، ونده شاہ بلاول تحصیل تلہ گنگ اور بعض دوسرے مقامات میں بھی خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء موجود ہیں

تحریر: جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری



حضرت

قمر الملت والدین

رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر پاک وہند میں بسنے والے فرزندان اسلام کے لئے نیسویں صدی بڑے درد و کرب کی صدی تھی۔ ہندوستان کی سیع وعریض مسلم مملکت بیسوں چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ چکی تھی۔ ہر ریاست کا حکمران اپنی ذاتی وجاہت کے لئے یوں از خود رفتہ ہو چکا تھا کہ اسے نہ ملت کا غم تھا، نہ پنی قوم کے آفتاب اقبال کے غروب ہونے کا کوئی دکھ تھا۔ سلمان نواب، آپس میں دست و گریبان تھے۔ دہلی شہر جو صدیوں سے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا مرکز رہا تھا اپنے فرمانرواؤں کی نااہلی کے باعث اپنا اثر و رسوخ کھوتا جا رہا تھا اس سے بھی زیادہ المناک بات یہ تھی کہ بندہ مومن کا رشتہ اپنے کریم رب اور اپنے رؤف و رحیم مرشد سے کمزور ہوتا جا رہا تھا عقیدے اور عمل کی مختلف بدعتوں نے اسلامی معاشرہ کو نڈھال کر دیا تھا۔ مسجدیں ویران تھیں، مدرسے بے چراغ تھے۔ خانقاہیں، جہاں کبھی اللہ کے شیر تشریف فرما ہوا کرتے تھے، اب رو باہ کیش اور حقیقت اسلام سے بالکل بے بہرہ ملنگوں اور قلندروں کے تصرف میں تھیں۔

نور معرفت سے منور چہرے اور سجدوں کے نشانوں سے تابندہ پیشانیاں خال خال کہیں نظر آجاتی تھیں۔ وہ چشمے خشک ہوتے جا رہے تھے جو قدموں کی کشتِ حیات کو سیراب کرتے ہیں۔ وہ تارے یکے بعد دیگرے ڈوبتے

چلے جا رہے تھے جو زندگی کے صحراؤں میں بھٹکنے والے راہروؤں کو اپنی منزل کا نشان بتاتے تھے۔

آپ خود سوچئے جہاں امراء ایک دوسرے کو پچھاڑنے کی سازشوں میں رات دن سرگرم ہوں، جہاں عوام اپنے منبع حیات سے روز بروز دور ہوتے جا رہے ہوں، وہاں ذلت و نکبت، زوال و ادبار کے علاوہ اور کس چیز کی توقع کی جاسکتی ہے وہ قوم جو اپنی تعداد کی قلت کے باوجود محض اپنے حسن عمل کے بل بوتے پر اتنے بڑے ملک پر صدیوں سے حکمرانی کرتی رہی تھی آج اس قوم میں وہ خوبیاں قصۂ ماضی بن چکی تھیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی حکومت کا آفتاب ۱۸۵۷ء کی ایک شام کو غروب ہو گیا ان محلات کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی جن میں بسنے والے اپنے خالق کو بھول چکے تھے۔ جن کے رات دن عیش و عشرت میں بسر ہوتے تھے۔ جن کے ایوانوں میں ہر لمحہ ناؤ و نوش اور رقص و موسیقی کی محفلیں بپا رہتی تھیں چھ ہزار میل دور سے آئے ہوئے انگریز نے اپنے خالق کے باغیوں کو بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر دیا۔ علماء کرام کو تختہ دار پر لٹکا دیا۔ مدرسوں کو مقفل کر دیا گیا۔ علم و حکمت کے قیمتی نوادرات کو نذر آتش کر دیا گیا۔ اور عام مسلمان۔ انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔

ہر طرف مایوسی کا اندھیرا چھایا ہوا تھا امید کی کوئی کرن کسی گوشہ سے بھی جھانکتی نظر نہیں آتی تھی لوگوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اب اسلام کا چراغ اس ملک میں دوبارہ روشن نہیں ہو گا۔ مسلمانوں کا وجود حرف غلط کی طرح اس ملک کی تاریخ سے محو کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بھی بڑے نرالے انداز ہیں۔ جب مایوسیاں چاروں طرف سے گھیرا تنگ کر ہیں، جب محرومیاں زندہ رہنے کی حسرت بھی د سے چھین لیتی ہیں۔ عین اس وقت رحمت الٰہی ایک ایسے آفتاب کے طلوع ہونے کا اہتمام فرماتی ہے اس شب دیجور کو۔ صبح سعید سے بہرہ ور کرنے باعث بن جاتی ہے۔ اس کی شعاعوں کو وہ تابش مرحمت فرماتا ہے جس کی شوخیوں کو دیکھ کر سارا عا تصویر حیرت بن کر رہ جاتا ہے۔

پنجاب کے ضلع شاہ پور کے ایک گاؤں کو جس بھی کسی کو معلوم نہ تھا قدرت نے اپنے ایک مقبول بن کی پیدائش کے لئے پسند فرمایا "سیال" کی چھوٹی سی ہیں حضرت میاں محمد یار رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں ایک چراغ معرفت روشن ہوا جس نے غم و حرماں کی اس ت رات میں چراغاں کر دیا۔ گھنے درختوں کے جھرمٹ میں کچے کوٹھے تھے۔ اس میں ایک ایسا مرد سعید پیدا ہو نے ایک عالم کے سوئے ہوئے بخت کو بیدار کر دیا اور کی بگڑی ہوئی تقدیروں کو سنوار دیا۔ ماں باپ نے اس فرزند ارجمند کا نام شمس الدین تجویز کیا۔ رحمت خداو نے اس کو شمس العارفین کے منصب جلیل پر فائز کیا۔ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہونے والے ذکر الٰہی اور س نبوی کی پیروی کا ذوق فراواں اور اسلام کے پرچم کو اونچا لہرانے کا عزم جواں لے کر واپس لوٹتے۔ چند سا میں ملک کے طول و عرض میں ایسی خانقاہوں کا ایک بچھ گیا جہاں خود فراموش اور خدا فراموش انسانوں کو اور خدا شناسی کی منزل تک پہنچانے کا اہتمام کیا جا اللہ تعالیٰ نے اس پاک ہستی سے احیائے دین اور ملت کی شیرازہ بندی کا جو کام لیا اس کو دیکھ کر زمانہ ماضی

اولو العزم اولیاء کرام کے کارناموں کی یاد تازہ ہوگئی۔

حضرت خواجہ شمس العارفین قدس سرہٗ کے بعد آپ کے فرزند جلیل حضرت خواجہ محمد دین اپنے والد بزرگ کی خوبیوں کا پیکر جمیل بن کر زینت بخش سجادۂ فقر ہوئے آپ نے اپنے پدر بزرگوار کی اس تحریک کو مزید پختگی اور توانائی بخشی یہ سلسلہ فقر و درویشی رفتہ رفتہ بڑے بڑے شہروں سے گزر کر ان دور افتادہ دیہات تک پھیل گیا جو پہاڑوں اور صحراؤں میں گھرے ہوئے تھے۔

حضرت ثانی غریب نواز کے بعد آپ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ ضیاء الملت والدین قدس سرہٗ نے صرف آستانہ عالیہ سیال شریف کو ہی نہیں صرف سلسلہ چشتیہ نظامیہ کو نہیں بلکہ جملہ سلاسل فقر و درویشی کو چار چاند لگا دیئے اور انگریز کے تسلط اور کفر کے تغلب کے خلاف اجتماعی جدوجہد کا آغاز ہوا۔ اسلام کا یہ شیر دل مجاہد جس نے تمام عمر انگریز کے اقتدار کو ہر میدان میں للکارا تھا صرف پینتالیس سال کی عمر میں فردوس بریں کو سدھارا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلوص کو اس طرح نوازا کہ حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہٗ جیسا فرزند عظیم مرحمت فرمایا پون صدی تک آپ زندگی کے افق پر چودھویں کا چاند بن کر چمکتے رہے، نور بکھیرتے رہے، ہر قسم کی ظلمتوں کو شکست پر شکست دیتے رہے اور آج آپ کے وصال پر ساری ملت اشکبار ہے آپ کے نیازمند مختلف انداز سے اپنی نیازمندیوں کا اظہار کر رہے ہیں ضیائے حرم کا یہ نمبر بھی اسی سلسلہ نیاز و عقیدت کی ایک حقیر سی کڑی ہے،

آپ کی ہمہ صفت موصوف شخصیت کے کس پہلو کا ذکر کیا جائے اور کس کا ذکر نہ کرنے پر قناعت کی جائے، اس گلستان جمال و کمال کے گلچینوں کے لئے یہ مرحلہ بڑا صبر آزما ہے۔!

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو ظاہری حسن عطا فرمایا تھا اس کی ہمیں تو کہیں نظیر نہیں ملتی روشن چہرہ، اونچی بینی چمکتی ہوئی غزالی آنکھیں، جبین سعادت کی کشادگی، ڈاڑھی مبارک کا بانکپن، قلب و نظر کو اسیر کر لینے والی تابدار زلفیں، جمال کی ان رعنائیوں کے باوجود، جلال الٰہی کا ایسا پرتو چہرے پر ضوفگن رہتا تھا کہ بارگاہ قدس میں لب کشائی کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

جذبہ جہاد رگ و پے میں ہر لحظہ موجزن رہتا تھا جہاد کی تیاری کے لئے جسمانی ورزش اور شکار آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ آپ کو قیمتی اور خوب صورت گھوڑوں سے بڑی محبت تھی۔ اصول نسل کی اپنی پسندیدہ گھوڑی کی پشت پر بیٹھ کر صبح سے شام تک ہرنوں کے تعاقب میں صحرا نوردی آپ کی بہترین تفریح تھی۔ کچھ عرصہ بازوں کے شکار کا بڑا شوق رہا۔ ان تمام مشاغل کے پیچھے حظ نفس نام کی کوئی چیز نہ تھی محض جہاد کی تیاری کے لئے جسمانی ریاضت مقصد اولین تھا۔ گھوڑوں سے محبت بھی صرف اس لئے تھی کہ یہ جہاد فی سبیل اللہ کا ذریعہ ہے۔ بہترین بندوق، بہترین رائفل اور بہترین ریوالور سے آپ کا شوق دیدنی تھا۔ بھاگتے ہوئے ہرنوں کو، اڑتے پرندوں کو گولی کا نشانہ بنانا۔ آپ کے نزدیک ایک معمولی بات تھی۔ آپ کا نشانہ خطا ہو جائے یہ ممکن ہی نہ تھا۔

میں یقین سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ ان تمام سرگرمیوں کی روح کفار اور انگریز کے خلاف جذبہ جہاد تھا جو آخر وقت تک آپ کے دل میں چٹکیاں لیتا رہا۔ اپنے رب کریم کی بارگاہ میں آپ شہادت کے لئے ہمیشہ دست بدعا رہا کرتے۔ جب کشمیر کو آزاد کرانے کے لئے جہاد شروع

ہوا تو آپ نے اپنے عقیدت مندوں کو اس جہاد میں حصہ لینے کی ترغیب دی۔ جو سینکڑوں کی تعداد میں سب سے اگلے مورچوں پر بھارت کی فوجوں سے برسرپیکار رہے اور ان کے چھکے چھڑا دیئے۔ مجاہدین کشمیر کی مالی خدمت کرنے کے علاوہ آپ نے بیشمار سپاہیوں کو اسلحہ اور بارود اپنی گرہ سے خرید کر مہیا کیا اور اس کی کبھی نمائش نہ کی جب ۱۹۶۵ء کی جنگ شروع ہوئی تو آپ نے اپنے کاشانۂ اقدس کی خواتین کے تمام زیورات افواج پاکستان کی خدمت میں نذر کر دیئے۔ اور اس بے مثال قربانی کا کبھی اظہار نہ ہونے دیا۔

لنگر شریف میں اللہ تعالیٰ کی بڑی برکت تھی روز و شب سینکڑوں مہمانوں کو کھانا دیا جاتا۔ رقم جمع کرنے کا آپ کو قطعاً شوق نہ تھا۔ جو آیا، خرچ ہو گیا۔ یحییٰ خان دور میں جب کالے دھن پر قابو پانے کے لئے حکومت نے اعلان کیا کہ فلاں تاریخ تک پانچ پانچ سو اور سو سو کے نوٹ واپس کر دیئے جائیں تو لوگ اپنے نوٹوں کو تبدیل کرنے کے چکر میں رات دن سرگرداں اور پریشان تھے۔ قبلہ حضرت صاحب نے خود مجھے بتایا کہ میری جیب میں اس وقت صرف آٹھ آنے تھے اس لئے مجھے قطعاً کوئی فکر نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کے بندے صرف اپنے دلوں کو ہی نہیں اپنی جیبوں کو بھی دولت سے پاک رکھتے ہیں

ملک میں جب بھی کوئی دینی یا ملی تحریک اٹھی اور اس کے لئے جانی مالی قربانی کی ضرورت محسوس ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا یہ بندہ اپنی ساری بے نیازیوں کے باوصف السابقون الاولون کے زمرہ میں ہمیشہ پیش پیش نظر آتا ہے آپ کا جہاد صرف سیف و سناں کے جہاد تک محدود نہ تھا۔ بلکہ قلم و زبان سے بھی آپ حق کی سربلندی کے لئے ساری عمر مصروف عمل رہے باطل کسی روپ [illegible] اور ملک کے کسی کونہ میں اگر سر اٹھاتا تو حضرت خ[illegible] قمر الدین کا ڈنڈا اس کی کھوپڑی پر تپاخ تپاخ برسنے [illegible]

انگریزی دور میں فتنوں کا سیلاب امڈ کر آ گ[illegible] کہیں عیسائیت کے نام نہاد مبلغ، اسلام کی حقانیت [illegible] پر اپنے طعن و تشنیع کے تیر برساتے، کہیں ختم نبوت ک[illegible] انکار کا فتنہ، کہیں شان رسالت میں گستاخی کر[illegible] والوں کی ہرزہ سرائیاں، کہیں صحابہ کرام کی بارگاہ [illegible] میں گستاخی کرنے کے لئے منظم سازشیں، کہیں اہل بیت کرام کی عظمت و ناموس پر زبان درازیاں۔ الغرض اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول کا یہ محبوب مجاہد سب سے لڑا۔ سب کے سامنے سینہ سپر ہوا اور سب کو بتا[illegible] الٰہی شکست فاش سے دوچار کیا۔

ہندوستان کی آزادی کے لئے جب تحریک چلی تو کانگر[illegible] پیش پیش تھی جس کی قیادت متعصب اور تنگ نظر ہند[illegible] کے ہاتھ میں تھی، لیکن ہندو مہاشوں کی مکاری نے بہت سے مسلمانوں کو اپنا ہمنوا بنا لیا تھا۔ بڑے بڑے علماء، زعما[illegible] فضلاء بھی ہندوستانی قومیت کے پرستار اور ہندو لیڈروں کے ہمنوا تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے ملت مصطفویہ کو انگریز اور ہندو کی غلامی کے شکنجہ سے بچانے کے لئے اور سچی آزادی سے بہرہ مند کرنے کے لئے انتظام فرمایا قائد اعظم نے پاکستان کا مطالبہ کیا تو آنحضرت نے اپنے نور فراست سے قائد اعظم کے مؤقف کی حقانیت کو بھانپ لیا اور ملک کے بڑے بڑے دانشور یہ فیصلہ نہیں کر پا[illegible] تھے کہ قائد اعظم کے دعویٰ میں کوئی مقبولیت ہے [illegible] نہیں، یا یہ قابل عمل بھی ہے یا نہیں۔ آپ نے ڈنکے کی چوٹ، پورے عزم و یقین کے ساتھ پاکستان ک[illegible]

حصول کے لئے جہاد میں قائد اعظم کی رفاقت اور اعانت کا اعلان کر دیا اور تاریخ کے صفحات اس بات کے گواہ ہیں کہ اس مرد حق نے جو قدم اٹھایا وہ اس وقت تک نہیں رکا جب تک منزل نے بڑھ کر قدم نہیں چومے،

صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کی مہم از بس خطرناک تھی خان برادران کا یہاں طوطی بول رہا تھا وہ گاندھی کے اندھے پرستار تھے اور سرخپوش تحریک کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ صوبہ سرحد کے ہر شہر اور ہر گاؤں میں اس کے سُرخ پرچم لہرا رہے تھے اگر اس ریفرنڈم میں مسلم لیگ شکست کھا جاتی تو پاکستان کا خواب تعبیر سے پہلے ہی منتشر ہو جاتا۔ جن لوگوں کی جوانمردی نے ملت مسلمہ کے لئے سرحد میں کامیابی کے راستے ہموار کئے بلا شبہ ان مجاہدین کی صف اول میں حضرت خواجہ قمرالدین کا چمکتا ہوا چہرہ آپ کو نمایاں نظر آئے گا۔

پاکستان معرض وجود میں آنے کے بعد اگرچہ عرصہ دراز تک موت و حیات کی کش مکش میں رہا۔ جن لوگوں کو اس کی زمام اقتدار سونپی گئی انہوں نے اپنی نا اہلی یا خیانت مجرمانہ کے باعث اس نوزائیدہ مملکت کی مشکلات میں اضافہ ہی کیا، لیکن سن ۱۹۷۰ء کا وہ دور ساری ملت کے لئے بے حد تشویشناک تھا۔ اس وقت یہاں ایک ایسی تحریک شروع ہوئی جو اسلام کے بجائے سوشلزم کو ملک کا دستور حیات بنانے کا عزم کر کے اٹھی تھی اس سے قبل جو حکمران آئے انہوں نے بھی اگرچہ نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے کوئی قابلِ ذکر خدمت انجام نہیں دی تھی، اور اگر کوئی قدم اس سمت میں اٹھایا بھی تو بڑی بے دلی سے، لیکن یہ دور تو اپنے دامن میں ہنگامۂ رستاخیز سمیٹ کر لایا تھا۔

بھٹو کی عیاریوں نے قوم کے ذہنوں میں اشتراکیت کا نقش اس طرح ثبت کر دیا کہ اب عام شاہراہوں پر اسلام مردہ باد کے نعرے سنائی دینے لگے اب خوف آنے لگا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو ملک لاکھوں شہیدوں نے اپنا خون بہا کر اور اپنی رنگ رنگیلی جوانیاں لٹا کر اسلام کی خاطر حاصل کیا تھا۔ اس میں کہیں مارکس اور لینن وغیرہ یہودیوں کا ابلیسی نظام نافذ نہ ہو جائے۔

بھٹو کے ساتھیوں کے نعرے بڑے گرجدار تھے ساری فضا سہمی سہمی تھی۔ بڑے بڑے سیاستدان منقار زیر پر تھے۔ کئی علماء بھی بایں جبہ و دستار اسلام کے اس وطن میں سوشلزم کے کانٹے بوتے کے لئے بھٹو کا ساتھ دے رہے تھے خوف و ہراس، دہشت و یاس کے اس ماحول میں ایک آواز بلند ہوئی کہ "یہ پاکستان سوشلزم کا قبرستان بنے گا"، ساری قوم چونک اٹھی اپنے اور بیگانے اس نعرہ لگانے والے کی جرائت و بسالت پر انگشت بدنداں رہ گئے وہ آنکھیں مل مل کر اس جوانمرد کا چہرہ دیکھنے کے لئے بیتاب تھے جس نے اپنی صدائے دلنواز سے ملک بھر میں ہلچل پیدا کر دی تھی۔

وہ نعرہ لگانے والا کون تھا۔؟

وہ ہم سُنیوں کا آقا، ہم چشتیوں کا مرشد: حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی تھا۔ اس نعرہ نے صور اسرافیل کا کام کیا۔ اور سوئی ہوئی ملت بیدار ہو گئی۔ اور اس کے بیدار ہونے کی دیر تھی کہ باطل کے نعروں کی وہ کڑک ختم ہو گئی وہ طلسم ٹوٹ گیا۔ جس نے ساری قوم خصوصاً نوجوان نسل کو بُری طرح اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ ایسے نازک دور میں کالعدم جمعیۃ علماء پاکستان کی قیادت اور اسلام کی عظمت کا جھنڈا جب حضرت شمس العارفین کے خانوادے

کے اس اولوالعزم مردِ حق نے اپنے ہاتھ میں اٹھالیا تو میدان جنگ کا نقشہ پلٹ کر رکھ دیا۔ اور بھٹو اور اس کے حواریوں کے وہ ارادے خاک میں مل گئے جو اس گلشن اسلام کو ویران کر کے اسے اشتراکیت کا مرکز بنانا چاہتے تھے۔

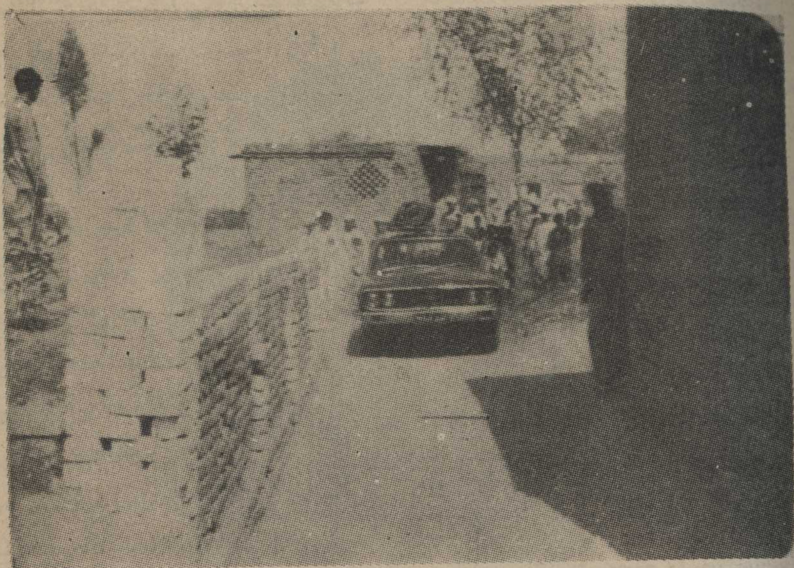
غلامان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا پہلے انگریز کے خلاف برسرپیکار تھے۔ پھر ہندو سے جنگ آزما ہوئے۔ پھر داخلی فتنوں نے ان کی ساری توجہ اپنی طرف مبذول رکھی اس عرصہ میں فتنہ مرزائیت ہر قسم کی مزاحمت سے بے خوف ہو کر اپنے پاؤں پھیلاتا رہا اپنی بنیادیں مضبوط کرتا رہا۔ انہیں اپنے وسائل کو منظم کرنے، اپنی سازشوں کو مرتب کرنے کے لئے طویل فرصت مل گئی رسول کے محکموں میں پہلے ہی ان کے لوگ کلیدی اسامیوں پر قابض تھے اس عرصہ میں انہوں نے بری بحری اور ہوائی فوج میں بھی اپنی پوزیشن مستحکم کر لی۔ یہاں تک کہ پاکستانی فضائیہ کا سربراہ اعلیٰ ایک قادیانی (ظفر چوہدری) بننے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اس میں اتنی جرأت پیدا ہو گئی کہ ماہ دسمبر میں ربوہ میں ان کی جو سہ روزہ کانفرنس ہوئی۔ اس موقع پر اس نے پاکستانی فضائیہ کے طیاروں کو حکم دیا کہ وہ اس کے جھوٹے نبی کے جھوٹے خلیفہ کو سلامی دیں

انہیں یہ توقع تھی کہ ایک جست میں وہ پاکستان کے اقتدار پر قبضہ کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم کی امت کو انگریزوں کے ان پٹھوؤں، اسلام اور ملت اسلامیہ کے دشمنوں کی خطرناک سازشوں سے بچانے کے لئے ربوہ کے ریلوے ٹیشن پر رونما ہونے والے ایک معمولی سے واقعہ کو اس کا ذریعہ بنا دیا۔ پھر ختم نبوت کی تحریک ملک کے کونہ کونہ میں پھیل گئی۔ یہاں تک کہ حکومت مجبور ہو گئی کہ

وہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔ اس وق
بھی حضرت شیخ الاسلام نے جو قائدانہ اور مجاہدانہ کر
انجام دیا وہ محتاج بیان نہیں۔

تحریک نظام مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بھ
آپ کی خدمات تا ابد تابندہ و درخشندہ رہیں گی۔

رمضان المبارک کی چودہ تاریخ تھی جمعہ کا دن
زائرین کے ہجوم سے آستانہ عالیہ کا کونہ کونہ بھرا ہوا
یہ جمعہ حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسجد
ادا فرمایا اور اپنے خدام کو اور اپنے پروانوں کو دعاؤ
کے ساتھ الوداع کیا۔ اس دن خلاف معمول روزہ گھ
میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ افطار فرمایا رات سیال شر
میں بسر کی۔ حضرت صاحبزادہ غلام نصیر الدین صاحب
صاحبزادے علاج کے لئے لاہور گئے ہوئے تھے ا
کی مزاج پرسی کے لئے لاہور جانے کا پروگرام بنایا سح
تناول فرمانے کے بعد حضرت غریب نواز نے، حضرت
شمس العارفین کے روضہ مقدسہ پر حاضری دی اور
دعائے خیر کے بعد اپنی زندگی کے آخری سفر پر روانہ ہو
سرگودھا لاہور سڑک پر (سرگودھا سے چند میل کے فاصل
پر) چک نمبر ۱۱ کا پل ہے۔ آپ کا عمر بھر کا ڈرائیور غلام حید
جو پینتالیس سال سے آپ کا ڈرائیور تھا کار چلا رہا تھا
صبح کے سات بج رہے تھے۔ سورج طلوع ہو چکا تھا
ہر طرف روشنی ہی روشنی تھی کہ چک نمبر ۱۱ کے پل کے قریب
غلام حیدر نے سامنے سے ایک ٹرک آتا ہوا دیکھا وہ غلط
سمت سے آ رہا تھا۔ محتاط ڈرائیور نے اپنی سابقہ روایات
کے مطابق گاڑی کو اور بائیں جانب کر لیا، لیکن ٹرک نے
اپنی سمت درست نہ کی تو غلام حیدر نے حضرت کی گاڑی
کو کچے راستے پر اتار لیا لیکن ٹرک کا ڈرائیور معلوم نہیں



حادثہ پیش آنے سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے کی یادگار
تصویر، حضرت شیخ الاسلام سیال شریف سے رخصت
ہو رہے ہیں۔

نشہ میں وحشت تھا یا سو رہا تھا اپنے ٹرک کو کنٹرول نہ کر سکا۔ اچانک ایک دھماکہ ہوا۔ قیامت خیز دھماکہ، جس نے گاڑی کا کچومر نکال دیا ڈرائیور غلام حیدر اپنے آقا کے قدموں میں نذرانہ جان پیش کر کے وہیں سرخرو ہوا۔

ایک دوسرا خادم اللہ بخش، جس کی چند روز بعد شادی ہونے والی تھی وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کو بھی شہادت کا تاج پہنا دیا گیا۔ شاید ایسے جان نثار اور جان باز خدام کے لئے ہی حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

؎ بنا کردند خوش رسمے بہ خون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

باقی دو ساتھی حاجی محمد نواز جو حضرت کا دیرینہ اور رازدار خادم ہے اس کا بازو کئی جگہ سے ٹوٹ گیا۔ چوتھا ساتھی محمد اسلم بُری طرح زخمی ہوا۔

حضرت قبلہ عزیب نواز ڈرائیور کے ساتھ پہلی نشست پر تشریف فرما تھے۔ دھماکہ سن کر ارد گرد سے لوگ دوڑے ہوئے آئے حضرت کو باہر نکالا گیا آپ کی دائیں ٹانگ کی پنڈلی کی ہڈی کریک ہوئی تھی۔ چہرہ مبارک اور جسم کے دوسرے

حصے بالکل صحیح سلامت تھے آپ کو کار سے نکال کر جب
باہر چارپائی پر ڈالا گیا تو ایک آدمی نے پانی پیش کیا آپ
نے پینے سے انکار کر دیا۔ فرمایا میں روزہ سے ہوں۔ پھر
ٹرک میں چارپائی بچھا کر لٹا دیا گیا اور ڈسٹرکٹ ہسپتال
سرگودھا لایا گیا۔

اس المناک حادثہ کی خبر جنگل کی آگ کی طرح آناً فاناً
پھیل گئی لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ ہسپتال میں جمع ہو گئے۔

بھیرہ میں ہمیں شام کے بعد اس حادثہ کی اطلاع ملی،
لیکن اطلاع دینے والے نے ساتھ یہ بھی بتایا حضور بخیر و
عافیت ہیں۔ دوسری صبح سویرے عیادت اور
زیارت کے لئے میں مع اپنے عزیزاں سرگودھا پہنچا۔
اس وقت ڈاکٹر صاحبان مرہم پٹی کر رہے تھے ہسپتال
کا سارا کھلا میدان نیاز مندوں اور عقیدت مندوں سے
کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ سب کی زبان پر کلمات شکر تھے
کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کریم آقا کو اس جانکاہ حادثہ سے
بچا لیا ہے۔

ہم لوگ خوش تھے کہ تقدیر کی کمان کا تیر خطا ہوا،
لیکن تقدیر ہماری کم نگاہی پر مسکرا رہی تھی۔

دو روز تک آپ ڈسٹرکٹ ہسپتال سرگودھا میں
زیر علاج رہے۔ صدر محترم جنرل محمد ضیاء الحق کو جب
اس سانحہ کا علم ہوا تو بے چین ہو گئے ہر دس پندرہ منٹ
کے بعد حضرت کی خبر گیری کے لئے فون کرتے رہے اور
ڈاکٹروں کو تاکید کرتے رہے کہ علاج معالجہ میں کسی قسم
کی کوتاہی نہ ہو۔

سترہ رمضان المبارک کو ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ
آپ کو علاج کے لئے سی ایم ایچ لاہور لے جایا جائے

چنانچہ آپ کو وہاں لے جایا گیا وہاں کے ڈاکٹروں
جب انگلیوں کے ناخنوں کی رنگت دیکھی تو سراپا یا
بن گئے اور کہا کہ بہت لیٹ آئے ہو۔ سی ایم ایچ کے
قابل ڈاکٹروں کی جملہ مساعی کے باوجود حکم الٰہی پورا ہو
اور وہ عظیم ہستی جو پون صدی تک چودھویں کا چان
بن کر زندگی کے افق پر نور افشانیاں کرتی رہی تھی۔ ہماری
آنکھوں سے اوجھل ہو گئی اور دار فانی سے رخت سفر باند
کر اپنے محبوب حقیقی کی بارگاہ صمدیت میں نعمت حضوری
سے شرفیاب ہو گئی اناللہ وانا الیہ راجعون۔

زمانہ اپنی شب غم کو منور کرنے کے لیے ایسے
قائد کی تلاش میں سرگرداں رہا، لیکن صد حیف کہ اس
کی یہ سعی بارآور نہ ہوئی۔ اُمت مسلمہ اپنے اس قائد کی
یاد کو ہمیشہ سینوں سے لگائے رکھے گی جس نے ہر مشکل
مرحلہ پر بڑی جرأت کے ساتھ اس کی راہنمائی فرمائی۔
حلقہ مریدین اپنے شیخ کے نورانی چہرہ کی زیارت
کے لیے تڑپتے ہی رہیں گے۔ طالب علموں کے ساتھ
محبت کرنے والے، علماء کی قدر و منزلت کو پہچاننے
والے اہل بیعت نبوت کے ادب و احترام کا حق ادا
کرنے والے، صحابہ کرام کی ناموس کا پاسبان اور شمع
جمال محمدی کا ایسا دلسوختہ پروانہ، اور ذکر الٰہی سے
ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہ ہونے والا، اہل دل کی
آنکھوں کا نور، اہل خرد کا پیشوا اور کاروان عشق
ومستی کا قافلہ سالار، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت
خواجہ محمد قمر الدین رضی اللہ عنہ وارضاہ ——— بظاہر
ہماری آنکھوں سے نہاں ہو گئے، لیکن ان کی عقیدت
ومحبت کے چراغ ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے؛





تحریر: صاحبزادہ عزیز احمد (کفری ضلع سرگودھا)

کسی شخصیت کی زندگی کے کسی بھی پہلو پہ لکھنا یا کہنا تب ممکن ہے کہ جب اُس شخصیت کا پس منظر اور پیش منظر کما حقہ، معلوم ہو۔ اس کے سلسلۂ حیات کی ہر کڑی اور اس کی زندگی کا ہر نقطہ صحیح سوشح کے زنجیر میں پابند ہو۔

شیخ الاسلام بہت کچھ بلکہ سب کچھ ہیں، لیکن ان کی ذات، اعلیٰ کمالات اور عظمیٰ صفات کے ساتھ ایسی مضبوط و مربوط ہے کہ صفات کو تحلیل کر کے ایک ایک کو زیر تحریر لانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

شیخ الاسلام ایک مافوق الانعام باری بھی ہیں اور حجۃ الحق الی الخلق بھی اُن کے نیاز سے راز تک ۔ حسنِ ذات سے حسنِ صفات تک ۔ علم و عمل کے ایک زاویئے سے آخری زاویئے تک لگاتار سوچنے کے باوجود یہی کہنا پڑتا ہے کہ ؎

یہی جانا کہ کچھ نہ جانا ، ہائے
وہ بھی اک عمر میں ہوا معلوم

عظمتِ انسان محمودہ صفات سے ترکیب پاتی ہے ۔ اور انہی صفات کی تدریجاً ترتیب کے بعد انسان کی ارتقائی زندگی شروع ہوتی ہے جس کا ظہور مختلف شیُون و اطوار سے ہوتا ہے ۔ نتیجۃً وہی ارتقا جو ہر ذہن میں الگ الگ رنگ و لباس میں ایک ہی معنون کا عنوان بنتا ہے ۔ کسی نے کہا عالم ہے ۔ اور کسی نے باعمل کہا ۔ کسی کو عشق میں بے عدیل نظر آیا اور کسی کو حسن میں بے نظیر ۔

لیکن شیخ الاسلام میں ارتقائی شان کلیۃً جُداگانہ ہے ۔ اپنا ہو یا بیگانہ ، دُور سے سننے والا ہو یا قریب سے دیکھنے والا ۔ آپ کی ذات کو بیک وقت جملہ صفاتِ عظمت سے اس طرح وابستہ پاتا ہے کہ گویا آپ کی ذات عینِ صفات اور صفات عینِ ذات ہیں ؎

رقّ الزجاج و رقت الخمر
فتشابھا فتشاکل الامر

شیخ الاسلام نمبر کے لیے عابد نظامی صاحب مدیر ضیائے حرم کا جب یہ فرمان ملا کہ کچھ لکھوں تو حیران و ششدر رہ گیا کہ کیا لکھوں اور میری تحریر واقعی اس کے مطابق ہوگی کہ جیسے وہ ہیں ؎

کیف الوصول الی سعاد و دونها
قلل الجبال و بَیْنَهُنَّ صُفُوْف

بلکہ اس تحریر نے تو حاشیۂ ذہن سے وہ چند یادیں بھی کچھ وقت کے لیے محو کر دیں جو تسکینِ خاطر کا انمول سامان بھی ہیں اور قلب و جگر کی متاعِ عزیز بھی ۔

جرأتِ تحریر کے تصور نے اور حریمِ قدس کے شہباز چشمِ نیم باز کی یاد نے کئی بار یہ شعر بھی یاد دلایا کہ ؎

در جستجوئے ما نہ کشی زحمتِ سراغ
جائے رسیدہ ایم کہ عنقا نمی رسد

پھر یہ سوچ کر کہ ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ آمادۂ تحریر ہونا پڑا تاکہ جسمانی اور اُخروی فائدے میسّر آسکیں ۔ جسمانی فائدہ تو یہ ہے کہ رنجِ گراں نشیں اور صبر گریز پا کا علاج

کرسکوں اور اس کی ممکنہ صورت صرف یہی کہ کچھ لکھ کر گریبان کو دستِ جنوں کے حوالے کردوں۔ اور اُخروی فائدہ ہے اپنی مغفرت کی بھیک مانگنا۔ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ، نے حضرت شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ، کا فرمان ذکر کیا ہے کہ "ہر مریدے کہ سخنانِ پیرِ خود بگوشِ ہوش بشنود و آنرا بہ نویسد او را برکات و حسنات بیش از بیش حق تعالیٰ ارزانی فرماید۔" (مراۃ العاشقین)

تغیّر کائنات

آغاز تخلیق سے اب تک ہر چھوٹی بڑی چیز میں انقلاب آیا۔ خوشی و مسرّت کی محفل بھی سجی۔ اور پھر وہی ماتم کدہ بھی بنی۔ نودمیدہ کلیاں مسکرائیں بھی اور کملا بھی گئیں۔ بہت سے باغ جنت بداماں ہو کر باصرہ نواز ہوئے اور عبرتناک کھنڈر بھی نظر آئے۔ طلوعِ آفتاب کے بعد اس کا غروب۔ چاند کی تابناکی اور پھر روپوشی۔ ستاروں کی جگمگ کے ساتھ ساتھ پردہ پوشی۔ تجلّیٔ نہار اور سوادِ لیل یہ تغیّرات ہر لحظہ انقلابِ کائنات پر واضح برہان ہیں۔ بقاء علی الاطلاق صرف ربِّ کائنات کے لیے ہے۔ جو آیا آئے گا دعوت اجل کو لبیک کہے گا۔ اس تغیّر و تبدل نے اس شکست و ریخت نے موت و حیات کے لگاتار چکرنے ہر شے کو اپنی لپیٹ میں اس قدر مضبوطی سے لے رکھا ہے کہ کسی کو دوبارہ اُبھرنے نہیں دیتا لیکن

کچھ نفوسِ قدسیہ ہیں جو جہاں کے لیے مشعل راہ بنے۔ جن کی شب بیداری اور آہِ سحر گاہی پژمردہ دلوں کے لیے مژدہ جانفزا بنی اور وہ نالہ نیم شبی سے لوگوں کے خفتہ مقدر کو جگاتے رہے اُن کا وجود قدرت کا عطیہ اور اُن کی ہستی مولائے کائنات کی مرضی و ارادہ سے معرضِ وجود میں آئی۔ تاریخ کے صفات اور زندوں کے اپنے واقعاتِ دیدہ اس پر شاہد ہیں کہ ہر صدی کے آخر میں کوئی نہ کوئی یکتائے روزگار گروہ آیا جس نے اسلام کے پودے کو اپنے خون سے سینچا۔ پُر آشوب دور کی آندھیوں سے اسلام کی بنیادوں کو متزلزل ہونے سے بچایا۔ تن من دھن کی بازی لگا کر دین کی ناموس کی پاسبانی کی۔ اپنی زندگی دینِ حق کی خدمت کے لیے وقف کردی۔ تحریر و تقریر کے ذریعے یا تدبیر و شمشیر سے دین کے ہر محاذ پر کھڑے ہو کر نا آشنائے مذہب کو صراطِ مستقیم پر لا کھڑا کیا۔ متفق علیہ حدیث میں ہے:

لایزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ الخ

(میری امت سے ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے دین کو قائم رکھتا آئے گا)

ابوداؤد میں ہے: ان اللہ یبعث علی راس کل مائتہ من یجدد لھا دینھا

(ہر صدی کے آخر میں دین حق کی تازگی کے لیے امۃ مرحومہ کے لیے کسی مرد کامل کو اللہ تعالےٰ ضرور بھیجتا ہے۔)

مردانِ خدا کی ابدی زندگی

یہ نفوس قدسیہ اپنی اسی مجاہدانہ زندگی کی بدولت خدائے کریم سے حیات ابدی کا صلہ پاتے ہیں۔ دنیا میں رہ کر بھی زندہ اور دنیا کو چھوڑ کر بھی زندہ ہوتے ہیں۔ بل احیاء عند ربہم فرمان خداوندی اس پر شاہد عدل ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے اسی طرف اشارہ کیا ہے ؎

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی، صبح دوام زندگی

شیخ الاسلام اور تعمیر ملت

شیخ الاسلام انہی نفوس قدسیہ میں سے ایک دُرِ شہوار ہیں جو علم وعمل۔ تقویٰ و طہارت۔ دیانت و امانت میں۔ جذبۂ عشق وسوز میں جیسے دُرِ یک دانہ ہیں اسی طرح تعمیرِ ملت میں بھی ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ کے والدِ گرامی حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے پورے اہتمام اور مکمل انتظام سے آپ کو تعلیم دلائی۔ آپ نے مختصر مدت میں جب قرآن مجید حفظ کر لیا تو اس کے بعد حضرت ثانی نے مختلف علوم کے ماہر علماء آپ کی تعلیم کے لیے مقرر کیے۔ امام الہند مولانا معین الدین اجمیری۔ تحریکِ آزادی کے تاجدار حضرت علامہ محمد حسین۔ سلطان الاساتذہ حضرت سلطان اعظم امام المعقول محمد الدین بدھوی آپ کے اساتذہ میں سرفہرست ہیں۔ اساتذہ نے حضرت کے جوہرِ استعداد کو انتہائی نکتۂ عروج تک پہنچانے کی تمام تر مساعی کا اختیار کیا جس میں اُن کو قابل رشک کامیابی حاصل ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شیخ الاسلام جملہ فنون و علوم میں آفتاب نصف النہار کی طرح چمک اٹھے اور ملک اور بیرون ملک آپ کی علمی عظمت کا ڈنکا بجنے لگا۔

حضرت کو بچپن میں ہی مطالعہ اور کتب بینی کا اس قدر شوق تھا کہ فرماتے کہ سردیوں میں نماز عشاء کے بعد مطالعہ شروع کیا اور صبح کی اذان ہونے پر پتہ چلا کہ رات گزر گئی۔

اکثر ایسا بھی ہوا کہ مطالعہ میں محویت کی وجہ سے رات کا کھانا اور دودھ ویسے ہی پڑا رہ جاتا اور صبح ہو جاتی۔

ابتدائی کتب کی تعلیم کے دور میں آپ درمیان کی مشکل عبارات کی شرح عربی میں تحریر فرما

کہ اجل اساتذہ اس تحقیق و نکتہ آفرینی کو دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ آپ کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا تا آنکہ مولانا اجمیری سے آپ نے سندِ حدیث حاصل کی۔ آپ نے حصول تعلیم کے لیے دُور دراز کے سفر بھی کیے۔ اجمیر شریف۔ چھپیڑ شریف دہلی شریف بھی آپ نے خاصہ وقت تحصیل علم کے لیے گزارا۔

سنداتِ فراغت حاصل کرنے کے بعد لنگر شریف و دیگر سجادگی کی جملہ کٹھن ذمہ داریوں کے باوجود کتابوں کا اس قدر مطالعہ کیا کہ دارالعلوم کے کتب خانہ میں کوئی کتاب ایسی نہیں کہ جس پر آپ کے حاشیہ اور شرح و بیان کے جوہر نہ ہوں۔ فلسفہ، منطق، تفسیر و حدیث اور شروح کی اکثر کتابیں میری نظر سے گزری ہیں۔ اُن پر آپ کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہُوئے انمول گوہر تابدار دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ پوری انجیل کا آپ نے مطالعہ کیا اور جملہ مذاہب کے لٹریچر کو گہری نظر سے پڑھا۔ رفض و خروج اور مرزائیت و نیچریت کے پورے خدوخال پر آپ نے اتنا عبور حاصل کیا کہ جس سے جملہ مذاہبِ باطلہ کا جواب دینا اور ان کے ردّ میں کتابیں لکھنا آپ کے لیے بڑا آسان ہو گیا۔ عیسائی پادریوں اور مبلغوں کو کئی جگہوں پر شکست دے کر اسلام کی عظمت کا سکّہ منوایا۔

اپنے مسلک کی تائید اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب آپ اکثر اُن کی اپنی نوشتہ کتابوں سے دیا کرتے۔ اہل تشیع کے ردّ میں شہرہ آفاق کتاب "شیعہ مذہب" ہمارے سامنے ہے اس میں سنیّت کی حقانیت اور معاندین پر زبردست تنقید کے لیے شیعہ حضرات کی کتابوں کی عبارات کے علاوہ کسی اور کتاب کا سہارا نہیں لیا گیا۔ اس کتاب میں آپ نے اہلِ شیعہ کا اتنا سختی سے تعاقب کیا ہے کہ جس کا توڑ اب تک سامنے نہیں آیا۔ آپ نے مختلف موضوعات پر سیر حاصل کتابیں خاصی تعداد میں لکھی ہیں جو آپ کی تحقیق اور وسعت مطالعہ کا عظیم شاہکار ہیں۔

التحقیق فی التطلیق۔ انمام الصوم۔ الجہاد۔ صلوٰۃ العصر وغیرہا کے علاوہ تنزیہ الابصار بتقبیلِ المزار بھی آپ کی نوشتہ ہے یہ آپ کی اس تقریر کے دلائل پر مشتمل ہے جو آپ نے مدینہ شریف مزار بوسی کے جواز میں منکرین کے مجمع میں کی جس کے وزن نے منکرین کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

حضرت کو عربی، اردو، فارسی، پشتو زبانوں پر اتنا قابو تھا کہ ان میں جس زبان میں تقریر فرماتے تو سامعین کو گمان گزرتا کہ شاید یہ آپ کی مادری زبان ہے۔ عربی، فارسی زبان میں آپ کا منظوم کلام بھی ہے جو آپ کی نکتہ آفرینی اور نغز گوئی کا عظیم شاہکار ہے۔

دین و ملت کی خدمت آپ نے جس وسعتِ خاطر سے کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ملک اور بیرون ملک تقریریں کیں۔ اصلاحِ معاشرہ اور اعلائے کلمۂ حق کے لیے آپ ایک ایک جگہ پر کئی کئی بار تشریف لے گئے۔ جس کے نتیجہ میں ہزاروں کی تعداد میں مختلف مذاہب کے بھٹکے ہوئے آپ کے ہاتھ پر تائب ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ مرزائیت، نیچریت، عیسائیت وغیرہ جیسے باطل مذاہب کی انفرادی

اور اجتماعی طور پر سرکوبی فرمائی اور ان کے ردّ میں متعدد کتابیں لکھیں۔

تعمیرِ ملت کے لیے مختلف علاقوں میں دینی ادارے کھولے اور اپنی جیب سے ہزاروں روپے بطور امداد دیئے۔ کسی طالب علم کو دیکھتے تو اس پر از راہِ علم نوازی اپنی جیب خالی کر دیتے۔ آستانہٗ اقدس پر جدید و قدیم علوم و فنون کی درسگاہ کی بنیاد رکھی۔ جس کے فارغ التحصیل طلبہ ہند و پاک میں بلکہ عرب، افریقہ میں بھی خدماتِ دینی سر انجام دے رہے ہیں جو بیک وقت عربی، انگریزی اور اردو فارسی میں برجستہ تقریر کرنے کا ملکہ رکھتے ہیں۔

اسی علمی مہارت اور ملی خدمات کی بنا پر مولانا شبیر احمد عثمانی کے بعد ملک کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان مرحوم نے آپ کو شیخ الاسلام کا منصب پیش کیا کہ جس کو گو آپ نے منظور نہ فرمایا لیکن پوری قوم اب تک آپ کو شیخ الاسلام کہتی ہے اور تا قیامت شیخ الاسلام کہتی رہے گی کیونکہ ؎

روشن از پرتوِ رویش نظرے نیست کہ نیست
منتِ خاکِ درش بر لبرے نیست کہ نیست

تعمیرِ ملک :-

ملکی تعمیر کا جذبہ آپ میں اباً عن جدًہ پایا جاتا ہے۔ یہ جذبہ حب الوطن من الایمان کے ارشاد کے مطابق مردِ مومن کا مابہ الامتیاز وصفِ مومنانہ ہے جو آپ میں اتنا واضح اور پورے استحکام سے جلوہ فرما ہے کہ جس کا اعتراف قوم کے ہر فرد کی زبان پر ہے۔ ملک کو جب بھی جانکاہ مشکل سے دو چار ہونا پڑا آپ ملک کی خدمت میں پیش پیش رہے۔ جہادِ کشمیر میں آپ کی سرفروشانہ سرگرمیاں۔ شہر شہر میں جہاد کی اہمیت پر پُر اثر تقریریں۔ دامے درمے تعاون کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ ہند و پاک کی تقسیم کے بعد جس شرحِ صدر سے آپ نے مہاجرین کو سنبھالا دیا وہ تاریخ کا سنہری باب ہے۔ اپنا ہر بڑے سے بڑا مملوک اثاثہ مہاجرین میں تقسیم کر دیا۔ حتیٰ کہ گھر کے زیورات بھی خرچ کر دیئے۔

آپ نے تحریکِ پاکستان کے زمانے میں جب سرگودہا مسلم لیگ کی صدارت سنبھالی تو آستانہ اقدس سے وابستہ کئی سیاست دانوں نے (جو اپنی مصلحت کے لیے کانگرس سے وابستہ تھے) بڑی تواضع سے عرض کیا کہ حضور غیر جانب دار رہیں۔ لیکن اس حوصلہ فرسا اور ہوش ربا دور میں بھی آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی بلکہ جرأۃ مومنانہ سے تعلق داروں کی فرمائش کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ تمہاری شکست دیکھ سکتا ہوں مگر پاکستان کا جھنڈا سرنگوں نہیں دیکھ سکتا۔ چنانچہ ہم سب نے

دیکھا کہ آپ کے نعرۂ مستانہ نے حالات کا رخ موڑ دیا اور کانگریس کی تحریک ناکام ہوئی اور تحریک مسلم لیگ کو وہ نمایاں کامیابی حاصل ہوئی جو آج پاکستان کی صورت میں ہماری پناہ گاہ ہے۔
قائداعظم محمد علی جناح مرحوم نے آپ کے نام خط میں جس طرح اس عزم کو دُہرایا کہ پاکستان میں صرف نظامِ مصطفےٰ کا نفاذ ہوگا اسی طرح اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ مسلمانوں کا اتحاد آپ کے تعاون سے ہوا ورنہ کامیابی چنداں آسان نہ تھی۔

جراَتِ ایمانی

ملک کے ارتقاء کے لیے صرف دماغ کی سوچیں اور زبانی سیاسی موشگافیاں کام نہیں آتیں۔ بلکہ اپنے موقف پر پوری استقامت سے عملاً وہ استحکام بھی ضروری ہے کہ جس کو علامہ اقبال مرحوم نے خودی اور خود آگاہی کا نام دیا ہے۔ اور یہ خوبی از خود پیدا نہیں ہوتی ہے بلکہ مشاہدۂ حق اور نفی ماسوا پر ایمان کا ثمرہ ہے۔ حضرت علیہ الرحمۃ نے تقریر و تحریر کے ذریعہ تحریکِ پاکستان کو کامیاب کرنے کے لیے مسلمانوں کی رگوں میں اگر خون کو گرمایا ہے تو ساتھ ساتھ ہر اُس رکاوٹ کو پوری پامردی اور جراَت سے باہر اٹھا کر پھینکا جو اس راہ میں آڑے آ سکتی تھی۔
خضر وزارت کے دور میں آپ کو کئی مربعے اراضی اور لاکھوں روپے کی پیش کش محض اس لیے کی گئی کہ آپ تحریکِ پاکستان سے الگ تھلگ رہیں اور جملہ سرگرمیوں کو ترک کر کے صرف تسبیح و مصلّٰی کے تقدس کی حفاظت فرمائیں۔ آپ نے جواباً فرما بھیجا کہ تحریکِ پاکستان دو قومی نظریہ پر ایمان کا نتیجہ ہے کہ جس میں نہ صرف میری بلکہ حکومت کی بھی شمولیت ضروری ہے۔ اگر حکومت تحریک میں شامل نہیں ہوتی تو مجھ کو مسلمانوں سمیت روک نہیں سکتی۔ یہ چند مربعے اور لاکھوں روپے تو کجا، پوری کائنات کو بھی اٹھا کر میرے قدموں پر رکھ دیا جائے تو پھر بھی میرے ایمان کو خریدا نہیں جا سکتا۔
خضر نے جب دیکھا کہ میری کوشش ناکام ہوگئی تو اس نے آپ کو دھمکی بھی دی اور سرگودھا شہر و دیگر ملحقہ علاقوں میں آپ کی تقریر پر پابندی عائد کر دی۔ آپ نے پابندیٔ تقریر کی خبر سنتے ہی اعلان کر دیا کہ کل سرگودھا کمپنی باغ میں جلسہ ہوگا۔ دوسرے دن جلسہ گاہ میں آپ کے مریدین و معتقدین اور کئی دوسرے سامعین جمع ہوگئے۔ جلسہ گاہ میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔ حدِ نگاہ تک لوگوں کا سیلِ بےکراں نظر آنے لگا۔ عزت و جراَت کے اس بادشاہ نے پوری شانِ جلال و عظمت سے اسٹیج پر کھڑے ہو کر زبردست تقریر فرمائی اور خضر کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اللہ کریم کے ننانوے نام ہیں۔ ان میں جب خضر کا نام نہیں ہے تو دھمکی کس منہ سے دیتا ہے۔ پاکستان اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر حاصل ہو رہا ہے اور انشاء اللہ پاکستان بن کر رہے گا۔ آپ نے

اکثر فرمایا کہ الحمدللہ کہ میں نے ملک سے بے وفائی کے جرم کا ارتکاب کبھی نہیں کیا۔ حضرت کی جواں مردی کا ہی نتیجہ ہے کہ پاکستان معرض وجود میں آگیا۔ جو آج مسلم قوم پاکستانی کو بین الاقوامی برادری میں ممتازمقام دے چکا ہے۔

میری رائے میں قائد اعظم مرحوم و دیگر مشائخ کرام اور زعما، وسیاسی راہنما اگر معمار وطن ہیں تو شیخ الاسلام اس وطن کی تعمیر کے لیے خشتِ اوّل بھی ہیں اور خشتِ آخر بھی۔

شیخ الاسلام کے والد گرامی

حضرت شیخ الاسلام کے والد ماجد حضرت ثالث رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی جہاد فی سبیل اللہ میں گزری۔ ملّی جذبہ اور اسلامی غیرت آپ کے مزاج میں قدرت کا عظیم عطیہ تھا۔ رات دن کے جملہ لمحات آپ نے دین وملّت کی خدمت میں گزارے۔

ایک طرف اگر آپ نے مرزائیت کو للکارا اور اس کی سرکوبی کی تو ساتھ ہی مرزائیت کے مجازی رب انگریز کے خلاف بھی برسرِ پیکار رہے۔ شہسواری۔ نشانہ بازی۔ تیغ زنی کی مشق۔ لگاتار کئی کئی دن شکار گاہ میں رہ کر تھکنا اور بھوک و پیاس کی شدت کو برداشت کرنا محض اسی لیے آپ کا معمول رہا تاکہ موقعہ پر فرنگی سامراج سے جنگ کا مرحلہ آسانی سے طے ہو۔

انگریز سے نفرت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ انگریز حکومت کا ملازم اگر لنگر شریف کے برتن میں کھالیتا یا اس کو ہاتھ لگاتا تو آپ حکماً اس برتن کو تڑوا دیتے۔

ایک فوجی ملازم نے آپ کی پسندیدہ گھوڑی کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا اب یہ میرے قابل نہیں رہی کیوں کہ فرنگی ملازم کا ہاتھ اس کو لگ گیا ہے۔

ایک بار آپ نے رائفل کے لائسنس کے لیے حکومت کو خط لکھا۔ حکومت نے رائفل کی ضرورت دریافت کی آپ نے جواباً فرمایا کہ تلوار سے جنگ کا زمانہ نہیں۔ دل کی آرزو ہے کہ موقعہ ملے تو کسی انگریز کے سینہ میں گولی پار کردوں۔

حضرت ثالث ؒ ارشاد خداوندی یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء پر سختی سے پابند تھے۔

عظیم باپ، عظیم بیٹا

شیخ الاسلام کے لیے اپنے بلند اقبال۔ بیدار بخت، غیرت عمر کے وارث والد کی زندگی مشعلِ راہ

تھی۔ اس لیے موصوف میں بھی انگریز دشمنی ایمان کا حصہ تھی۔ مسلم لیگ کی حمایت۔ تحریک پاکستان میں شمولیت۔ خضر وزارت سے ٹکر، اسی غیرتِ ایمانی اور انگریز دشمنی کا ثمرہ ہے۔ راقم الحروف نے اکثر یہ دیکھا کہ آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ عربی میں کئی بار یہ کلمات دہرائے

اللّٰہم اخذل من خذل دین محمد من الیہود والنصاریٰ والمشرکین۔

راقم الحروف کو شیخ الاسلام نے خود یہ واقعے سنائے جس سے فرنگیوں سے آپ کی نفرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ فرمایا حکومت کو میں نے بھی رائفل کے لائسنس کے لیے لکھا۔ جواباً مجھ سے پوچھا گیا کہ سرکار کی خدمات کی فہرست بتائیں جو آپ نے کی ہوں تاکہ لائسنس کے استحقاق کے لیے ان کو دلیل بنایا جاسکے۔ فقیر نے جواب میں کہا کہ تم کو میرے والد کی خدمات کا علم ہوگا تم نے جو اُن سے وصول کیں انہی خدمات کی توقع مجھ سے بھی رکھ سکتے ہیں۔ فرمایا کہ حکومتِ انگریز نے مجھکو "ہز ہولی نس" کا خطاب بھیجا۔ میں نے غصہ میں اس کاغذ کو پارہ پارہ کر کے آگ میں ڈالا اور وہ بھسم ہوگیا۔ یہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی غلامی اور پیر پٹھان بادشاہ سے وابستگی میرے لیے سب سے بڑا اعزاز ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

شرطیست مرمرا کہ نگیرم بجز تو دوست
عہدلیست مرمرا کہ نگیرم بجز تو ہیچ

ایک بار کٹھوائی منزل تشریف فرما ہوئے۔ راستہ کے حالات بتاتے ہوئے فرمایا کہ آتے ہوئے ایک فرنگی نے راستہ روکا میں نے رائفل سے اس کو ڈھیر کر دیا۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ سؤر کو مارا ہے۔

تواضع اور انکسار

عظیم انسانوں میں اور خوبیوں کے علاوہ عاجزی اور تواضع کا پایا جانا بھی ایک حقیقت ہے۔ شیخ الاسلام میں ہر کمال اور عظمت کے جملہ صفات میں یہ وصف بھی بوجہ اکمل موجود تھا۔ کبھی بھی آپ سے کوئی بات یا کام سرزد نہ ہوا جس میں غرور و تکبّر کا شائبہ تک ہو بلکہ جب بھی آپ کو دیکھا گیا تو تواضع اور عجز کا پیکر ہی نظر آئے۔

نماز پڑھ رہے ہیں تو ماتھا مٹی پر اور سر بسجود ہیں۔ آرام کے لیے دراز ہوئے تو زمین پر ہی لیٹ گئے اور زلفہائے سیمیں خاک آلود ہوگئیں۔ کسی عالمِ دین نے جوتے سیدھے کئے تو اُس کا ہاتھ پکڑ کر چُوم لیا۔ میرا بچپن کا زمانہ تھا۔ حضور گرمی کے موسم میں کفری تشریف لائے۔ رات کو آندھی آگئی۔ خاک اڑنے

لگی۔ آپ نے چارپائی پہ بیٹھ کر رُخِ انور آندھی کی طرف کر دیا۔ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ کچھ وقت کے لیے آپ بنگلہ میں تشریف رکھیں۔ فرمایا کہ میاں صاحب ہر طرف سے ہوا مٹی جمع کر کے لائی ہے اس امید پہ سر ننگا کر کے بیٹھا ہوں کہ شاید کسی مقبول بارگاہ کے قدموں کی مٹی میرے سر میں آپڑے جو میرے لیے باعثِ سعادت ہو۔

دارالعلوم کے سالانہ جلسہ میں ایک بار آپ تقریر فرمانے کے لیے اٹھے۔ راقم الحروف سٹیج سیکرٹری تھا۔ اس سے پہلے بندہ نے شرکاء جلسہ کو متوجہ کیا اور شیخ الاسلام کے حضور یہ شعر پڑھا ؎

باز گو از نجد و از یارانِ نجد
تا در و دیوار را آری بوجد

تو آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد تقریر کے آغاز میں از راہِ عاجزی و انکسار فرمایا کہ میں اپنے آپ کو نہ علماء میں شمار کر سکتا ہوں اور نہ اہلِ فضل سے ہوں۔ میں تو اپنے آپ کو طالب علموں میں شمار کرنا بھی جسارت سمجھتا ہوں۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

نہ گلُم نہ برگِ سبزم نہ درختِ سایہ دارم
ہمہ حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

یہ سن کر اہلِ علم حضرات کی چیخیں نکل گئیں کہ مہرِ سپہرِ علم و عرفاں اور یہ عاجزی۔ راقم الحروف نے آپ کی تقریر کے بعد شرکاء کا شکریہ ادا کرنے سے پہلے حضور کے مذکورہ شعر کے جواب میں جب یہ عرض کیا ؎

تُو گُلی تو برگ سبزی تو درخت سایہ داری
ہمہ حیرتم کہ گفتی بچہ کار کشت مارا

تو از راہِ غلام نوازی گلے لگا کر سر چوم لیا اور فرمایا کہ دونوں شعر درست، مگر سچ میں نے کہا ہے۔

عشقِ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم)

مسلمانوں کے نصیب میں وہ متاعِ عزیز اور گراں قدر سرمایہ کہ جس پہ نجات کا دار و مدار ہے وہ ایمان ہے اور ایمان خدا کی وحدانیت اور رسالت کی عظمت پر مکمل یقین کا نام ہے۔ منصبِ رسالت کی جس قدر اہمیت زیادہ ملحوظِ خاطر ہو گی اسی قدر ایمان کی جلوہ ریزی ہو گی۔ شیخ الاسلام میں اللہ کریم نے یہ دولت اس قدر فراوانی سے ودیعت فرمائی کہ آپ کے سراپا سے مشامِ جان نے سوائے

عطرِ محبت وعشق کے کچھ اور نہیں سونگھا۔ آپ کی ہر بات اور حرکت ابد قرار ذات علیہ الصلوات کے ساتھ محبت کی غماز نظر آتی ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنتے ہی آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی۔

تشہد میں اسلام علیک ایہا النبی اور اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ پر پہنچتے تو آپ کے پورے جسم پر لرزہ نمایاں نظر آتا۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ امام سلام سے فارغ ہو کر بیٹھا ہے اور آپ اس کے بعد بھی انہی کلمات کے ورد میں مصروف ہیں۔ یہ منظر ایسا ہوتا تھا کہ دیکھنے والا جتنا بھی مضبوط دل کا ہوتا اتنا متاثر ہوتا کہ کچھ وقت کے لیے اپنے آپ کو اپنے جہاں سے باہر پاتا۔

اسی عشقِ نبوت کا تقاضا تھا کہ اگر کوئی عرب آیا تو اس کے ہاتھ چوم لیے۔ کوئی سید صاحب آئے تو اُن کے پاؤں پر سر رکھ دیا۔ حدیث کی کتاب دور سے نظر آئی تو جوتے اتار دیئے۔

ضیاء منزل کھٹوائی کی مسجد میں سبزہ پیدا ہو گیا۔ اسی سال رواں میں ۱۳ ر رمضان کو آپ جوں ہی مسجد میں داخل ہونے لگے تو فرمایا کہ سبزہ بالکل کاٹ دو۔ کسی نے عرض کیا کہ یہ سبزہ بھلا معلوم ہو رہا ہے۔ فرمایا کہ روضۂ انور کا رنگ سبز ہے۔ سبز چیز پر پاؤں رکھنا ادب کے خلاف ہے۔ آپ نے پوری عمر ایسا جوتا نہ پہنا اور نہ پسند کیا کہ جس پر ذرا بھی سبز رنگ کا نشان موجود ہوتا۔

ایک بار دار العلوم سیال شریف تشریف فرما تھے حاضرین کی خاصی تعداد موجود تھی۔ ذات اقدس علیہ السلام کے ساتھ محبت کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ محبت اور ادب کے بغیر ایمان کا دعوے کرنا اندھے کنوئیں میں آواز دینا ہے۔ خوارجِ زمانہ کا ذکر چلا تو فرمایا کہ بارگاہِ رسالت کے گستاخ ہیں۔ کافرانہ خیال کے بس میں مرد ملائیں تو مشکل سے ایک خارجی بنتا ہے۔ سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ صحابہ کرام اور اولیاء عظام کا ادب واحترام بھی ایمان کی تکمیل کے لیے مساوی قوۃ کے اجزا ہیں۔ الحب ہو الایمان کلہ کا ارشاد ہر قابل عزت کے ساتھ محبت کو محیط ہے اسی اثنا میں روئے سخن راقم الحروف کی طرف کیا اور فرمایا کہ مقبولانِ بارگاہ کے گستاخوں سے اجتناب باعثِ نجات ہے۔ آپ کا وصیت نامہ جو اپنے عرش نشاں صاحبزادگان کے نام ہے اس میں بقلم لکھا کہ "بے دینوں سے خلط ہرگز نہ رکھیں"

مولانا محمد علی صاحب سورائی ضلع سرگودہا کی نماز جنازہ آپ نے جب پڑھائی اور دعا سے فارغ ہو کر اُن کے جانشین حافظ محمد اعجاز علی صاحب کو مجاز فرمایا تو بہت بڑے مجمع میں کسی نے دریافت کیا کہ خوارجِ زمانہ سے، تعلق اور خلط جائز ہے؟ فرمایا: ایمان ادبِ مصطفےٰ علیہ السلام کا نام ہے اور یہ فرقہ اپنے عقائد کی روشنی میں محبت وادب سے محروم ہے۔ اس فرقہ سے دوری ہی بھلی ہے۔

اس ارشاد کے بعد یہ شعر پڑھا ؎

ناتوانی دور شو از یارِ بد
یارِ بد۔ بدتر بود از مارِ بد

ایک دفعہ کفری تشریف لائے۔ مسجد میں نقشۂ نعلین آویزاں تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی نقشہ کے نیچے سر جھکا دیا اور اسی طرح سر جھکائے دیر تک عالم مستی میں پوری اُمّت اور یارانِ طریقت کے لیے دُعائیں فرماتے رہے۔ کچھ وقت کے بعد فرمایا کہ نقل کا احترام اسی طرح لازم ہے جیسے اصل کا۔ مجھ سے دریافت فرمایا کہ یہ شعر کس کا ہے:

محبت است کہ دل رانمی دہد آرام
دگرنہ کیست کہ آسودگی نمی خواہد

تو بندہ نے عرض کیا کہ کسی صاحبِ سوز کا شعر ہوگا۔ فرمایا کہ ہاں۔ جذبۂ عشق سے خالی کب ایسا شعر کہہ سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کریم اپنے پیاروں کے صدقے محبت سے ہمارے دلوں کو آباد فرمائے

روضۂ انور کی پہلی حاضری:

ایک دن دورانِ سفر فرمایا کہ مدینۂ پاک انوار و تجلیات کا مرکز اور رموز و اسرار کا مہبط ہے۔ انبیاء اور اولیاء کے ارواح رات دن وہاں حاضری دے کر تدبیر کائنات کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ میری صدہا تمنائیں وہاں پوری ہوئیں اُن میں سے ایک ترک صاحب کی خدمت بھی ہے جو وہاں جاکر کما حقہ، پوری طرح ادا کرسکا۔ وہ اس طرح کہ حضرت ثالث رضی اللہ عنہ حکیم اجمل خان مرحوم کی دعوت پر دہلی تشریف لے گئے۔ حاجی نصیر الدین صاحب انگوی و دیگر دوست آپ کے ہمراہ تھے۔ راستہ میں ایک ترک صاحب بھی ہم سفر ہوگئے۔ سب کا ٹکٹ بھی ترک صاحب نے خریدا۔ کھانے کا بل بھی ترک صاحب نے ادا کیا۔ حضرت ثالث صاحب نے بڑی کوشش کی مگر ترک صاحب کا اصرار غالب رہا۔ آپ نے بعد میں بڑی کوشش کی کہ ترک صاحب کی کسی اور طریقہ سے خدمت کی جائے مگر ترک صاحب نہ ملے بلکہ غائب ہوگئے۔ حضرت کی بڑی آرزو رہی کہ ترک صاحب ملتے تو ان کی خدمت کی جاتی۔ انجام کار میری پہلی حاضری جب مدینہ پاک ہوئی تو مسجد نبوی میں ایک ترک صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ انھوں نے پوچھا کہ کہاں سے آئے۔ میں نے بتایا کہ سیال شریف سے۔ پوچھا کہ حضرت ثالث سے کیا رشتہ رکھتے ہو۔ میں نے بتایا کہ ان کا خانہ زاد ہوں۔ سنتے ہی میرے گلے لگ گئے اور زار و قطار رونے لگے اور کہنے لگے کہ میں پوری دُنیا کا مسافر ہوں میں نے اُن سے بڑھ کر کوئی عظیم انسان نہیں دیکھا ہے۔ اسی دوران انھوں نے دہلی کا سفر بیان کیا۔ میں

سمجھ گیا کہ یہ وہی ترک صاحب ہیں کہ جن کا حضرت اکثر ذکر فرماتے تھے۔ میں نے حضرت علیہ الرحمۃ کی مرضی اور تمنا کے مطابق ترک صاحب کی جی بھر کر خدمت کی جس کو انھوں نے منظور فرمالیا۔

پھر فرمایا کہ جب حاضری کا ارادہ کیا تو خیال آیا کہ روضۂ انور پہ کیا نذر کروں۔ لنگر شریف میں یاقوت ہیرا اور کئی قیمتی پتھر تھے وہ ساتھ لے گیا اور روضۂ شریف پہ نذرانہ پیش کیا۔ ایک شُرطی (سپاہی) کہنے لگا کہ ادھر دیں۔ میں نے کہا "نہیں" آپ خُدا سے لیں۔

آپ نے فرمایا کہ مدینہ شریف میں ایک بوڑھی عورت کا تعاون حاصل کیا۔ اس کو عرض کیا کہ یہاں سیدزادیوں کے دروازوں پہ مجھ کو لے جائیں۔ اُس نے مجھ کو جملہ دروازوں پہ حاضری دلوائی۔ میں نے حسب المقدور خدمات پیش کیں اور دعُائیں لیں۔ فرمایا کہ ملک اللہ بخش ٹوانہ مرحوم کی پوتی نے بھی اپنے جملہ زیورات مجھ کو نذرانہ کے لیے دے دیئے جن کو سادات گھرانوں میں نذر کر دیا گیا۔

پھر فرمایا کہ مسجد نبوی میں ابوبکر نامی ایک بزرگ رہائش پذیر تھے اور ہمیشہ عبادت میں مصروف رہتے۔ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ اور کئی دن فاقوں میں گزارتے مگر سوال نہیں کرتے تھے ان کی خدمت میں نذرانہ لے کر حاضر ہُوا تو پوچھا کہ صدقہ تو نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مسئلہ جانتا ہوں۔ یہ صدقہ زکوٰۃ نہیں بلکہ نذرانہ ہے۔ غالباً اسی کی برکت تھی کہ کسی نامعلوم شخص نے روضۂ انور کی سیر بھر مٹی مجھ کو بخشی اور غائب ہو گیا۔

فرمانے لگے کہ جوانی میں میری صحت اچھی تھی۔ بھوک خوب لگتی تھی۔ مدینہ شریف حاضر تھا۔ بھوک لگی شہر سے باہر ایک ہوٹل پہ اپنے احباب حضرت مرولوی ثانی علیہ الرحمۃ و دیگر احباب سمیت گیا۔ میں نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ اس کا پیٹ ننگا ہے اور پتھر باندھے ہوئے ہے۔ میں نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ بھوکا ہوں۔ وہ بدوی تھا۔ یہ منظر دیکھ کر میں نے قسم کھائی کہ جب تک اس کے سارے کنبہ کو پیٹ بھر کر نہ کھلاؤں گا ایک لقمہ بھی نہیں کھاؤں گا۔ میں نے ہوٹل والے کو کہا کہ کتنا پکا سکتے ہو اس نے کہا جتنا کہو۔ میں نے کہا کہ پکاؤ۔ اس لڑکے نے ٹبہ پہ چڑھ کر آواز دی کہ سب آجاؤ ایک آدمی ہم سب کو کھانا کھلائے گا۔ چنانچہ وہاں بے شمار لوگ اس کے قبیلہ کے جمع ہو گئے۔ ہوٹل والے نے بہت زیادہ کھانا تیار کر لیا۔ مرولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کھانا ضرورت سے زیادہ تیار ہو گیا ہے۔

اللہ داد مرحوم اور حضرت مرولوی نے ان لوگوں کو کھانا کھلایا۔ حضرت مرولوی نے کہا کہ ہمارے اندازے میں کھانا ضرورت سے زیادہ تھا مگر ہمارا اندازہ غلط اور آپ کا اندازہ صحیح تھا۔ اس لڑکے نے جب خود کہا کہ ہمارے قبیلہ کے جملہ لوگوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھالیا ہے تب ہم نے ملکر کھانا کھایا۔ فرمایا کہ پورے سفر میں اتنا لطف نہ آیا جتنا ان بھوکوں کو کھانا کھلانے میں آیا۔

پھر فرمایا کہ تسخیر کے لیے وظائف پڑھے جاتے ہیں۔ حالانکہ بڑی تسخیر یہ ہے کہ حاجت مندوں کو کھانا کھلایا جائے۔ آپ نے صحیح ترمذی کی حدیث پڑھی۔

اطعموا الطعام وافشوا السلام واضربوا الہام تورثوا الجنان۔

پیش آمدہ واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی فرمایا کہ روضہ انور کی جالی چومنے پر مجھ پر اعتراض ہوا۔ میں نے معترض کو کہا کہ اپنے قاضی القضاۃ سے میری گفتگو کرائیں۔ محفل مکالمہ منعقد ہوا۔ گفتگو شروع ہوئی۔ قدرت کی بخشی ہوئی طرز گویائی اور زور استدلال نے قاضی القضاۃ کو مبہوت کر دیا۔ حکومت کو جملہ واقعات کی خبر ہوئی تو اس نے جملہ اراکین حکومت کو ہدایت کی کہ اس کے کسی معاملہ میں دخل دینا ہماری ذلت کا باعث ہوگا۔ بندہ نے عرض کی کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد صاحب کو بھی سفر حجاز میں اسی نوعیت کا واقعہ پیش آیا تھا اور منکرین و معاندین کو شکست ہوئی۔ فرمایا کہ وہ شخص علم میں یکتا اور عشق میں یگانہ تھا اور اللہ والوں کی پناہ میں اس کی زندگی گزری ان کا اہل سنت پر دینی خدمات کا بڑا احسان ہے۔ میں نے سیال شریف کے دارالعلوم کے لیے ان کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی مگر اپنی مجبوریوں کی وجہ سے نہ آسکے۔

تونسہ شریف سے انس و محبّت:

عشق کے انداز نرالے اور اصول انوکھے ہیں۔ عشق کی تعلیم ہے کہ محبوب کی ذاتِ صفات سے انس ہو تو اس سے جس کو بھی نسبت ہو اس کا بھی احترام دل میں جانشیں ہو۔ شیخ الاسلام چونکہ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ، کے وابستگانِ ارادت سے تھے اس لیے جب بھی تونسہ شریف کا ذکر آتا تو مسرّت کی لہریں آپ کے چہرے سے صاف ابھرتی آتیں۔ دارالعلوم میں تونسہ شریف سے واپسی پر قیام فرمایا۔ بندہ نے سفرِ مقدس کی مبارکباد پیش کی تو آپ وجد میں آکر قیس عامری کا یہ شعر دیر تک پڑھتے رہے ؎

تمتع من شمیم عرار نجد
وما بعد العشیۃ من عرار

ایک بار کفری کرم فرمایا۔ آپ کے یمن قدوم سے بارش بھی ہوگئی۔ شمال سے سوئے جنوب ٹھنڈی ہوا نے بھی چلنا شروع کیا۔ کسی نے عرض کیا کہ ہوا کیسی ٹھنڈی چل رہی ہے فرمایا کہ کیوں ٹھنڈی نہ ہو جب کہ اس کا رُخ تونسہ شریف ہے۔

بھٹو کے دورِ حکومت میں کسی تقریب میں اسلام آباد جانے کی آپ نے تیاری فرمائی۔ سیال شریف سے کار جب پختہ سڑک پر پہنچی تو آپ نے ڈرائیور غلام حیدر مرحوم کو حکم فرمایا کہ تونسہ شریف چلو۔

تونسہ شریف کی طرف پیٹھ کر کے اسلام آباد نہیں جایا جاسکتا۔

تونسہ شریف یا قبلۂ عالم خواجہ مہاروی کے آستان سے کوئی بھی آیا۔ آپ نے خود ادب اور تواضع کا مظاہرہ فرمایا۔ آپ کے ان اخلاق کو دیکھ کر یہ احساس ضرور ہوتا کہ پیر ہونا جتنا مشکل ہے اتنا ہی مرید ہونا بھی مشکل ہے۔ ارادت میں کامیابی کے بعد ہی کامل پیر کا تصور ممکن ہو سکتا ہے۔

تونسہ شریف کے ساتھ آپ کے والہانہ تعلق کا اندازہ حضرت کے رقم شدہ وصیت نامے سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ جس میں صاحبزادگانِ عالی شان کو حکم فرمایا کہ عُرس و لیپر میں تونسہ شریف کی حاضری ضروری ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ دُنیا و عقبیٰ میں عشق ہی حکمران ہے۔ جو ایک حقیقت ہے۔ باقی سب کچھ اسی کا اجمالی لباس ہے ؎

در فلسفہ و حکمت جز عشق نفہمیدم
چندانکہ نظر کردم شبہا بکتاب اندر

نورِ فراست

تزکیۂ نفس اور مجاہدہ و ریاضت کے مدارج کے حصُول کے بعد نورِ فراست اسی تزکیۂ کا ثمرہ ہے جو ہر باخدا انسان میں پایا جاتا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام کے مجموعۂ اوصاف میں نورِ فراست کا ایک انوکھا انداز ہے۔

کٹھوائی منزل حاضر ہوا۔ عصر کے بعد اجازت طلب کرنے سے پہلے خیال آیا کہ عرض کروں کہ ازراہِ کرم کفری تشریف لائیں۔ پھر خیال آیا کہ ایک گدائے بے نوا کا دعوت عرض کرنا بڑی گستاخی ہے۔ چنانچہ کچھ عرض کئے بغیر اجازت کے لیے عرض کیا۔ فرمایا کہ اپنے گھر بن بلائے جایا کرتے ہیں۔ اسی وقت بندہ کو ساتھ لے کر کفری تشریف لائے۔ ایک رات اور پُورا دن قیام فرمایا۔

راقم الحروف نے اس وقت بعیت سے شرف حاصل کیا۔ جب کہ کم سن تھا۔ وقت آیا کہ بحیثیت مدرس دارالعلوم تقرری ہوئی۔ ایک دن آستان پاک پہ حاضر ہوا۔ چائے پہ حاضری کا حکم ہوا۔ حضور تنہا جلوہ فرما تھے۔ خیال آیا کہ دوبارہ عرض کروں کہ دوبارہ کرم فرمائیں تاکہ تجدید ہو جائے۔ مگر عرض کرنے کی جسارت نہ کر سکا۔ چائے پی کر نسوار کی چٹکی لے کر از خود فرمایا کہ مولانا آپ بھی بچپن میں بعیت ہوئے اور میں بھی بچپن میں بعیت ہوا تھا۔ پھر ازراہِ کرم مجھ کو اپنے سینے سے لگا کر سر پہ بوسہ دیا اور فرمایا کہ "تو میرا اور میں تیرا"، یہی بعیت ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ تم نے بھی بیعت کی۔ قبلہ میاں صاحب نے بھی بیعت کی۔ اگر آپ کی اور قبلہ میاں صاحب کی بیعت نہ بھی ہوتی تو تیرے جدِ امجد کی بیعت قبلہ عالم خواجہ شمس العارفین رضی اللہ عنہ سے اتنی مضبوط ہے کہ سات پشت تک کافی ہے۔ پھر تُلسی کا یہ شعر پڑھا ؎

تُلسی ہاتھ اصیل دی بھُولے سے چھُو جائے
آپ نبھائے عمر بھر اور بیٹوں سے کہہ جائے

حضرت کا یہ کرم یاد کرتا ہوں تو اکثر یہ شعر بھی یاد آتا ہے۔ وصیت نامے کی جب زیارت کی تو اس میں یہ تحریر بھی پڑھی کہ: "جملہ پیر بھائیوں کو قبلہ عالم پیر سیال رضی اللہ عنہ کی روحانی بچیاں اور بچے یقین کریں۔" آج سے آٹھ سال پہلے کا یہ ارشاد کتنا وزنی تھا کہ ؎

آپ نبھائے عمر بھر اور بیٹوں سے کہہ جائے

مشائخ اور اساتذہ کی یاد

اپنے اکابر کی یاد اور اسلاف کا ذکر غیر معمولی انداز سے فرماتے۔ اور اسی یاد میں کئی کئی گھنٹے گزر جاتے حدیثِ نبوی اذکر والحاسن موتاکم پر آپ کا عمل آپ کے معمولات کا اہم حصہ تھا۔ کبھی پیر پٹھان کا ذکر ہے اور کبھی قبلہ عالم خواجہ مہاروی کی یاد کبھی مولانا محمد حسین صاحب کے تذکرے ہیں تو کبھی مولانا اجمیری کے متعلق آپ کی زبان نغمہ سرا۔

خواجہ حامد صاحب تونسوی جو آپ کے پیر ہیں اُن کا ذکر فرمایا کہ پیر کو لوگ دستگیر کہتے ہیں یہ سچ ہے۔ میں اور نور زمان شاہ صاحب مع دیگر احباب تونسہ شریف روانہ ہوئے۔ سفر گھوڑی پر تھا۔ گرمی زوروں پر۔ راستہ میں پیاس نے سواروں اور سواریوں کو نڈھال کر دیا۔ چرواہے سے پانی پوچھا۔ اس نے کہا کہ یہاں نہیں آگے ملے گا مگر شور ہو گا۔ جو پینے کے قابل نہیں۔ اس کی بتائی ہوئی جگہ پر پہنچے تو پانی نظر آیا۔ رات پڑ چکی تھی۔ گھوڑوں نے لگامیں کھینچ کر منہ پانی میں رکھ دیا، لیکن شور اور خراب ہونے کی وجہ سے فوراً منہ اٹھا لیے۔ احباب گھبرا گئے۔ میں نے سب کو تسلی دی اور کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ پیاسا ہوں۔ کپڑے بھگو کر سو جاتے ہیں۔ صبح ہو جائے گی آگے چل کر پانی مل جائے گا۔ اسی دوران ایک نیک صورت بزرگ آئے جن کے ہاتھ میں دودھ سے بھرا ہوا پیالہ تھا۔ فرمایا کہ (کھیر پی لو) میں نے کہا آپ کو کیسے علم ہوا۔ فرمایا کہ بس پتہ چل گیا کہ مولوی صاحب آئے ہوں گے۔ پھر یہ کہہ کر غائب ہو گئے۔ ان کی صورت اور آواز حضرت حامد علیہ الرحمۃ جیسی تھی۔

میں نے کسی کو کہا کہ پانی لاؤ کہ کلی کر کے دودھ پیوں۔ جو آدمی پانی لینے گیا۔ اس نے جلدی آنے کی بجائے خود پانی پینا شروع کر دیا اور زور سے کہا کہ یہ پانی تو بالکل سیال شریف کے پانی جیسا میٹھا ہے

چنانچہ ہم سب نے پیا۔ اور دودھ اتنا لذیذ کہ زندگی میں ایسا لذیذ آج تک نہیں پیا۔

پھر یہ فرمایا کہ خواجگان تونسوی کرم فرمائیں تو ہر مشکل حل ہوجاتی ہے۔ حضرت مذکور کا ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ قبلہ پھوپھی صاحبہ کو تونسہ شریف سے واپسی پر ساتھ لا رہا تھا۔ ایک اسٹیشن پہ گاڑی کا انتظار کرنے لگا۔ گاڑی آگئی۔ وہ ڈبہ سکینڈ کلاس کا زنانہ تھا بلکہ مردانہ تھا۔ مگر بیں عجلت میں سوار ہوگیا۔ اتنے میں کسی نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ میں نے کہا کہ اندر نہ آئیں میرے ساتھ پردہ دار ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ ڈبہ مردانہ ہے۔ آپ کو ڈبہ چھوڑنا ہوگا۔ میں نے کہا کہ جنگ ہوگی۔ اسٹیشن ماسٹر بھی آگیا اس نے بھی کہا کہ آپ ڈبہ چھوڑ دیں میں نے کہا کہ میرے ساتھ معمر پردہ دار ہیں۔ قانون کچھ بھی ہو آخر روا داری بھی کچھ ہوتی ہے۔ میں پریشان تھا کہ اتنے میں اُسی ڈبے میں حضرت حامد صاحب تونسوی کو موجود پایا۔ فرمایا کہ گھبراؤ نہیں یہ ڈبے زنانہ ہیں، مردانہ نہیں۔ میں نے دیکھا تو وہ ڈبے زنانہ نکلے اور مسافر اور سٹیشن ماسٹر تیزی سے بھاگتے نظر آئے۔

ایک بار مولانا محمد حسین صاحب جو تحریکِ آزادی کے رہنما اور حضرت ثالث رضی اللہ عنہ کے دستِ راست اور حضرت کے اُستاد تھے اُن کا ذکر فرمایا کہ مولانا خوب صورت۔ چست و چوبند سپاہیانہ وضع کے تھے۔ اشتراکیت زیادہ تھی۔ تقریر ایسی دل نشین کہ کبھی نہ بھولے۔ اصول کے اتنے پختہ کہ ہلانے سے کبھی نہ ہل سکیں جو کہہ دیا وہ کرکے چھوڑا۔ تدریس کے اوقات مقرر تھے جو طالب علم وقت پر نہ پہنچتا تو اس کو معاف نہ فرماتے۔

ایک دفعہ حضرت والدگرامی رضی اللہ عنہ سفر پر جانے کے لیے تیار تھے۔ گھوڑے اور سامانِ سفر باہر پڑا تھا۔ احباب ان کی نگرانی کر رہے تھے۔ میں یہ منظر دیکھتے دیکھتے سبق سے رہ گیا۔ مولانا آئے اور حضرت ثالث رضی اللہ عنہ، کی موجودگی میں آپ کے گھوڑے کی لگام سے مجھ کو سخت مارا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ دیکھ کر خوش ہوئے کہ الحمدللہ میرے بچے کے مربّی تربیت اور تادیب دونوں سے کام لیتے ہیں۔

مولانا نے حکم دیا ہوا تھا کہ نماز باجماعت ہو، ایک بار میں جماعت سے رہ گیا۔ مجھ کو بلا کر فرمایا کہ صاحبزادے تم جماعت سے نماز نہ پڑھو گے تو اور بھی نہ پڑھیں گے۔ طلبہ کی موجودگی میں۔ چھڑی سے مارا کہ جس کا نشان بازو پہ آخر تک رہا۔ فرمایا کرتے کہ اساتذہ کی تادیب باعثِ برکت اور سراپا سعادت ہے۔

سلام رساں

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا معمول رہا کہ دنیا سے جانیوالوں کو عرض کرتے کہ حضور رسالت پناہ میں سلام عرض کریں۔ کیوں کہ موت کے متعلق اُن کا نظریہ تھا کہ موت فنا و عدم نہیں بلکہ سلسلۂ حیات

کے طویل سفر میں ایک وقفہ ہے جہاں سے تازہ دم ہو کر انسان اور آگے چلتا ہے۔ اسی بنا پر باب مدینۃ العلم حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا کہ :

لا اخاف سقطت علی الموت او سقط الموت علیّ (بیضاوی)

یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ : الناس نیام اذا ماتوا انتبھوا ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنے ایک دوست کو فرمایا کہ اقرء منی السلام علیٰ محمد واصحابہ

حضرت شیخ الاسلام کا بھی معمول رہا کہ کسی باخدا کے جنازے کے بعد اس کو ہولے سے فرماتے کہ بارگاہِ رسالت میں میرا سلام عرض کرنا :

میرے والد صاحب علیہ الرحمۃ کی نماز جنازہ پڑھائی اور دُعا کے بعد فرمایا کہ میری جانب سے سلام و نیاز عرض کریں یہ فرما کر آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی
بیاد آر حریفانِ بادہ پیما را

یہ خیال بے سود ہے کہ جب براہِ راست سلام پیش کیا جا سکتا ہے تو سلام بھیجنا کیسا؟ حقیقت یہ ہے کہ خود سلام پڑھنا بھی انداز نیاز ہے اور سلام بھیجنا بھی رسم نیاز ہے۔ اخفی اور غلام ہر انداز نیاز کا پابند ہے ۔

اِستفسار تشریح

شیخ الاسلام میں علم دوستی ۔ علماء پروری ۔ جستجوئے مطالب ہر لحاظ سے حد درجہ تھی۔ اہلِ علم کی مجلس میں علمی گفتگو کے بغیر کوئی اور کلام نہ ہوتا ۔ پہروں مجلس طول پکڑتی مگر تھکاوٹ محسوس نہ فرماتے بلکہ انبساط میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ۔ اکثر استفسار بھی فرما لیتے ۔ جواب پسند آتا تو تحسین فرماتے ۔ آپ سے ایک سوال ہوا کہ حضور کو نور من نور اللہ کہنا کیوں درست ہے جب کہ مِن تبعیض کے لیے ہے اور ذاتِ باری تبعیض سے منزّہ ہے ۔ تو آپ نے روئے سخن راقم الحروف کی طرف کیا اور پوچھا کہ اس کا کیا جواب ہے ۔ عرض کیا گیا کہ مِن کئی معنوں میں مستعمل ہے یہاں تبعیض کے لیے نہیں بلکہ ابتدائیہ ہے اس جواب پر آپ بے حد خوش ہوئے ۔

عربی عبارت کی تشریح اور اشعار مشکلہ کی وضاحت جس اچھوتے انداز میں فرماتے وہ حیران کن ہوتی ۔ گزشتہ سال ضیاء منزل کھٹوائی صاحبزادگان منگیروی تشریف فرما تھے اور آپ بھی میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ آج یہاں افطار کریں میں بھی خوش رہوں گا اور صاحبزادگان بھی ۔ عصر کے بعد افطاری کی تیاری ہونے لگی آپ اور صاحبزادگان سامان افطار کے انتظام کا نظارہ فرمانے میں مصروف

حضور نے حکم دیا کہ میرے ساتھ والی کرسی پر بیٹھو۔ ادب کے لیے کرسی کچھ پیچھے کرکے بیٹھا، فرمایا کرسی میری کرسی کے ساتھ ملاؤ اور یہ شعر پڑھا ؎

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
سب اسی زلف کے اسیر ہوئے

تھوڑا وقت بیٹھ کر میں بھی حاجی محمد نواز صاحب کے ساتھ شربت تیار کرنے میں مصروف ہوگیا۔ افطاری کا انتظام مکمل ہوگیا تو سلیقہ سے میز پر جملہ اشیاء کو ترتیب دیا۔ میں نے سوچا کہ میز پر نسوار کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جلدی سے بنگلہ میں جاکر نسوار کو تلاش کرنے لگا۔ حضور نے آواز دی کہ مولانا کیا کر رہے ہو بنگلہ سے ہی زور سے عرض کیا کہ مایہ الافطار تلاش کر رہا ہوں۔ نسوار کی ڈبی لایا اور میز پر رکھ دی۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ کوئی شعر یاد ہو تو سنائیں۔ دماغ میں یہ شعر آیا اور کہہ ڈالا ؎

آں تلخوش کہ صوفی ام الخبائثش خواند
اشھیٰ لنا واحلیٰ من قبلۃ العذاری

آپ ہنسے اور فرمایا کہ اس کا ایک مطلب اور بھی ہے آؤ سنو۔ پھر فرمایا کہ صوفی سے مراد شارع علیہ السلام ہیں۔ اور اشھیٰ واحلیٰ اس خواندن پر ہے جو خواند کے ضمن میں ہے۔
پھر اپنے بیان کردہ مطلب کی تائید میں حافظ کا ہی یہ شعر پڑھا ؎

بدم گفتی و خرسندم جزاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

جملہ علوم و فنون میں بحر بے پایاں ہونے کے باوجود آپ یہ شعر دہراتے رہے ؎

مرّت العمر فی لھو و لعب
فآھاً، آھاً، آھا

اولاد و اقارب پر شفقت

حضرت سراپا کرم و شفقت تھے۔ دور و نزدیک سے آنے والا یہی سمجھتا کہ آپ مجھ پر زیادہ شفیق ہیں۔ عظیم انسانوں میں واقعی یہی وصف نمایاں دیکھنے میں آیا ہے۔
ایک دفعہ ایک معمر شخص جو بڑے عرصہ کے بعد حاضر ہوا آپ نے الفاظ پر زور دے کر فرمایا کہ سیال شریف کا راستہ کب سے بھولے کہ اتنے وقت کے بعد آئے۔ وہ رونے لگا اور زبان سے کچھ کہا مگر کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہہ رہا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا کہہ رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقَالَ مُوسٰی مَا جِئْتُمْ بِہِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰہَ سَیُبْطِلُہٗ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ

حضرت شیخ الاسلام رح کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی آیہ قرآنی

بندہ چونکہ آپ کے چہرہ سے احساسات عتاب دیکھ رہا تھا تو سوچ بعجز اپنی طرف سے عرض کیا کہ حضور یہ عرض کر رہا ہے کہ ؎

مجھے کمال ندامت ہے سر جھکانے کی
زمین خراب نہ ہو تیرے آستانے کی

تو آپ نے جلدی سے اُٹھ کر اُس کو اپنے سینے سے لگایا اور اتنی شفقت فرمائی کہ بیان سے باہر ہے۔ حضرت کی ناراضگی ناراضگی نہ ہوتی بلکہ کرم بے پایاں کا مقدمۂ تمہید یہ ہوتی۔

اپنی برادری سے حسن سلوک اور کریمانہ برتاؤ کے چرچے نہ صرف باہر بلکہ برادری کی اپنی زبان پر بھی جاری ہیں۔ حضور کی برادری میں بھی یہ خصوصی وصف ہے کہ اس نے حضور کو صرف رشتہ دار ہی نہیں سمجھا بلکہ اپنی عزت و عظمت کے بیے آپ کو سرمایہ صد افتخار تسلیم کیا ہے۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

اپنی اولاد سے آپ کی محبت ایک ایسی صداقت آمیز داستان ہے کہ جو محتاج بیان نہیں بلکہ اس کے ساتھ آپ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے یہ احساس بھی پایا جاتا کہ وہ جفاکشی اور درویشی کے سایہ میں پھولیں اور پھلیں اور عظمتوں کی ان بلندیوں تک پہنچیں جو عظیم انسان کے شایان شان ہیں۔

اللہ کریم حضور کے ولی عہد سجادہ نشین خواجہ حمید الدین صاحب زید فضلہم اور دیگر صاحبزادگان خواجہ مجد الدین صاحب و خواجہ غلام نصیر الدین صاحب کو مع دیگر ذی شان خاندان کے اپنے اسماء حسنیٰ کی حاکمیت کے طفیل بلند سے بلند تر فرمائے اور حضور کی یہ دعا جو آپ کی معمولِ حیات سے ظاہر ہوتی ہے قبول ہو ؎

پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں (آمین)

شیخ الاسلام

فطرتِ سلیمہ اور ذوقِ طبع

تحریر: شیخ الحدیث محمد اشرف سیالوی سیال شریف

ایک دفعہ حضرت شیخ الاسلام نماز عشاء کے بعد مسجد میں رونق افروز تھے۔ مولانا صوفی حامد علی صاحب مرحوم ان دنوں یہاں مدرس تھے۔ چونکہ وہ انتہائی مخلص عقیدتمند اور درویش منش عالم دین تھے۔ ان کے سامنے آپ نے بعض ایسے انکشافات فرمائے جو عام لوگوں کے سامنے نہیں فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا: مجھے اس وقت کی باتیں بھی یاد ہیں جب میں گھٹنوں کے بل چلتا تھا میرے دادا جان حضرت خواجہ محمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لوگ مٹھی چاپی کرتے اور مکیاں مارتے تو مجھے غصہ آتا کہ یہ لوگ میرے دادا جان کو کیوں مار رہے ہیں۔

فرمایا۔ مجھے اس وقت کی باتیں بھی یاد ہیں جب اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیتا تھا۔ بلکہ اس سے پہلے کی باتیں بھی یاد ہیں مگر میں بتلاتا نہیں ہوں۔

اسی دوران فرمایا کہ میں بالکل نوعمر تھا اور دیوان حافظ کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اور دوران مطالعہ میرے اندر سے بھنے ہوئے گوشت کی بو آتی تھی اور پھر نوبت یہاں تک پونہچی کہ صرف دیوان حافظ اور اس کی پسندیدہ غزلوں کا تصور آتا تو یہی کیفیت رونما ہونے لگتی۔ اسی

دوران حضرت خواجہ شمس العارفین رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت مولانا محمد امین صاحب ٹکوچی نے کہا ابھی تمہارے دیوان حافظ پڑھنے کا وقت نہیں، اس کا پڑھنا ترک کر دو حالانکہ میں نے ان کو بلکہ کسی کو بھی اپنے مطالعہ یا اس کیفیت کی اطلاع نہیں دی تھی۔

پیران عظام سے عقیدت کیشی

ایک مرتبہ تونسہ مقدسہ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت خواجہ غلام فخر الدین صاحب سیالوی اور حضرت غلام سدید الدین صاحب مرولوی اور آپ کے لاہوری مریدین کاتب حضرات بھی روضہ اقدس میں حاضر تھے کہ اس دوران روضہ اقدس کے دروازہ پر حضرت شیخ الاسلام بھی آپہنچے۔ وہ کیفیت الفاظ میں بیاں تو نہیں کی جا سکتی۔ صرف وہی لوگ اس کا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں جو اس وقت موجود تھے۔ بہر حال گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل کے تحت کچھ عرض کرنا بھی ضروری ہے۔ آپ کی دستار مبارک آپ کے گلے میں بطور رسی ڈال کر حضرت خواجہ نصیر الدین مہاروی نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی اور آگے آگے چل رہے تھے اور وقت کا شیخ الاسلام اور عظیم روحانی پیشوا اور لاکھوں مریدین کا مرکز عقیدت بارگاہ سلیمانی میں اس انداز سے حاضر ہو رہا تھا۔ جب حاضرین کی نظر آپ پر پڑی تو سب کی بے اختیار چیخیں نکل گئیں اور ہر ایک زار و قطار رونے لگا ان آہوں اور ہچکیوں کا موجب اس عظیم المرتبت شخصیت کا عجز و انکسار تھا اور غایت تواضع اور ان کے اس اقدام سے حضور اعلیٰ تونسوی کی شان سلیمانی کا تصور و تخیل جو صرف اس وقت کماحقہ حاضرین کے ذہنوں پر نقش ہوا۔ اور یہ صرف ایک واقعہ نہیں بلکہ جب بھی حاضری ہوتی کسی نہ کسی پیر زادہ کو اس آزمائش سے دوچار ہونا پڑتا کیونکہ نہ آپ حتی الامکان کسی وسیلہ کے بغیر روضہ اقدس میں حاضری دیتے اور نہ وہ حضرات ان کی ا[illegible] کو نظر انداز کر سکتے لہذا جس انداز میں اندر لے جانے [illegible] لئے ان کی خواہش ہوتی وہ حضرات چاروناچار اس عمل پیرا ہوتے۔ اور اس وقت ان کی حالت بھی عجیب وغریب ہوتی تھی۔ اور ایک خاص کیفیت طاری ہوتی [illegible] بہر حال کس کو معلوم کہ اپنے آپ کو مجرموں کے انداز میں بارگاہ سلیمانی میں حاضر کرنے والا محمد قمر الدین بھی اپنے وقت کا آصف ہے۔

ایک دفعہ عرس مبارک کے موقعہ پر خانوادہ سلیمانی [illegible] دو کمسن شاہزادے قدم رنجا ہوئے۔ جن کی عمریں پا[illegible] چھ سال سے متجاوز نہیں ہوں گی۔ آپ ان کو خوش ر[illegible] کے لیے ہر فرمائش پوری کر رہے تھے کہ انہوں [illegible] کندھوں پر اٹھا کر بازار لے جانے کی فرمائش کر دی [illegible] حضرت شیخ الاسلام نے بلا چوں و چرا اس فرمان کو سعا[illegible] سمجھ کر پورا کر دیا۔ جب بازار میں پہنچے تو انہوں نے مو[illegible] کا حکم دیا۔ عرس مبارک کا موقعہ مریدین اور معتقدین کا [illegible] ہے اور ادھر شیخ الاسلام اپنے شیخ طریقت کے ساتھ عشق [illegible] و مستی کا انمٹ نقش حاضرین کے دلوں پر نقش کر رہے ہیں اور اپنی شخصیت اور خداداد عظمت کو ان نونہالوں [illegible] تعمیل ارشاد میں رکاوٹ نہیں بننے دیتے۔

تونسہ مقدسہ حاضر ہوئے۔ برساتی نالہ زور سے بہ[illegible] تھا۔ جس کا پانی گھٹنوں تک ہوتا تو بھی پاؤں کو اکھیڑ د[illegible] اور بہا کر لے جاتا تھا۔ لیکن آج تو وہ بڑے زور و شو[illegible] کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ لوگ ڈر کے مارے اس کو عبور نہیں کر رہے تھے اور کنارے پر ہی ڈیرہ جمارکھا تھا۔ مگر آپ پہنچے تو پانی کے اترنے کا انتظار کرنا جذبات عشق و محبت [illegible]

ی تو ہیں سمجھا اور غالباً یہ سوچ کر کہ سوہنی نے عورت ہو کر ریا کی چنگھاڑتی موجوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اپنے بوب کے شوق وصال میں دریا کے اندر چھلانگ لگا دی ہم مرد ہو کر یہاں کیونکر بیٹھے رہیں۔ اس طرح تو ایک یک لمحہ صدیوں کی طولانی اور درازی پر مشتمل نظر آئے گا ہذا قدم اندر رکھ دیا کنارے پر بیٹھے لوگ چیختے چلاتے ہے اور ہر ممکن کوشش رکاوٹ کی کرتے رہے مگر عشق کی لانیوں کے آگے ان کی نصیحتوں اور فہمائشوں کی چٹانیں س و خاشاک کی طرح بہ گئیں اور کیا دیکھا کہ خواجہ مد قمرالدین کندھوں سے اوپر پہنچ جانے والے پانی میں ں رہے ہیں۔

پھر ایک مرحلہ ایسا آیا کہ پاؤں اکھڑ گئے اور پانی نے بہاؤ کے زور سے اس مجسمہ عشق و محبت کو اپنے محبوب کی طرف گامزن ہونے اور اس پروانہ کو اس شمع ولایت رف پرواز سے روک کر اپنے ساتھ بہانا چاہا اسی دوران ہستی آپہنچی جس نے ہاتھ پکڑ کر فرمایا: میرے پیچھے پیچھے جب تک دوسرا کنارا نہیں آیا وہ ساتھ رہے اور بری کرتے رہے اور جونہی کنارہ پر قدم رکھا تو وہ غائب چکے تھے اور اپنے عمل سے ثابت کر گئے تھے کہ ہم وہ وال نہیں جن کے عاشق زار پانی کی خونیں موجوں کا ار ہو کر اور محروم وصال رہ کر دنیائے فانی سے سدھا ں بلکہ ہم مخلص اور سچے عاشق کو کنارے لگانا اور ت وصال سے بہرہ ور کرنا بھی جانتے ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین تونسویؒ کا ایک قوال ریال شریف پر بموقعہ عرس مبارک حاضر ہوا حقہ نوشی دی تھا اور بینائی بھی کمزور تھی۔ آدھی رات کو اُٹھ ہر پھر رہا تھا اور حقہ نہ ملنے کی وجہ سے سخت بیقرار حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز گھر سے باہر تشریف لائے۔ سردی کے موسم میں اس قوال کو باہر پھرتے ہوئے دیکھا۔ سلام فرمایا اور باہر پھرنے کا سبب دریافت کیا اس نے آپ سے نام اور پتہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا: بس غلام ہوں فرمائیے حکم کیا ہے؟ اس نے کہا بس تم لوگ غلام غلام کا لفظ بولنا جانتے ہو مجھے حقہ نہ ملنے کی وجہ سے سخت پریشانی ہے اس کا انتظام کردو تب سمجھوں گا تم غلام ہو۔

نازش دوران حضرت خواجہ محمد قمرالدین رضی اللہ عنہ وقتی طور پر سوچ میں پڑ گئے کہ اس وقت حقہ کہاں سے دستیاب ہو۔ دربار عالیہ پر تو اس کا نام ونشان نہیں مل سکتا تھا۔ فوراً خیال آیا کنوئیں پر چلتے ہیں کسی سے مل جائے گا۔ ایک کنوئیں پر پہنچے حقہ موجود پایا۔ جب اس پر ہاتھ رکھا تو اس کا مالک دوڑتا ہوا حاضر ہوا حضور والا! آپ اور حقہ اور وہ بھی اس وقت فرمایا۔ ایک عزیز ترین مہمان ہے اور مجھے حقہ تیار کرنا آتا نہیں لہذا اس کا تمباکو وغیرہ درست کردو اور تیار کرکے میرے حوالے کرو۔ اس نے تیار کرکے ہمراہ چلنے اور پہنچانے کے لئے ہر چند اصرار کیا مگر آپ نہ مانے۔ خود اٹھا کر اس قوال کے پاس لائے اس کو اپنی قیامگاہ میں قالین پر بٹھایا اپنے ہاتھ سے حقہ کو پکڑ رکھا۔ جب وہ دو چار کش لگا چکا اور ہوش وحواس بحال ہوئے تو شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ہی پتہ اور نشان پوچھنے لگا۔ آپ نے کافی پہلوتہی کی مگر جب اس کا اصرار حد سے بڑھا تو فرمایا مجھے قمرالدین کہتے ہیں وہ بیچارا قدموں پر گر پڑا اور معذرت کرنے لگا جب تونسہ مقدسہ پہنچا تو حضرت خواجہ نظام الملت والدین رضی اللہ عنہ سے صورت حال عرض کی۔ آپ نے

اپنے مریدین اور متعلقین کو جمع کر کے فرمایا۔ لوگ پہلے زمانے کے مریدین کے قصے اور نیازمندی و عقیدت کیشی کے عجیب واقعات ذکر کرتے رہتے ہیں آؤ میں تمہیں اس دور کے مرید کی شان عقیدت اور نیازمندی کا نمونہ بھی دکھلاؤں۔

تونسہ مقدسہ حاضری کے وقت سرائے میں قیام ہوتا۔ لنگر شریف سے خاص طور پر اہتمام کے ساتھ روٹی بھیجی جاتی لیکن حضرت شیخ الاسلام کو اس طرح معزز و مکرم مہمان بن کر بیٹھے رہنا کب پسند تھا۔ چپکے سے نکلتے اور شاہزادگان تونسویہ کے دروازوں پر حاضر ہوتے۔ دامن پھیلا کر کھڑے ہوجاتے اور جو نوکرانی اندر جانے لگتی اس سے کہتے اندر جا کر عرض کرو۔ ایک سائل دامن پھیلائے دروازے پر کھڑا ہے۔ اس کو ٹکڑا دو۔ اگر کوئی نوکرانی واقف نہ ہوتی تو روکھی سوکھی روٹی ہاتھ میں لئے دامن میں ڈال دیتی۔ آپ خوشی خوشی قیامگاہ پر آجاتے اور یوں معلوم ہوتا گویا کونین کی نعمتیں دامن میں سمیٹ رکھی ہیں۔ خاص لنگر کی بجائے وہ روٹی لگائی جاتی اور دوسروں کو بھی کھانے کی دعوت دی جاتی۔

ایک دفعہ آپ حضرت خواجہ نظام الملت والدین تونسوی قدس سرہ العزیز کے در دولت پر حاضر ہوئے اور اندر جاتی ہوئی خادمہ سے فرمایا۔ اندر جا کر عرض کرو۔ سائل در دولت پر دامن پھیلائے کھڑا ہے اس کو ٹکڑا ڈالو۔ وہ خادمہ آپ سے واقف تھی۔ اندر جا کر حضرت خواجہ صاحب کو آپ کے الفاظ سنائے تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔ فوراً اپنے ہاتھوں سے خاص لنگر کا زردہ پلاؤ اور دیگر خوردنی اشیاء برتنوں میں ڈلوا کر اور اپنے دونوں صاحبزادگان حضرت خواجہ فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خو... معین الدین صاحب مدظلہ العالی کے سروں پر رکھوا... اور فرمایا آپ قیامگاہ پر چلیں یہ دونوں آپ کا کھا... کر وہاں حاضر ہو رہے ہیں۔

ع برسر معشوق عاشق آمدہ

؎ چوں تمام افتد سراپا ناز میگردد نیاز
قیس را لیلیٰ ہمی نامند در صحرائے من

(ترجمہ جب نیاز کمال کو پہنچ جاتا ہے تو سراپا ناز ہو جاتے ہیں۔ میرے صحرا میں قیس کو لیلیٰ کے نام سے پکارتے ہیں)

حضرت خواجہ سدید الدین صاحب تونسوی ... نے لاہور نصیر بسیرا سے جلد از جلد لاہور پہنچنے کے ... بھجوایا سیال شریف سے ساہیوال تک سڑک کچی ... بارش بھی ہو چکی تھی۔ تار دیر سے پہنچا۔ مگر پھر بھی ... ہو کر جلدی لاہور روانہ ہو گئے۔ بڑی مشکل سے کا... ساہیوال تک کا کچا راستہ طے کیا جب اس دلدل ... تو کار بھی مالک کے جذبات کا پاس کرتی ہوئی ... پروں کے ساتھ اڑنے لگی۔ نصیر بسیرا پہنچے دروازہ ... دی۔ نصیر صاحب نکلے۔ واپس حضرت خواجہ سے عر... حضرت صاحب تشریف لائے ہیں مگر ان کا مزاج ... پر تھا کہ اتنی دیر کیوں لگائی ہے۔ اپنے خادم نصیر ... سے فرمایا دروازہ بند کر دو۔ اس وقت ملاقات ... کی ضرورت نہیں ہے۔

محبوب و معشوق امتحان کی کسوٹی پر اس نیاز... کے اخلاص کو پرکھ رہا تھا۔ مگر ادھر بھی جوش جنون ... عامری کے جذبات عشق کو شرمندہ کرنے پر تلا ہوا ... سردی کی سخت ٹھنڈی رات کمرے کے دروازے پر ...

زبان حال سے گویا یوں کہہ رہے تھے ؎
ون کھڑا در بار ہمارے کبھی تو صاحب پوچھیں گے
ہیں نے کلیات سعدی کے شروع میں حضرت سعدی
اشعار میں سے انتخاب کر کے بطور نوٹ آپ کے مبارک
سے لکھا ہوا یہ شعر دیکھا ؎

بیدادِ تو عدل است جفائے تو کرامت
دشنام تو خوشتر بہ از بیگانہ دعائے

ترجمہ:۔ تیرا ظلم عدل ہے اور تیری جفا کرامت ۔ کی دعا سے تیری گالی زیادہ اچھی ہے)

اندازہ لگایا کہ آپ نے اپنی ساری زندگی اسی شعر کا عملی ن کر گزاری اپنے شیخ طریقت حضرت خواجہ حامد صاحب ی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان اور حضرت خواجہ شاہ یمان تونسوی رضی اللہ عنہ کے شاہزادگان کے ہر طرح خنداں پیشانی سے برداشت کئے۔ بلکہ ان کو نعمت مدی سمجھا اور حقیقی راحت اور فرحت آپ کو حاصل ی وقت ہوتی تھی جب ادھر سے اس طرح کے انداز ظاہر ہوتے تھے آپ نے اپنے ذوق سلیم کا اس شعر میں فرمایا ہے ؎

حیات خضر تصدق کنم بہمتِ دوست
کہ ترکشش ہمہ دارد روا بہ سینۂ من

ترجمہ:۔ دوست کی ہمت پر خضر کی زندگی قربان ۔ ترکش میں جتنے (تیر) تھے میرے سینے میں پیوست ہو گئے ۔

حضرت خواجہ غلام ذکریا صاحب نے ایک مسلم شیخ ٹھ دس جماعت پاس کر چکا تھا بھیجا تاکہ اسے کوئی نوکری مل سکے۔ آپ نے اس کو فرمایا: وہ حکم تو ون پر میں مقدور بھر کوشش کروں گا، مگر میری ارش تو بھی پوری کر دے مجھے حضرت خواجہ شمس العارفین قدس سرہ العزیز کے دربار پر انوار میں لے جا اور میرے لئے سفارش کر کیونکہ تو تونسہ مقدسہ کے شاہزادگان اور خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ کے لاڈلوں کا خادم ہے اور تونسہ مقدسہ کا رہنے والا ہے لہذا میں تجھے اپنا سفارشی بنا کر روضہ اقدس میں لے جانا چاہتا ہوں۔ پھر چشم فلک نے دیکھا کہ وہ مسلم شیخ نوجوان آگے آگے چل رہے ہیں اور حضرت شیخ الاسلام پیچھے پیچھے چل رہے ہیں حضرت خواجہ نے سر سے ٹوپی اتار کر حضرت خواجہ تونسوی رض کے مقدس جوڑے سر پہ رکھے ہوئے ہیں اور ان دونوں سفارشیوں کے ہمراہ بارگاہ شمس العارفین میں حاضری دے کر انوار معرفت سے تابانیاں حاصل کر کے صحیح معنوں میں قمر الحق والملت والدین بن رہے ہیں

درگاہِ رسالت میں مقبولیت

حضرت خواجہ غلام فخر الدین صاحب دام ظلہ کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز کا زمانہ طالب العلمی تھا کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوا عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے ایک صحابی تھے جن کو شرح صدر حاصل نہیں تھا۔ آپ نے ان کے سینۂ اقدس پر ہاتھ پھیرا تو ان کو شرح صدر ہو گیا۔ یہ عرض سنتے ہی رحمت مجسم اور سراپا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست جود و نوال دراز کیا آپ کے سینہ پر پھیرنا شروع کر دیا۔ اور ساتھ ہی پوچھتے جا رہے ہیں وہ صحابی ابو ہریرہ ہیں۔ وہ فلاں ہیں۔ وہ فلاں ہیں آپ عرض کرتے ہیں مجھے صحیح یاد نہیں اور معاملہ حدیث کا ہے اپنے طور پر کچھ کہنا خلاف ادب ہے بہر کیف ادھر سے التجا زبان پر نہیں آئی تھی کہ سرور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا بھی فرما دیا۔

حضرت خواجہ غلام فخر الدین صاحب سیالوی مدظلہ العالی نے تبلایا کہ بعض امور میں مجھے شکوک و شبہات رہتے اور حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کی روحانی عظمت پوری طرح میرے دل میں نقش نہیں ہوئی تھی۔ میں سویا ہوا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ پاک پتن شریف کا آستان عظمت نشان ہے اور روضہ مبارک کا اوپر والا حصہ خالی ہو چکا ہے اور یہ خبر گرم ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پالکی مبارک عنقریب روضہ شریف میں اترنے والی ہے، چنانچہ وہ ساعت سعید آپہنچی اور اس پالکی کو روضہ مطہرہ کے اندر اترتے دیکھا۔ ابھی دروازے بند تھے اور اعلان ہوا کہ آپ آرام فرما رہے ہیں لہذا اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد بہشتی دروازہ کھلا میں بلا اجازت اندر داخل ہوگیا۔ دیکھا کہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم چارپائی پر محو استراحت ہیں اور سفید چادر ڈال رکھی ہے چار آدمی آپ کے پاؤں مبارک داب رہے ہیں۔ جن میں سے ایک حضرت شیخ الاسلام تھے۔ جب میں اندر داخل ہوا تو آپ نے سر ناز کو بلند فرمایا۔ مگر پاؤں مبارک اس طرح دراز تھے۔ ابروؤں کے اوپر ہاتھ مبارک رکھ کر مجھے غور سے دیکھا اور میں نے خیال کیا کہ میری یہ جسارت آپ کو پسند نہیں آئی۔ میں واپس لوٹنے لگا تو حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا۔ بھائی فخر الدین تو بیٹھ جا۔ اس دن معلوم ہوا کہ آپ کو بارگاہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں اس قدر رسائی حاصل ہے

حضرت علی المرتضیٰ کی زیارت

ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے خواب میں بھائی غلام فخر الدین صاحب کے مکان میں ایک تخت بچھا ہوا دیکھا جس پر حضرت مولا علی شیر خ
رضی اللہ عنہ جلوہ گر ہیں۔ میں نے قدم بوسی کی سعاد
حاصل کرنے کے بعد عرض کیا حضور ایک مسئلہ دریاف
کرنا ہے۔ اور اطمینان قلب صرف آپ کے ارشاد
ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ فرمایا پوچھو۔ میں نے عرض ک
صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رسول خدا صلی اللہ عل
وسلم کی تدفین سے قبل ہی خلافت کا معاملہ طے کر
کیوں ضروری سمجھا بعض صاحبان اس مسئلہ کو عجیب
رنگ دیتے ہیں اور آپ کے حق خلافت کے غصب
ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ان ک
اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کیا گیا تھا۔ اور وہ من
خداوندی کے مطابق عمل پیرا ہوئے۔ لہذا ان پر اع
کی کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔

فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: حضور! وہ ایا
والم اور غم و اندوہ کا وقت تھا کہ حفاظ کرام کو ش
قرآن بھی یاد نہ رہا ہوگا۔ ایسے وقت میں اس الہا
کا سمجھنا اور اسے یاد رکھنا اور اس پر عمل پیرا ہونا میں
ناقص سمجھ میں نہیں آرہا۔ فرمایا جس نے الہام کیا ا
یہ بھی معلوم تھا کہ اس وقت میں وہ اس کو سمجھ لیں
یا نہیں اور اس کو ذہن نشین رکھ کر اس پر عمل پیرا
گے یا نہیں؟۔

حضرت فاروق اعظم رضی کا دیدار

ایک دفعہ آپ
مسجد میں نم
پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص صاحب عربی لباس میں
اور عربی وضع قطع کے مسجد میں مصروف نماز نظر آ
ان کے سلام پھیرنے پر قدم بوسی کا شرف حاصل کیا
عربی میں دریافت کیا مَنْ اَنْتَ۔ انہوں نے ف

انا عمر۔ میں نے عرض کیا۔ حضور والا گرمی کا موسم ہے اور آپ کو پیاس لگی ہو گی۔ میں ابھی ٹھنڈا مشروب لاتا ہوں آپ ضرور بالضرور تشریف رکھیں۔ اور مجھے اس خدمت کا موقعہ دیں۔ آپ منع فرماتے رہے مگر میں دفورِ شوق میں گھر دوڑتا گیا اور جلد از جلد بہترین ٹھنڈا مشروب تیار کرنے کے لئے کہا۔ اور سب اہل خانہ کو جلد از جلد اس کے تیار کرنے کے لئے مجبور کیا۔ وہ دریافت کرتے۔ آخر وہ مہمان کون ہیں اور اتنی جلدی کیا ہے۔ میں صراحۃً بتانے سے بھی گریز کر رہا تھا اور اپنی خواہش کی مقدور بھر اور ممکن حد تک جلدی تکمیل کا مطالبہ بھی حضرت والا گرامی حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین رضی اللہ عنہ نے میری گفتگو سنی تو فرمایا بھولے بچے تیرے وہ مہمان ان ٹھنڈے پانیوں کے محتاج نہیں اور نہ وہ اب تک اس انتظار میں بیٹھے ہیں آپ کا یہ جملہ سن کر دوڑتا ہوا مسجد میں آیا تو دیکھا واقعی آپ تشریف لے جا چکے ہیں۔

اسلاف کرام کی نگاہ عنایت

حضرت صاحبزادہ محمد بدر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دونوں بھائی ایک ہی کمرے میں لیٹے ہوئے تھے۔ اور حضرت شیخ الاسلام سخت بیمار تھے۔ اور بیماری اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ آپ کی صحت یابی کے بظاہر کوئی آثار نہیں تھے۔ رات گئے کوئی شخص اس کمرے کی کھڑکی کے قریب آ کر باہر سے آواز دے کر پوچھتا ہے قمر الدین کیا حال ہے۔ آپ نے کہا سخت تکلیف اور پریشانی ہے۔ ادھر سے آواز آئی پھر میں ہی نہ تیرا علاج کر دوں۔ انہوں نے کہا اگر آپ نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا صبح ہوئی تو آپ کی طبیعت سنبھلی ہوئی تھی اور بھوک بھی محسوس ہونے لگی تھی حالانکہ کافی دنوں سے آپ نے کھانا نہیں کھایا تھا۔

دوسری رات پھر وہی آواز آئی قمر الدین اب کیا حال ہے آپ نے کہا غریب نواز اب آپ کی دعا اور نظر کرم کا صدقہ ٹھیک ہوں۔ میں نے دریافت کیا یہ کون شخص تھے آپ نے ٹال مٹول سے کام لیا بالآخر جب بہت مجبور کیا تو فرمایا یہ حضرت ثانی (خواجہ محمد دین رحمۃ اللہ علیہ) تھے

گل محمد صاحب حجام نے بتلایا کہ میں جمعہ کے دن حضرت شیخ الاسلام کی حجامت کے لئے حاضر ہوتا مگر آپ کبھی مطالعہ میں اور کبھی حاضرین کی التجائیں سننے میں مصروف رہتے اور میں انتظار کرتے کرتے تھک جاتا اور کبھی بغیر حجامت بنائے واپس جانا پڑتا میں نے دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ اب اس وقت ہی حاضر ہوں گا۔ جب آپ بلائیں گے تقریباً دو جمعے گزر گئے۔ حجامت بہت بڑھ گئی۔ نہ آپ کو اس طرف توجہ ہوئی نہ میں حاضر ہوا۔ رات کو خواب میں حضرت خواجہ ضیاء الملت والدین کی زیارت ہوئی آپ نے بڑے غصہ اور ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا گل محمد قمر الدین کو تو اس طرف توجہ نہیں ہوتی آخر تو اتنا بے حس کیوں ہو گیا اور تجھے ان کی بڑھی حجامت کا خیال کیوں نہیں آتا۔

مقام غور ہے کہ جن اسلاف کرام کو ان کی بیماری بلکہ حجامت تک کا بھی خیال و احساس ہے اور ہر وقت ان پر نظر ہے وہ مراتب روحانیہ اور ترقی درجات کے لئے نگاہ جود و کرم سے کیسے ان کو بہرہ ور نہیں کرتے ہوں گے۔ اور ہر وقت خداداد قوت و قدرت کو ان کی ترقی درجات اور تربیت و ارشاد میں کیونکر استعمال نہیں کرتے ہوں گے۔

عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیب کریم علیہ السلام کی محبت والفت

ہر مومن کا جزو ایمان ہے مگر اس میں درجات و مراتب کا تفاوت بھی موجود ہے اور جس دل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی محبت زیادہ ہوتی ہے عنداللہ اس کو قرب و منزلت بھی اس قدر نصیب ہوتی ہے حضرت شیخ الاسلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عظمیٰ بھی بہت فروانی کے ساتھ عطا فرمائی تھی۔ جب اذان ہوتی۔ یا درود پاک پڑھا جاتا یا کسی جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی لکھا ہوا نظر آتا تو بدن اقدس پر لرزہ طاری ہو جاتا اور سر ناز جھک جاتا۔ چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہو جاتا اور حاضرین سے بالکل بے توجہ ہو جاتے اور یوں معلوم ہوتا کہ اب صرف جسد اقدس یہاں ہے دل و جان کسی دوسری جگہ روانہ ہو چکے ہیں۔

جب مؤذن اشہدان محمداً رسول اللہ کہتا تو انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے اور ساتھ یہ کلمات زبان اقدس سے جاری ہوتے قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِتُرَابِ اَقْدَامِ کِلَابِ بَلَدِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ یا رسول اللہ آپ کے شہر مقدس کے کتوں کے قدموں سے مس ہونے والی مٹی میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے فقہا کرام نے قرۃ عینی بک یا رسول اللہ پڑھنے کے متعلق فرمایا ہے مگر آپ کی محبت و عقیدت اور ادب و نیاز کی نہایت و غایت دیکھئے کہ ان کتوں کے قدموں سے لگنے والی مٹی کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیتے ہیں

ایک دفعہ آپ نے فرمایا بہت ہی افسوس کا مقام ہے کہ میری عمر اب تہتر سال ہو گئی جبکہ حبیب کریم علیہ السلام کی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی۔ اے کاش میری عمر بھی اتنی ہی ہوتی اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی طرح رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمر میں مساوات کا شرف حاصل ہو جاتا۔

جب مدینہ طیبہ کی حاضری کا شرف حاصل ہوا تو جو کپڑا کفن کے لئے مکہ مکرمہ سے خریدا تھا خدام کو حکم دیا کہ اس کو مدینہ طیبہ کی گلی میں بچھا دو تاکہ مدینہ منورہ کے چلنے والوں کے قدم اس پر آجائیں اور زیادہ سے زیادہ بابرکت ہو سکے۔

آپ نے زندگی بھر سبز جوتا اور سبز کنارے والی لنگی استعمال نہیں فرمائی۔ اور نہ ہی اپنے خاندان اور مریدین میں سے کسی کو استعمال کرنے دیتے تھے۔ اور فرماتے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کا رنگ بھی سبز ہے اور یہ بھی سبز لہٰذا بے ادبی لازم آتی ہے۔

سادات کرام کا بہت پاس اور ادب فرماتے کسی سید زادے کو نیچے نہ بیٹھنے دیتے بلکہ چارپائی یا کرسی پر بٹھاتے اور جب حاضرین مجلس میں ہر ایک کا تعارف نہ ہوتا اور خود چارپائی پر آرام فرما ہوتے تو فرماتے خدا کے لئے اگر کوئی سید ہو تو نیچے نہ بیٹھنا اور مجھے اس بے ادبی کی وجہ سے کفر میں مبتلا نہ کر دینا۔

دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام میں ایک سید زادے مدرس مقرر ہو گئے تھے جن کی طبیعت میں درشتی تھی اور بچوں پر سختی کرتے تھے۔ جب ناظم اعلیٰ کے پاس شکایت پہنچتی تو وہ انہیں فارغ کرنے پر تیار ہو جاتے یا شاہ صاحب کو خود ہی ایسا خطرہ محسوس ہوتا تو دوڑتے دوڑتے حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور عرض کرتے مجھے مدرسہ سے نکالا جا رہا ہے اور میری سخت مخالفت ہو رہی ہے۔ آپ فرماتے شاہ جی مطمئن رہو اگر تمہیں

علوم سے نکالا گیا تو میں بھی یہاں سے نکل جاؤں گا بفضلہ تعالیٰ وہ سالہا سال سے اب تک باقاعدہ مدرس آرہے ہیں ۔

ایک دفعہ ایک سید صاحب جو اعتقاداً شیعہ تھے اور کے مرض میں مبتلا خود کمانے سے مکمل طور پر معذور تھے گھر میں دوسرا کوئی شخص بھی اس بوجھ کو اٹھانے کے ں نہیں تھا ۔ ان کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا اور بیوی اور بچیاں تھیں اپنے مسلک کے لینڈ لارڈ سادات کے پاس جاکر حالت زار عرض کی اور اپنی نسبت اور ہم عقیدگی کا واسطہ دیا مگر کسی نے ان کی حالت زار کو درخور اعتناء نہ سمجھا تو آپ شریف حاضر ہوئے اور اپنی لاچاری بھی بتائی اور ساتھ اعتقادی تفاوت وتخالف بھی ۔ آپ نے محض ان کی نسبتی بت کو مدنظر رکھتے ہوئے عرصہ دراز تک ان کی بیماری راک اور اہل خانہ کا بوجھ برداشت کیا اور علیحدہ با پردہ ان مہیا کر دیا ۔

بندہ نے ایک دفعہ دیکھا کہ ان کا چھوٹا بچہ حضرت شیخ سلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ضروری اشیاء مہیا کرنے مطالبہ کیا تو آپ نے فوراً سب چیزیں مہیا کر دیں اور اپنے ول ہاتھ اس بچے کے قدموں پر رکھ کر کہا شاہ جی مجھ سے ضی تو ہو ناراض تو نہیں ہو

ے اے گل زتو خرسندم تو بوئے کسے داری

ایک دفعہ آپ فیصل آباد جامعہ رضویہ جھنگ بازار شریف لے گئے ۔ حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دورہ حدیث پاک پڑھانے میں مصروف تھے دار الحدیث دوسری منزل پر تھا آپ نے مدرسہ کے صحن میں جوتے اتار دیئے اوپر جا کر طلباء کے جوتوں والی جگہ پر خاموشی سے بیٹھ گئے تاکہ میری وجہ سے درس حدیث میں خلل اندازی نہ ہونے پائے ۔ حضرت شیخ المحدیث صاحب دوران درس ادھر ادھر متوجہ نہیں ہوتے تھے ۔ اور نظروں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا ایسا نقشہ جما ہوتا تھا کہ دوران درس کسی پر نظر پڑتی بھی تو پہچان نہیں پاتے تھے جب بخاری شریف کا درس ختم ہوا تو طلباء کی نظر آپ پر پڑ گئی ۔ انہوں نے عرض کیا حضرت شیخ الاسلام تشریف فرما ہیں تو آپ فوراً اٹھے اور بڑھ کر استقبال کیا ۔ اپنے مسند پر بٹھایا اور علمی گفتگو کا سلسلہ کافی دیر جاری رہا ۔ طلباء کرام اور علماء حضرات دونوں مقدس ہستیوں کی اس نورانی محفل سے لطف اندوز ہوتے رہے ۔

مسواک کرنا سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے لہذا آپ کو اس سے بہت محبت تھی ۔ ہر وقت مسواک ساتھ رہتا اور ہر وضو کے ساتھ اس کا التزام کیا جاتا حتیٰ کہ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے کفن میں بھی مسواک ضرور رکھنا تاکہ بارگاہ خداوندی میں عرض کر سکوں کہ اور تو کوئی عمل صالح نہ کر سکا ۔ تیرے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر ضرور عمل کیا ہے اور اس عمل کی بنا پر نظر کرم اور نگاہ لطف کا امیدوار ہوں ۔

ایک دفعہ گھوڑی والہ نزد سوبھاگا تشریف لے گئے ۔ اسٹیشن پر اطلاع بھیجی گئی کہ ہم نے ظہر والی گاڑی پر واپس سرگودھا جانا ہے لہذا اگر کچھ دیر ہو جائے تو ذرا انتظار کر لیں ۔ دوسرے حضرات کے علاوہ آپ کے ہمراہ حضرت خواجہ غلام سدید الدین صاحب زیب مسند آستانہ عالیہ معظمیہ تھے اور حضرت مولانا احمد بخش صاحب ضیائی مرحوم وغیرہ ۔ جب واپس تشریف لا رہے تھے تو ایک بھیڑ بکریاں چرانے والا شخص ماہیا پڑھ رہا تھا ؎

جھبدے آ ڈھولا کیڈیاں مدتاں لائیاں نی

آپ فوراً گھوڑی سے اتر پڑے۔ اور دو زانو بیٹھ گئے یہ دیکھتے ہی سارے ہمراہی بھی سواریوں سے اتر پڑے حضرت مردلوی صاحب فرماتے ہیں۔ میں نے اتر کر اس انداز میں بیٹھنے کا سبب معلوم کر لیا۔ لہٰذا اس شخص کو روپے دینے شروع کر دیئے اور اسے کہا یہی مصرع دہراتا رہ۔ چنانچہ وہ پڑھتا رہا اور آپ پر جذب وکیف کی حالت طاری رہی اسی دوران گاڑی اسٹیشن پر آ گئی۔ وسل دیتی رہی اور کافی انتظار بھی کیا مگر آپ بیٹھے رہے اور وہی مصرع سنتے رہے جب وہ چرواہا تھک گیا تو آپ اٹھے اور اسٹیشن پر تشریف لائے۔

حضرت مردلوی صاحب کو علیحدگی میں فرمایا بتاؤ وہ کیا کہہ رہا تھا۔ میں نے عرض کیا آپ بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ جب حبیب کریم علیہ السلام معراج کے لئے تشریف لے گئے اور فلک الافلاک سے نکل کر لامکان میں پائے ناز رکھا تو عالم آب و گل پر موت کی کیفیت طاری ہو چکی تھی کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روحِ کائنات ہیں لہٰذا آپ کا لامکان میں جلوہ فرما ہونا گویا اس عالم کی موت تھی اور یہ مردہ جسم پکار رہا تھا ؎

جھبدے آ ڈھولا کیڈیاں مدتاں لائیاں نی۔

اور ایک لمحہ کی جدائی بھی اس کو صدیوں کا فراق نظر آ رہا تھا۔

بہر حال چرواہے کا ذہن اور صاحب کلام کا ذہن بالفعل ادھر متوجہ ہو نا تو درکنار ان کے وہم وخیال میں بھی یہ چیز کب آ سکتی تھی۔ البتہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز کی بارگاہِ رسالت مآب علیہ افضل الصلوات والتسلیمات سے عقیدت ومحبت اور آپ کے ذکر کی تعظیم وتکریم یہاں سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ ذکر مصطفیٰ ہو رہا ہو تو اس سے صرف نظر کر کے قدم آگے نہیں بڑھ سکے۔

خداداد ذہانت۔

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کو باقاعدہ تدریس کا اتفاق نہ ہوا اور یہی حسرت حضرت علامہ مولانا معین الدین اجمیریؒ کو تھی۔ ایک دفعہ حضرت دیوان صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ اجمیر شریف کو فرمایا کہ حضرت صاحبزادہ محمد قمر الدین صاحب آیۃ من آیات اللہ ہیں مگر افسوس ہے وہ پڑھا نہیں سکیں گے۔

مگر گوناگوں مصروفیات سے کچھ وقت اگر بچ نکلتا تو بعض اسباق پڑھا بھی دیتے مولانا نذر احمد صاحب علوی حکیم محمد حفیظ صاحب اور دیگر چند حضرات کو آپ سے استفادہ کا اسی طرح موقعہ ملا۔

بندہ نے بھی رمضان المبارک کی تعطیلات میں چند سبق ہدایۃ النحو اور قدوری کے پڑھنے کا شرف حاصل کیا اس زمانے میں بجلی کا بندوبست نہیں تھا لالٹین ہی استعمال ہوتے تھے۔ دوران تدریس لالٹین کے قریب تشریف فرما ہونا پڑتا پروانے اور پتنگے سر اور داڑھی مبارک کے بالوں میں داخل ہوتے رہتے اور آپ بڑے اطمینان وسکون سے پڑھاتے رہتے اور فرماتے زمانہ طالب علمی سے اب تک ان کی اور ہماری دوستی چلی آ رہی ہے۔

قدوری کا سبق پڑھتا تھا پورے باب کی عبارت پڑھ دی کتاب صرف میرے سامنے تھی آپ فاصلے پر بیٹھ کر عبارت سنتے رہے۔ اور پھر اسی ترتیب سے تمام مسائل بیان فرمائے اور ہر ایک کی تشریح بھی فرماتے چلے گئے حالانکہ آپ کو ایسی کتابیں پڑھے ہوئے اس وقت تک تقریباً ۳۰ سال کا عرصہ گزر چکا ہوگا۔

جب کسی کتاب کے متعلق دریافت فرماتے کہ اس کی کون سی جگہ پڑھ رہے ہو تو مقام درس عرض کرنے پر عبارت پڑھنی شروع فرمادیتے خواہ منطق و فلسفہ کی کتاب ہوتی یا فقہ و اصول کی۔

ایک دفعہ ہم حضرت استاذ العلماء کے پاس میبذی کا سبق پڑھ رہے تھے۔ اتفاقاً آپ بھی تشریف لائے اور چند منٹ بیٹھے رہے۔ رات قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو دریافت فرمایا آج کیا سبق پڑھے ہیں میں نے میبذی کا سبق عرض کیا تو مقام کی تقریر کرنے کا حکم دیا بندہ نے تقریر کر دی جس میں زمانہ کے ابدی اور ازلی اور بے ابتداء و بے انتہا ہونے کی بحث تھی آپ نے فرمایا یہ مذہب اسلام کے خلاف ہے اس کا جواب اور دلائل کارد تمہیں استاد صاحب نے نہیں پڑھایا میں نے عرض کیا نہیں صرف مقصد مصنف بیان فرمانے پر ہی اکتفا فرمایا تو آپ نے فوری طور برہان تطبیق وغیرہ کے ذریعے اس کی ازلیت اور ابدیت کو پانچ چھ وجوہ سے رد فرما کر مذہب اسلام کو ثابت فرمایا اور مذہب فلاسفہ کے تار و پود کو توڑ کر رکھ دیا

ایک دفعہ مشکوٰۃ شریف، باب القدر استاد صاحب سے پڑھا اور اس میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کا باہمی مکالمہ مذکور تھا جس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کے دانہ کھانے اور زمین پر اترنے کو ہدفِ تنقید بنایا تو آپ نے جواباً فرمایا تم موسیٰ بن عمران پیغمبر بنی اسرائیل اور صاحب تورات ہو انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ میرے پیدا ہونے سے کتنا عرصہ پہلے تورات لکھی گئی انہوں نے عرض کیا چالیس سال تو حضرت ابوالبشر نے فرمایا کیا تم مجھے ایسے فعل کے سرزد ہونے پر ملامت کر رہے ہو جو میرے پیدا ہونے سے چالیس سال قبل میرے حق میں لکھا جا چکا تھا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا فحج آدم موسیٰ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔ اب یہاں ہمارے لئے یہ الجھن پیدا ہوگئی کہ اس طرح ہر گنہ گار کہہ سکتا ہے میرا کیا قصور میری قسمت میں یہ گناہ لکھا تھا۔ لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام کا یہ جواب ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ علی الخصوص حضرت آدم علیہ السلام جبکہ خود فرما رہے ہیں ربنا ظلمنا انفسنا (الآیہ)

حضرت شیخ الاسلام سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا۔ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ جواب دیا کہ تم خواص میں سے ہو جو اسرارِ خداوندی کو مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں تمہیں یہ اعتراض نہیں کرنا چاہیئے تھا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے متعلق یہ لکھ دیا اور مجھے معلوم بھی ہو چکا تو اب میرا دانہ کھانے سے گریز کرنا گویا علم الٰہی اور اس کی منشاء کی تکمیل میں اور اس کے ظہور میں رکاوٹ پیدا کرنا تھا لہٰذا میں نے وہ پریشانی خود اٹھالی مگر اس کے علم اور ازلی فیصلہ کے پورا ہونے میں رکاوٹ پیدا کرنا گوارا نہ کیا تباؤ کیا میں اللہ تعالیٰ کے علم کو جہل بنانے کی کوشش کرتا لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے جوابی کارروائی کے راستے مسدود ہو گئے۔

اور قرآن مجید میں جو کچھ مذکور ہے وہ نظر ظاہر عوام کی حالت اور ولا تقربا ھذہ الشجرۃ والے

حکم پر بظاہر عمل پیرا نہ ہونے کے لحاظ سے ہے جب بندہ کو عمدۃ القاری شرح بخاری دیکھنے کا موقعہ ملا تو معلوم ہوا کہ بعینہ یہی جواب حضرت علامہ بدرالدین عینی نے اپنی معروف عالم شرح بخاری میں ذکر کیا تھا جو حضرت شیخ الاسلام نے فی البدیہہ یہیں بیان فرمایا الحمد للہ علی ذلک۔

حضرت خواجہ غلام سدیدالدین صاحب مرولوی اور مولانا احمد بخش صاحب مینائی مرحوم اور دیگر حضرات حاضر خدمت تھے۔ مخالفین صحابہؓ کے اس اعتراض کا جواب دینے کے لئے عرض کیا گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ نے صحابیٔ رسولؐ ہو کر خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کے طرز عمل کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد کیوں بنایا اور اپنے خاندان کے لئے اس طرح کا حرص کیوں ظاہر کیا آپ نے فرمایا خطا اجتہادی ہے اور اس کا موجب شفقت پدری ہے آپ صحابی تھے رسولؐ اور نبی نہیں تھے۔ اگر رسول اور نبی میں بھی شفقت پدری کیلئے گنجائش ہے تو صحابی میں کیوں نہیں ہو سکتی۔

دیکھئے حضرت نوح علیہ السلام نے خود دعا کی تھی رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا۔ اے اللہ زمین پر کوئی کافر زندہ نہ چھوڑ اور جب بیٹا طوفان میں گھر گیا تو اس کو فرمایا۔
یا بنی ارکب معنا ولا تکن مع الکافرین
اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کا ساتھ نہ دے (ایمان لے آ) اس نے جواب میں کہا
میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا مگر آپ کی کشتی پر سوار نہیں ہوتا۔ بایں ہمہ جب غرق ہونے لگا تو اللہ تعالے سے عرض کیا۔ میرا بیٹا میری اہل سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ مہربان ہے اللہ تعالے نے فرمایا اس کے متعلق میرا وعدہ نہیں تھا وہ تمہاری اہل سے نہیں ہے
کیونکہ اس کا عمل ناپسندیدہ ہے اور اس نے تمہارا راستہ اختیار نہیں کیا۔

الغرض سب کافروں کے لئے دعائے ہلاکت فرمائی تھی اور بیٹا بھی کافر تھا اور آخر دم تک اسی کفر پر مصر رہا۔ مگر پھر بھی اللہ تعالے کو وعدہ یاد دلاتے ہوئے اس کی نجات اور خلاصی کی اپیل کر دی اور دوسرے کسی کافر کے غرق ہونے پر ایسا ردعمل ظاہر نہ کیا لہٰذا معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا ہیں اپنی دعا اور منکرین کے لئے طلب کردہ ہلاکت کے برعکس اپنے کافر بیٹے کے لئے شفقت پدری نے جوش مارا اور اللہ تعالے نے ان کو اپنی دعا کی طرف متوجہ فرمایا یہ بھی اسی طرح کافر ہے جس طرح دوسرے لہٰذا صحابی رسول جتنا بھی بلند مرتبہ کیوں نہ ہو۔ اس سے بھی بشری تقاضوں کے تحت ایسے فعل کا سرزد ہو جانا بعید نہیں ہے۔

ایک دفعہ آپ جنوں کے جسم انسانی میں نفوذ اور تصرف پر گفتگو فرما رہے تھے۔ بندہ نے بعض اکابر علماء کا یہ سوال خدمت عالیہ میں پیش کیا کہ تداخل جواہر محال ہے لہٰذا جن اس طرح جسم انسانی میں نفوذ کیونکر کر سکتا ہے آپ نے بطور مزاح سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے ایک جملہ میں اس کا جواب بھی دے دیا سو تداخل جواہر کے استحالہ کی حقیقت بھی سمجھا دی

فرمایا ہاں میں نے ابھی تک کسی ایسے شخص کو تولا نہیں اور اس کا وزن نہیں کیا جس پر آسیب کا اثر ہو امید ہے اس کا وزن بڑھ جاتا ہوگا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک جوہر اور موجود بذاتہ کا دوسرے ایسے جوہر میں نفوذ کرنا محال اس صورت میں ہے جب اس نفوذ کے بعد نہ حجم و مقدار میں اضافہ ہو اور نہ ہی وزن اور ثقل میں مثلاً۔ چینی دودھ میں گھل جائے تو حجم میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوگا۔ مگر وزن بڑھ جائے گا لہٰذا ایسے ہی آسیب زدہ شخص کے طول و عرض اور عمق میں کمی بیشی نہ ہو مگر وزن اور ثقل بڑھ جائے تو جو تداخلِ جواہر محال ہے اس کا وقوع یہاں لازم نہ آیا۔

پھر ارشاد فرمایا جن اپنے وجود کو گھٹا کر چیونٹی کے برابر بھی کر سکتے ہیں اور بڑھا کر افق سماء تک بھی لے جا سکتے ہیں اور انسانی جسم میں خلا بھی ہے لہٰذا ان کا جسم کے خالی حصوں میں نفوذ کر جانا کیا بعید ہے جب کہ رسول کریم علیہ السلام فرماتے ہیں۔

شیطان انسان کے اندر خون کے راستوں میں سرایت کرتا ہے اور جاری وساری ہو جاتا ہے۔

ایک دفعہ ایک بدعقیدہ عالم نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر یہ اعتراض کیا کہ ان کو اپنے لخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق معلوم ہوتا کہ کنعان کے قریب کنوئیں میں پڑے ہیں تو نکال کیوں نہ لیتے آپ نے فرمایا مولوی صاحب صرف اتنا ہی پتہ نہیں تھا کہ کنوئیں میں ہیں یہ بھی معلوم تھا کہ اس کنوئیں کی تہہ سے اٹھکر انہوں نے تخت مصر کی بلندی پر پہنچنا ہے اور وہاں کا حاکم اور بادشاہ بننا ہے تو وہ اپنے لخت جگر کو اس عظمت اور سربلندی پر فائز ہونے سے کیوں روکتے۔ اگر تو اپنا بیٹا لاہور کسی مدرسہ میں داخل کر کے آئے اور ظاہری بُعد اور دوری کی وجہ سے یہاں رونے لگے تو کوئی کم عقل شخص بھی تجھے کہے گا کہ وہاں سے اس کو واپس بلا لے؟ تو خود اور سب لوگ یہی کہیں گے۔ اس کا بھلا اسی میں ہے لہٰذا صبر سے کام لینا چاہیئے پھر دس آیات مبارکہ سورہ یوسف سے تلاوت کر کے اس پر واضح کر دیا کہ یہ سب مخصوص صریحہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے علم پر واضح دلالت کر رہی ہیں لہٰذا محض اس عقلی توہم کی بنا پر پیغمبر خدا پر اعتراض کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے اور نہ ہی اس سے نفی علم کی کوئی معقول بنیاد۔

جناب سید احمد شاہ صاحب اجنالوی نے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت زلیخا کے نکاح کا انکار کیا اور حضرت جامی اور دیگر مفسرین کے اس قول پر تنقید کی۔ آپ نے فرمایا شاہ صاحب تم ثبوت عدم نکاح کے مدعی ہو یا عدم ثبوت نکاح کے قائل پہلا امر قطعی دلیل کا متقاضی ہے جس کا اب موصول ہونا ممکن ہے اور تقدیر ثانی پر عدم ثبوت شئی، عدم شئی کو مستلزم نہیں لہٰذا تم نکاح نہ ہونے کا قول کیسے کر سکتے ہو؟ اور ان مفسرین اور اکابرین ملت پر تنقید واعتراض کی کیا گنجائش ہے شاہ صاحب بالکل لاجواب ہو کر رہ گئے۔

ایک دفعہ دارالعلوم میں طلبا کرام اور مدرسین حضرات کو خطاب فرما رہے تھے۔ سرور کونین صلی اللہ

علیہ وسلم کے خداداد مراتب بیان فرماتے ہوئے فرمایا بلندی اور فوقیت کی بھی ایک حد ہے لیکن مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حد نہیں ہے۔

جب بندہ نے یہ جملہ سنا تو آپ کی عقیدت و محبت پر بھی قربان ہو رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی جو عظیم علمی نکتہ آپ نے یہاں بیان کیا اس پر دنگ رہ گیا کیونکہ بلندی کا تعین فلک الافلاک اور مجدد جہات سے ہے اور پستی کا تعین زمین کے اندرونی اس نقطہ سے جو مرکز ہے دوائر کرہ جات اور افلاک کا اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج سب کرہ جات اور افلاک و عرش اعظم سے بھی ماوراء قدم رنجہ فرما ہو چکے تھے لہٰذا جس عظیم کرہ سے بلندی اور فوقیت کا تعین تھا جب وہ بھی کہیں نیچے رہ گیا تھا تو مقام مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی حد کیسے ہو سکتی تھی اور جب جسد اطہر کی عظمت و برتری یہ ہے تو روحانی مقامات اور باطنی مدارج کی حد و نہایت کیسے متصور ہو سکتی ہے۔ ؎

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ایک دفعہ ایک غیر مقلد عالم سے ملاقات ہوئی تقلید کے موضوع پر بات چیت ہونے لگی تو آپ نے اس سے فرمایا تم نے بذات خود قرآن و حدیث کی روشنی میں قراءت خلف الامام آمین بالجہر اور رفع یدین یا آٹھ رکعت تراویح وغیرہ کے متعلق جو رائے قائم کی ہے وہ برحق ہے یا نہیں اور ہم پر اس کی پیروی لازم ہے یا نہیں؟ وہ مہر بلب ہو گیا اور بالکل چپ سادھ گیا آپ نے بار بار اپنے سوال کو دہرایا، لیکن ایسے معلوم ہوتا تھا کہ اس کو سانپ سونگھ گیا ہے حضرت علامہ ابوالحسنات قادری خطیب جامع مسجد وزیر خاں نے فرمایا وہ بولے تو کیسے آپ نے اس کی شاہ رگ پکڑ لی ہے۔

آپ کا مقصد یہ تھا کہ تم نے جو کچھ سمجھا ہے اگر وہ برحق نہیں ہے اور اس کی پیروی دوسروں پر لازم نہیں تو پھر اس کی تبلیغ اور اس کی اشاعت کیوں کر رہے ہو اور اگر حق ہے اور ہم پر اس کی اتباع لازم ہے تو گویا تیری تقلید کرنا ہم پر لازم ہوا اگر امام ابوحنیفہ جیسی عظیم ہستی کی تقلید حرام ٹھہری اور یہی نکتہ اس نے بھانپ لیا تھا اور سمجھ گیا کہ میرے آگے کیسی دلدل آ گئی ہے لہٰذا مہر بلب ہو گیا اور ایک انچ بھی آگے چلنے کو تیار نہ ہوا۔

مولوی عبدالرؤف لوچیالوی کے ساتھ مولانا نذیر احمد صاحب علوی مناظرہ کر رہے تھے۔ دوران گفتگو انہوں نے بخاری شریف کے متعلق کہہ دیا کہ اس کو بچے پڑھتے ہیں۔ مولوی منظور صاحب نے اس جملہ کو خوب اچھالا اور کہا دیکھئے بخاری شریف اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے قرآن مقدس کے بعد سب کتابوں سے صحیح ترین کتاب اور تم نے اس کے متعلق یہ لفظ کہہ دیئے ہیں آپ نے فرمایا مولوی صاحب اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بچے پڑھتے رہتے ہیں اور اس کی شان میں کوئی کمی لازم نہیں آئی تو بخاری شریف جس کا درجہ کتاب اللہ کے بعد ہے اگر اس کو بچے پڑھیں تو اس کی شان میں کیا کمی لازم آ سکتی ہے آپ کا اتنا کہنا تھا کہ اس کی ساری تقریر اور جادو بیانی پر پانی پھر گیا۔

مولوی غلام حسین صاحب سلیانوی بدعقیدگی کی

حضرت مائل بھئے ایک دفعہ حاضر خدمت ہوئے مزار بوسی کے جواز پر گفتگو شروع کر دی آپ نے مختلف اکابرین ملت مثل امام احمد ابن حنبل اور امام بدرالدین عینی، علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری کے حوالہ جات کے ساتھ ساتھ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کو بوسہ دینا اور رخسار مبارک مزار پر انوار پر رکھنا مروان کا اس حالت میں آپ کو دیکھنا اور سخت لب و لہجہ میں منع کرنا حضرت ابوایوب رضی اللہ کا جواب میں فرمانا کہ اے مروان۔ اب دین پر رونے اور ماتم کرنے کا وقت ہے کیونکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دین پر اس وقت تک نہ رونا جب تک اس کے حاکم اہل ہوں اب تجھ جیسا نا اہل حاکم ہم پر مسلط ہو گیا ہے جس کو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس اور صنم کے درمیان فرق معلوم نہیں لہٰذا اب دین پر ماتم کا وقت آگیا ہے کما فی المستدرک وغیرہ ع

مولوی موصوف نے کہا ہاں یہ حوالے تو ہوں گے۔ مگر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا کسی کے مزار شریف کو چومنا ثابت ہو جاتا تو البتہ کوئی بات ہوتی آپ نے فرمایا مولوی صاحب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل ذات صرف اللہ تعالےٰ کی ہے جو حی قیوم ہے اور تو کوئی افضل ہے نہیں بلکہ مساوی اور مماثل بھی نہیں تو آپ کس کی قبر کو بطور تعظیم و تبرک بوسہ دیتے اللہ حی و قیوم کا مزار تم دکھلا دو اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا بوسہ دینا میں دکھلا دونگا مولوی صاحب موصوف دم بخود رہ گئے۔

ع نوٹ: اس مسئلہ پر آپ نے اپنے ایک عربی رسالہ تنویر الابصار میں بحث فرمائی ہے اور سب حوالہ جات اس میں مندرج ہیں۔




چشمے


UOI

رونقِ محفلِ چشتی

تحریر:۔ صاحبزادہ سیّد غلام نصیر الدّین نصیرؔ گیلانی۔ گولڑہ شریف

مسلمان جو کام بھی شروع کرتا ہے، رحمان و رحیم کے نام سے، اس کی تسبیح و تحمید سے لہٰذا لازم ہے کہ جب رب العالمین کے خاص بندوں کا ذکر ہو تو خصوصاً خالقِ حقیقی کی سپاس گزاری کی جائے کہ اس نے ایسی برگزیدہ ہستیوں سے خلقت کو شرف بخشا۔ پھر اس دور میں جب کہ لوگوں کے دلوں میں اہل اللہ کا عرفان مادی اور خارجی عقائد کی بھرمار کی وجہ سے مدھم اور مبہم ہے۔ یہ ضروری ہے کہ من حیث المجموع ان کے وجود کی اہمیت کی طرف اشارہ کر کے نفسِ مضمون کی جانب رُخ کیا جائے۔

کائنات کا ہر ذرہ خالقِ کائنات کی عظمت و سطوت کی منہ بولتی تصویر ہے۔ تخلیق کائنات برحق ہے اسے عبث وجود میں نہیں لایا گیا۔ ہر شے کا ایک مقصد اور مقام ہے اور اس کی تخلیق میں

حکمت پوشیدہ ہے۔ تخلیق فعالی اور تنوع سے عبارت ہے۔ بقول حضرت بیدلؒ ؎

جہاں جوش بہار بے نیاز لیست
بہیک صورت دو گل کم آفریدند

جس طرح وسعتِ کائنات کا احاطہ ذہنِ انسان کے لیے ممکن نہیں اسی طرح تخلیق کے تنوع پہنائی اور گہرائی کی تشریح ناممکن ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۔

(ترجمہ) "آپ فرمادیں اگر سمندر میرے پروردگار کی باتیں لکھنے کے لیے روشنائی بن جائے تو وہ ختم ہو جائے، اگر میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں بلکہ اتنی ہی روشنائی ہم اور لے آئیں تو وہ بھی کفایت نہ کرے۔"

خلقت میں جو مدارج و مراتب ہیں ان سے رب کریم کی شان عیاں ہے اور ان پر غور و فکر عین سعادت ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:-

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔

(ترجمہ) "ان ہوش مند لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو اٹھتے بیٹھتے، ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں اور بے اختیار بول اٹھتے ہیں کہ پروردگار یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا۔"

کائنات کی وسعت میں بظاہر انسان کی کوئی حیثیت نہیں، لیکن اس کے علوّ ہمت نے اسے بلند و بالا مقام عطا کیا۔ فرشتوں نے اسے سجدہ کیا اور کائنات کو اس کے لیے مسخر کیا گیا۔ اس قدر و منزلت کا سبب یہ ہے کہ وہ بارِ امانت جسے اٹھانے سے پہاڑ، زمین اور آسمان عاجز آگئے اسے انسان نے قبول کیا۔ خداوند تعالیٰ نے اسے احسن التقویم قرار دیا اور اسے زمین میں اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ نیابتِ الٰہی کے باعث انبیاء علیہم السلام زیادہ مستحق قرار پائے اور ختمِ رسالت و تکمیلِ دین کے بعد اس رتبے کی رونق اولیاء اللہ سے ہے۔ یقیناً تمام انسان اپنی ہیئت اور نسب

کے اعتبار سے یعنی اولادِ آدم ہونے کی وجہ سے یکساں ہیں مگر جس طرح کائنات کی ہر شے میں فرقِ مراتب ہے اسی طرح انسان کے مراتب بھی خداوند تعالےٰ نے خود مقرر فرمائے ہیں۔ ایک انسان تو وہ ہے کہ اس کی تمام تر کوشش فساد پھیلانے کے لیے ہوتی ہے اور دوسرا وہ جس کے لیے یہ حکم ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ۔

(ترجمہ) "انسانوں میں سے بعض ایسے ہیں جو رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتے ہیں اور ایسے بندوں پر اللہ بہت مہربان ہے"۔

انہیں اللہ تعالیٰ نے مقربین قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ قربتِ الٰہی سے بڑھ کر کوئی اور مقام انسان کے لیے سرمایۂ عزّ و افتخار نہیں ہو سکتا۔

خداوند تعالیٰ نے انسانوں کو تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔ دائیں بازو والے، بائیں بازو والے اور مقربین۔ بائیں بازو والے تو جہنمی ہیں۔ دائیں بازو والے اور مقربین کا فرق اللہ ربّ العزت کے ارشاد سے واضح ہوتا ہے۔

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ۔

وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ۔

(ترجمہ) "پھر وہ مرنے والا اگر مقربین میں سے ہے تو اس کے لیے راحت، عمدہ رزق اور نعمت بھری جنت ہے اور جو اصحاب یمین میں سے ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تجھ پر سلام ہو، تو اصحاب یمین میں سے ہے"۔

اولیاء اللہ کی تمام زندگی ذکرِ الٰہی میں صرف ہوتی ہے۔ ذکر ایک عبادت ہے جو خداوند تعالیٰ کو محبوب ہے۔ ارشاد باری ہے:

۱۔ مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا۔

۲۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔

۳۔ اللہ کے ذکر سے استعانت حاصل کرو۔

۴۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ (ترجمہ) خبردار! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے"۔

اس سے بڑھ کر ذکر کی اور فضیلت نہیں ہو سکتی کہ خود قرآنِ حکیم کو ذکر کہا گیا ہے۔ ذکر و فکر

سے دل ودماغ کے تمام گوشے منور ہو جاتے ہیں۔ بندے کو خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے اور وہ کائنات کے ان عجائبات کا مشاہدہ کرتا ہے جو عام انسان کی نظر سے پوشیدہ ہیں۔ اولیاء اللہ کے درجات کا ادراک ایک عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ کیوں کہ انسان ظاہر بین ہے اور خداوند تعالیٰ خبیر وعلیم وہ دلوں کا حال جانتا ہے۔ بے شمار شواہد اولیاء اللہ کی فضیلت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ جس طرح انبیاء علیہم السّلام کی فضیلت کے سلسلے میں ارشادِ خداوندی ہے ۔" کہ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی"۔ مفسرین کا متفقہ عقیدہ ہے کہ اس آیت میں وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ سے مراد حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

خدا جسے چاہتا ہے اپنے لیے چن لیتا ہے بالکل اسی طرح اہلِ بیتِ اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذریت سے جو اولیاء پیدا ہوئے یا ہوں گے انہیں یک گونہ فضیلت حاصل ہے۔ اس لیے کہ آیۂ تطہیر کا منشا ہی یہ ہے کہ کچھ نفوس کو پاکیزگیٔ نفس کے لیے چن لیا جائے اور یہ انتخاب بھی اس مشیّتِ الٰہی کے مطابق ہو جس میں اعلان کیا گیا ہے کہ " تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے جو نیک کاموں کی طرف بلائے، اچھے کام کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے اور ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچیں گے"۔ یہی لوگ قرآن کریم کی اصطلاح میں راسخون فی العلم کہلائے کہ ان کا کام کتاب وسنت کے علم کو عام کرنا ہے۔ انہی نفوسِ قدسیہ کو عبادُ الرحمٰن کے لقب سے بھی نوازا گیا ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا
خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا وَّالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ
لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۔

(ترجمہ) " رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور اگر جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تمہیں سلام، یہ لوگ اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں"۔

اللہ کے انہی بندوں کے لیے بشارت ہے:

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ
فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا
وَّمُقَامًا۔

(ترجمہ) "یہ ہیں وہ لوگ جو صبر کا پھل منزلِ بلند کی صورت میں پائیں گے۔ آداب و تسلیمات سے ان کا استقبال ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ وہیں رہیں گے۔ کیا ہی اچھا ہے وہ مستقر اور مقام"۔

یہ ایک درخشاں حقیقت ہے کہ اسلام کی ترویج و اشاعت اولیا راللہ کی مرہونِ منت ہے حیاتِ ظاہری میں بھی وہ روشنی کے مینارہ تھے اور ان کی وفات کے بعد ان کی تعلیمات ہم سب کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

ہم سب اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ تجدید و احیائے دین میں حضرت سید مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخش، حضرت محبوب سبحانی سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوثِ اعظم، حضرت خواجۂ خواجگان سید معین الدین حسن چشتی اجمیری غریب نواز رحمہم اللہ کی مساعئ جمیلہ کا بڑا دخل ہے۔ تبلیغ و سلوک و عرفاں کا یہ وہ سلسلۃ الذہب ہے جس نے دین کو عام کیا اور انوارِ رسالت سے سینوں کو اجالا۔ ان بزرگوں کے دم سے اسلام کا بول بالا ہوا۔ اور پھر چراغ سے چراغ جلتا رہا۔ اگر کوئی عام انسان ان اکابرائت کی ہمسری کا دعویٰ کرے یا انہیں خود پر قیاس کرے تو یہ ایک جہالت ہوگی۔ اس کے بارے میں مولانا غنی کاشمیری کا یہ شعر کتنا بلیغ ہے ؎

بد گہر از رہِ تقلید بہ نیکاں نرسد
پا اگر خواب کند چشم نخوانند اُو را

برّصغیر میں حضرت مولانا فخرالدین فخرِ جہاںؒ محب النبی دہلوی علیہ الرحمہ کے بعد یہ سلسلۂ فیضان حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قطب الاقطاب شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اور پھر حضرت غوثِ زماں شمس الملۃ والدّین خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہُ العزیز کے دم سے بڑھتا چلا گیا اور خدا نے چاہا تو یہ فروغ برقرار رہے گا۔

ہمیں آستانۂ عالیہ سیال شریف سے جو دلی محبت اور ارادت ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اور یہ ارادت کیوں نہ ہو، حضرتِ اعلیٰ سیالوی علیہ الرحمہ کا سلوک حینِ حیات میرے پردادا حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گیلانی قدس سرہٗ سے خصوصی شفقت اور مؤدت کا حامل تھا۔ اس روایت کو حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے برقرار رکھا اور حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ قدس سرہٗ کو بھی باوجود اس کے کہ وہ تین سلاسل طریقت میں خلیفہ مجاز تھے۔ اپنے مرشدِ ثانی حضرت شمس العارفین سیالویؒ سے بے پناہ محبت تھی۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اولاً اپنے والد ماجد کے ماموں حضرت پیر سیّد فضل الدین قادری گیلانی سے (جن کا مزار پُرانوار گولڑہ شریف میں ہے) سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے، اس کے بعد آپ کو سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیالوی سے خلافت ملی۔ اور آخر میں زیارتِ

حرمین شریفین کے دوران آپ کو حضرت قطب الاقطاب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سلسلۂ عالیہ صابریہ میں خرقۂ خلافت عطا ہوا۔ہ ہمارے سلسلے کو دوسری دو نسبتوں کے مقابلے میں سیال شریف کی نسبت کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ غالباً اس کی سب سے بڑی وجہ جناب پیر صاحب علیہ الرحمۃ کی حضرت شمس العارفین سے بے پناہ قلبی محبت ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ اور حضرت اعلیٰ سیالوی رحمہما اللہ کے تعلقات میں جو خلوص و ارتباطِ خاص تھا وہ ان کنایات سے ظاہر ہے کہ حضرت سیالویؒ نے حضرت پیر مہر علی شاہؒ کو اپنا علاقائی لباس زیب تن کرنے کو فرمایا اور مزید فرمایا کہ مجھے آپ کی یہ وضع قطع بہت پسند ہے۔ پھر خلافت عطا کرتے ہی اپنے رُوبرو بیعت لینے کی ہدایت فرمائی۔ حضرت اعلیٰ سیالویؒ کا حضرت پیر مہر علیشاہ سے یہ سلوک بھی امتیازی شان کا حامل ہے۔ چنانچہ حضرت پیر صاحب علیہ الرحمۃ کا ایک ساتھی جو اس وقت آپ کے ساتھ تھا حضرت شمس العارفین سیالوی علیہ الرحمۃ کے اس حکمِ خاص کے تحت اسی نشست میں آپ کی بیعت ہوا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ سے حضرتِ اعلیٰ سیالوی کی ان امتیازی عنایات کی مثال نہیں ملتی اسی تعلقِ خاطر کی بنا پر میرے دادا حضرت پیر سید غلام محی الدین قدس سرہٗ (بابوجیؒ) ہر سال عرس پر آستانۂ عالیہ سیال شریف حاضر ہوتے اور اب میرے والدِ مکرم اور عمِ محترم باوجود علالت

لہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے خرقۂ خلافت ملنے کا تذکرہ خود حضرت قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے "ملفوظاتِ طیبات" میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں :-

"ہمارے خواجہ شمس الحق والدین کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جو بھی محبت سے آیا اُسے اس کی استعداد سے زیادہ فیوض و برکات سے نوازا۔ جس کسی نے آپ کو ایک بار دیکھا اُسے دوبارہ دیکھنے کی ہمیشہ حسرت رہی۔ ۱۳۰۷ھ میں حج بیت اللہ شریف کے موقع پر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی خود بخود میری طرف متوجہ ہوئے اور باطنی نعمت دینا چاہی، لیکن میرے دل میں خیال گزرا کہ جو رُخِ انور ہم نے دیکھا ہے۔ جہاں میں اور کہیں نظر نہیں آتا۔ آخر ان کے اصرار پر عرض کی کہ اگرچہ ضرورت محسوس نہیں ہوتی، لیکن چونکہ آپ بخشش عنایت فرما رہے ہیں۔ لہذا آپ کا شکر گزار ہوں۔ تاہم اس عنایت کو اپنے شیخ طریقت کی طرف سے سمجھتا ہوں چنانچہ انھوں نے سلسلۂ طریقت چشتیہ صابریہ عنایت فرمایا۔

(بحوالہ "مہر منیر" صفحہ ۱۰۱) ——— ضیائے حرم ———

اس سعادت میں برابر شریک ہوتے ہیں اور خدا نے چاہا تو قربت کے یہ رشتے آئے دن مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے جائیں گے۔

حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ عالم باعمل اور اتحاد بین المسلمین کے عظیم الشان علمبردار تھے۔ تحریکِ پاکستان میں انھوں نے جو اعلیٰ کردار ادا کیا وہ ہمیشہ یادگار رہے گا۔ علماء و مشائخ کو ایک مرکز پر جمع کیا اور ظلم و استبداد کے خلاف سینہ سپر ہو کر مصائب و شدائد برداشت کیے۔ آپ دارالسلام (ٹوبہ ٹیک سنگھ) میں سنی کانفرنس منعقدہ ۱۹۷۰ء جمعیت علمائے پاکستان کے صدر منتخب ہوئے۔ اجلاس کے فوراً بعد آپ نے گولڑہ شریف کو اپنے ورود سے نوازا اور میرے دادا سے فرمایا۔ آپ کو علم ہے کہ اس وقت تمام طاغوتی طاقتیں مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہیں۔ الحاد و زندقہ کو پھیلایا جا رہا ہے۔ غیر اسلامی نظریات کی اشاعت کی جا رہی ہے۔ اب آپ کے تعاون کی اشد ضرورت ہے تاکہ آپ کا وسیع حلقۂ اثر دشمنوں کی قوت توڑنے میں کارآمد ثابت ہو سکے۔ میرے دادا علیہ الرحمۃ نے حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کی اس خصوصی تشریف آوری اور پھر وقت کی نزاکت کے پیشِ نظر حضرت سیالوی علیہ الرحمہ کی بھرپور حمایت کا اعلان فرمایا۔ اور تمام متوسّلین کو ہدایت جاری کی وہ دامے درمے سخنے اس سلسلے میں سعی کریں۔ آپ نے حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کی اس آمدِ خصوصی اور نظامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نفاذ کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے مزید عرض کی کہ "عمومی اجتماعات اور اسٹیج پہ جانا میری عادت نہیں، لیکن آپ کی آمد اور اس عظیم خالص دینی مقصد کی خاطر حاضر ہونے کی پوری کوشش کروں گا اور جہاں خود حاضر نہ ہو سکا وہاں اپنا ایک نمائندہ خصوصی بھیج دوں گا۔" چنانچہ حضرت خواجہ صاحب کے زیرِ صدارت کئی جلسوں میں مفتی" درگاہِ گولڑہ شریف و مؤلف" مہرِ منیر" استاذی و استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد فیضی دامت برکاتہم العالیہ شرکت فرماتے رہے۔

ملتان میں منعقد ہونے والے ایک بہت بڑے اجلاس میں میرے دادا حضرت بابوجی علیہ الرحمہ بنفسِ نفیس شریک ہوئے جس میں حضرت خواجہ سیالوی" بھی رونق افروز تھے۔ اس کے علاوہ حضرت سیالوی علیہ الرحمہ کے زیرِ صدارت راولپنڈی کے سب سے بڑے دینی اجتماع "سنی کانفرنس" میں بھی شرکت فرمائی جس میں حضرت خواجہ صاحبؒ کے حکمِ خصوصی کے مطابق مجھے تلاوتِ قرآن کریم کا شرف بھی حاصل ہوا۔ مجھ پر حضرت سیالوی" کا جو کرم تھا وہ ناقابلِ فراموش ہے۔ میں ابھی طالب علمی کے ابتدائی دور میں تھا کہ آپ کی زیارت و صحبت سے مشرف ہوا۔ جب ملے گلے لگایا، پوچھا مولانا کون کون سی کتابیں پڑھ رہے ہو؟ پھر میری عزت افزائی کے لیے ایک آدھ سوال بھی "نحو" کا پوچھا: وہ اخلاقِ کریمانہ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

وہ متبحر عالم جو تقوٰی اور ورع میں یکتائے روزگار تھا اور سادہ لباسی اور شیرینی بیانی میں فقیدالمثال۔ اس کی خوش خلقی، بردباری اور شفقت و رافت آج بھی ہمارے سینوں کو بدستور گرما رہی ہے۔

احترام نسبت کے سلسلے میں ایک مستند روایت درج ذیل ہے، جس سے ان کی حد درجہ تواضع اور پاس نسبت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے:

وڑچھہ شریف ضلع سرگودہا کے صاحب زادہ سید غلام محمد شاہ صاحب گیلانی نے دوران گفتگو بتایا کہ میں اکثر والد ماجد علیہ الرحمۃ کے ساتھ سیال شریف حاضر ہوتا تھا۔ کبھی کبھی ایسا اتفاق بھی ہوا کہ ہم سیال شریف پہنچے تو چاند کی گیارہویں ہوتی تھی جب کبھی ایسا ہوا تو حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے والد ماجد سید غلام دستگیر شاہ گیلانی علیہ الرحمۃ کو سوا گیارہ روپے نذر کئے اور یہ وضاحت فرمائی کہ حضرت اعلیٰ سیالوی کے آباؤ اجداد میں سب کے سب سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت تھے۔ جس کا سلسلہ حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانی علیہ الرحمۃ سے جا ملتا ہے، موصوف سید المحدثین حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ تھے۔ اس لیے میری کوشش بھی یہی رہتی ہے کہ گیارہویں شریف کی یہ نذر چاند کی ہر گیارہویں کو گیارہویں والے پیر کے کسی فرزند کو ہی دوں۔

عصر حاضر کے مفسر قرآن کریم جناب حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری سیال شریف سے ہماری نسبت کے ان تمام مدارج و مقامات سے آشنا ہیں وہ ایک عہد ساز شخصیت ہیں اس نازک دور میں ان کا وجود غنیمت ہے۔ وہ خدمت دین میں مستعد اور سرگرم ہیں۔ الحمدللہ میں نے ٹیلیویژن پر حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین کے جذبات کی ترجمانی کی ہے مگر ٹی وی والوں نے اسے تمام و کمال پیش کرنے میں کوتاہی کی۔ لہٰذا ضروری ہے کہ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب کی وساطت سے محبت کی یہ مہک قارئین ضیائے حرم تک بھی پہنچے اور ان کے محاسن و محامد کی ایک جھلک اپنے اس مقالے میں اہل اللہ سے محبت و ارادت رکھنے والوں کو دکھائی جائے۔

مجھے احساس ہے کہ حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ کی ذات بابرکات نہ میری تعریف کی محتاج ہے اور نہ ہی میرے لیے یہ ممکن ہے کہ ان کے جملہ فضائل و کمالات کو حیطۂ تحریر میں لاسکوں، مگر وہ تعلق خاطر اور ربط و ضبط جو عرصۂ دراز سے ان کی ذات گرامی کے ساتھ تھا (اور بدستور ہے) وہ اس امر کا متقاضی ہے کہ ان کے محاسن و محامد کے ذکر سے تسکین قلب کا سامان مہیا کیا جائے۔ جس طرح ظلمت کو نور میں بدلنے کے لیے آفتاب کی ایک شعاع ہی کافی ہوتی ہے اسی طرح حضرت سیالوی علیہ الرحمۃ کی اپنی ذات گرامی ہی



سیال شریف میں حضرت شیخ الاسلام کی آخری آرام گاہ

طاغوتی طاقتوں کے استیصال کے لیے کافی تھی اور اپنے فکر و عمل سے انھوں نے اس کا ایک لازوال ثبوت بھی فراہم کیا۔ غیر اسلامی اور ملحدانہ نظریات و افکار پر وہ ضرب کاری لگائی جس سے آج ہمیں وہ قوتیں پسپا اور منہدم نظر آتی ہیں۔

خداوند تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے:

"کہ وہ اپنی ذات میں ایک امت تھے"

اسی طرح حضرت سیالوی علیہ الرحمۃ ملتِ ابراہیمی میں بذاتِ خود ایک ادارہ، ایک مشعل اور ایک مینارۂ نور تھے ؎

بہارِ عالمِ حُسنش دل و جاں تازہ می دارد
برنگ اصحابِ صورت را ببو اربابِ معنیٰ را





لالہ موسیٰ میں دار العلوم جامعہ قادریہ ضیاء القرآن کا اجراء

جس کا افتتاح

برموقع عرسِ مقدّس اشرف المشائخ حضرت مولانا الحاج پیر غلام قادر صاحب اشرفی رحمۃ اللہ علیہ منعقدہ **۲۱ شوال ۱۴۰۱ھ ۲۲ اگست ۱۹۸۱ء** کو مفسرِ قرآن، ضیاء الاُمّت حضرت صاحبزادہ پیر محمد کرم **شاہ** صاحب ایم اے (الازہر) سجادہ نشین و پرنسپل دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف نے فرمایا۔ جس میں مڈل پاس طلبہ کو عرصہ چار سال میں ادیب فی العربی اور میٹرک کے امتحانات پاس کرانے کے بعد عالم عربی، فاضل عربی، الیف۔اے، بی۔اے اور دورۂ حدیث کے لیے مرکزی دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف بھیجا جائے گا۔ تشنگانِ علوم دار العلوم جامعہ قادریہ ضیاء القرآن اندرون خانقاہ اشرفیہ جی۔ٹی روڈ لالہ موسیٰ کے ناظمِ اعلیٰ سے رابطہ قائم کریں۔ طلباء کے قیام و طعام کا معقول انتظام ہے،

المشتہر۔ صاحبزادہ **ضیاء الحسن اشرفی** سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ
ناظمِ اعلیٰ دار العلوم جامعہ قادریہ ضیاء القرآن
جی ٹی روڈ لالہ موسیٰ
ضلع گجرات

چند باتیں، چند یادیں



عالی مرتبت حضرتِ خواجہ

محمد قمر الدین سیالوی رحؒ

کی گھریلو زندگی

تحریر: حضرۃ اُمّ احمد بلال۔ سیال شریف

یہ لکھتے ہوئے کلیجہ کٹتا ہے کہ دنیائے معرفت و اہلِ ذوق کا تابندہ درخشندہ قمر۔ رشد و ہدایت کا سرچشمہ، جود و سخا کا منبع جسے کہ مخلوقِ خدا حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے جانتی ہے۔ ہم میں آج ظاہری طور پر موجود نہیں۔ اِنا لِلّٰہ و اِنا اِلیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار صلاحیتوں سے نوازا تھا۔

آپ کی عظیم و عالمگیر شخصیّت پر آپ کی علمی قابلیت و سیاسی بصیرت پر آپ کی دینی و ملی خدمات پر تو کئی اہلِ علم و اہلِ قلم حضرات ہیں جو "ضیائے حرم" کے اس خاص شمارے "قمر الملت و الدّینؒ نمبر" کے لیے اپنے عالمانہ انداز میں خامہ فرسائی فرمائیں گے۔

لیکن میں بھی اپنی کم مائیگیٔ علم کا احساس ہونے کے باوجود اپنے حضرتؒ کو چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں خراج پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ کیوں کہ گھر اور اس گھر سے وابستہ افراد،

کسی بھی شخصیت کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ جب آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ ضیاء الدین حضرت ثالث عزیب نواز قدس سرہٗ کا جوان عمری میں وصال ہوا۔ اس وقت آپ بھی عمر مبارک کے اس دور میں تھے کہ زمانہ طالب علمی گزرے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ اپنے جلیل القدر اور بے مثال والد ماجدؒ کی جدائی کا صدمہ۔ سجادگی کی گرانقدر ذمہ داری۔ آستانہ عالیہ سیال شریف سے وابستہ لاکھوں معتقدین کی جو غم سے نڈھال تھے دلجوئی غرض ہزاروں کوہ گراں اپنے کندھوں پر پامردی سے اٹھائے۔

اس کے علاوہ اندرونِ خانہ اپنی بیوہ والدہ ماجدہ۔ کمسن یتیم بہنوں۔ بھائیوں اور بیوہ پھوپھی صاحبہ کی امیدوں کا مرکز بھی صرف آپ کی ذات والا صفات تھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی شخصیت میں شروع سے مہر و محبت۔ خدمت و تواضع۔ عجز و انکسار کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ جو آنکھیں کسی انسان کی تکلیف پہ پُرنم ہو جاتی تھیں۔ وہ بھلا اہل خاندان کی ذرا بھی تکلیف کیسے گوارا کر سکتی تھیں۔ لہذا جیسا کہ بعد میں ثابت ہوا آپ نے ان سب کی درجہ بدرجہ نہایت ہی مہربانی سے نگہداشت کی۔

آپؒ کو زیبِ سجادہ ہوئے تین سال کا عرصہ گزرا تھا۔ جب آپؒ کی شادی اپنے بڑے چچا محترم حافظ میاں محمد عبداللہ صاحب کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ مائی صاحبہ بھی انتہائی پاک طینت اور منکسر المزاج خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

آپؒ کی اولاد میں سب سے پہلے صاحبزادی پیدا ہوئیں۔ (والدہ صاحبزادہ قطب الدین) پھر ایک صاحبزادہ امین الدین پیدا ہوئے۔ ان کا ڈھائی سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ جب وہ بچہ فوت ہوا جیسا کہ قدرتی امر ہے۔ حضرت مائی صاحبہ دکھ سے نڈھال ہو کر رونے لگیں۔ حضرت صاحبؒ نے ان کو صبر کی تلقین فرمائی اور خدا کے حضور سجدہ ریز ہونے کو فرمایا۔ معصوم بچے کی میت گھر میں موجود تھی اور مائی صاحبہ فوراً اٹھیں اور وضو کر کے سچے رب العالمین کی بارگاہِ رحمت میں سجدہ ریز ہوگئیں۔

اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپؒ کو تین فرزند عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایمان کامل صحت و تندرستی کے ساتھ سلامت تاقیامت رکھے (آمین) اور اپنے رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اپنے والد ماجد اور اسلاف کے نقشِ قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

جناب حضرت صاحبؒ اپنی والدہ ماجدہ جب تک کہ وہ حیات رہیں ان کی ہر خدمت اور دلجوئی اپنا فرضِ عین تصور فرماتے تھے۔ جن کی بے شمار مثالیں ہیں۔

یہ تو ہزارہا دفعہ کا مشاہدہ تھا کہ باہر سے گھر تشریف لاتے تو سیدھے اپنی والدہ صاحبہ کے قدموں

"حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا ایک پسندیدہ شعر، جو وصال سے چند ماہ قبل اکثر آپکی زبان مبارک پر رہتا تھا"

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رُخ برگِ گلاب

۳ر ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ مطابق یکم اکتوبر ۱۹۸۱ء

ہم نے گلشن کے تحفّظ کی قسم کھائی ہے!

بروایت: حضرت خواجہ غلام فخرالدین سیالوی۔ صاحبزادہ حاجی رب نواز سیالوی۔ حضرت صاحبزادہ عزیز احمد گکھڑوی)

پر سر رکھ دیتے اور اپنی ناکردہ خطاؤں کی معافی چاہتے۔

والدہ صاحبہؒ کو بھی اس عظیم سر کے تقدس کا پورا پورا احساس تھا۔ وہ فرمائیں مجھے گنہگار نہ کرو۔ سبحان اللہ ایسا ذی شان بیٹا اور ایسی رفعت مآب ماں!

اپنی بڑی ہمشیرہ صاحبہ پر خصوصی کرم نوازی فرماتے جب بھی کھانا آپ گھر میں تناول فرماتے ان کو خاص طور پر بلا کر شامل فرماتے۔ اور فرماتے آپ میرے حضرت صاحبؒ (ثالث غریب نواز) کی پیاری بیٹی ہیں۔

اکثر جب کہ ہمشیرہ صاحبہ ملتیں تو عرض کرتیں جناب اپنی صحت کا خیال رکھا کریں اور زیادہ سفر نہ کیا کریں کیوں کہ آپ کا دو دفعہ آپریشن ہو چکا ہے۔ اور سفر میں تھکاوٹ لازمی ہوتی ہے۔

آپ تھوڑا سا متبسّم ہو کر فرماتے:

"بے بے! اپنے پیر و مرشد حضور پیر پٹھان غریب نواز کے آستانہ عالیہ کے سفر میں تو مجھے راحت ہوتی ہے اور پیر بھائی جو اتنے خلوص و اصرار سے دعوت دیتے ہیں تو میں رہ نہیں سکتا۔"

آپ جس وقت گھر تشریف لاتے تھے تو گویا سوکھے دھانوں پانی پڑ جاتا تھا۔ ہر چہرہ خوشی سے کھل جاتا۔ غمگین و افسردہ حال دل اپنی تمام تر غمگینی بھول جاتے۔ زمانے کے غم و آلام کے ستائے ہوؤں کو گویا اپنا نجات دہندہ نظر آ جاتا۔ بے فکر اور غم ناآشنا بچے آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ آپ سب کی دلجوئی فرماتے روحانی فیض کے علاوہ کسی کو کپڑے۔ کسی کو پیسے۔ کسی کو قیمتی تحائف عطا فرماتے۔ اور ضرورت سے سوا عطا کرتے۔ اور ان عطا و کرم کے اوقات میں صرف اپنے بچوں کی تخصیص نہیں ہوتی تھی، بلکہ مہمان خواتین کے بچے۔ سیال شریف کے باسیوں کے بچے۔ لنگر کی خادماؤں کے بچے، سب شامل ہوتے تھے۔

آپؒ سرگودہا میں اپنی کوٹھی تشریف لے جاتے تو دور ہی سے آپ کی کار کا ہارن سن کر آڑوس پڑوس کے بچے اور سودا بیچنے والے پہلے ہی سے جمع ہو جاتے۔ ان کو یقین ہوتا تھا کہ آپ ایک بار میں ہی ان کی تمام چیزیں خرید لیں گے اور ان کو دن بھر کی مشقت سے نجات مل جائے گی۔ اور بچوں کو بہتر ہوتا تھا کہ وہ چیزیں ہم میں تقسیم کی جائیں گی۔

آپؒ کسی بھی موقع پر تبلیغ وحق گوئی کے فرض سے غافل نہیں ہوتے تھے۔

گزشتہ دسمبر میں ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ سرگودہا تشریف فرما تھے۔ آپؒ کی پوتیاں (صاحبزادہ مجدالدین اور صاحبزادہ نصیرالدین کی بچیاں) آپ کے پاس آکر کہنے لگیں کہ ہمارے سکول کی معلمات نے ہمیں افغان مجاہدین کے لیے چندہ لانے کو کہا ہے۔ اس وقت آپ نے بچوں کے سامنے جہاد کا مفہوم بتایا۔ شہداء اور مجاہدین کی شان بیان فرمائی۔ اس کے بعد خورد ونوش کا بہت سا سامان اپنی گاڑی بازار بھیج کر منگوایا اور افغان مجاہدین کے لیے بچیوں کے حوالے کیا۔ ملتِ اسلامیہ پاکستان پر جب بھی کڑا وقت آیا آپ نے اپنی باہر کی سرگرمیوں کے علاوہ گھر میں بھی قومی جذبے کو ابھارا۔ اور حالات کا مقابلہ کرنے کی نصیحت فرمائی۔

چنانچہ آپ نے اپنی بیوی، بہنوں اور خاندان کی تمام خواتین کو نشانہ بازی کی تربیت دی۔ ستمبر ۱۹۶۵ء اور دسمبر ۱۹۷۱ء میں جب پاکستان جنگ کی لپیٹ میں آگیا تھا آپؒ نے دل کھول کر فوجی بھائیوں کی امداد کی۔

اس کے علاوہ ان دنوں آپ کی اجازت سے گھر میں تمام خواتین آیتِ کریمہ اور دوسری تمام دعائیں پڑھ کر پاکستان کی حفاظت کے لیے دعا کرتیں۔ آپؒ کا ہر قدم سنتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اتباعِ شریعت کے مطابق اٹھتا تھا۔

آپؒ کی وفات کے غم میں عورتیں دور سے دھاڑیں مار کر روتی ہوئی آتی ہیں تو آپ کی بہو اور حضرت حمیدالدین صاحب سجادہ نشین کی اہلیہ محترمہ انہیں نہایت ہمدردی سے صبر کی تلقین کرتی ہیں۔ اور درود پاک پڑھنے کے لیے کہتی ہیں۔ جو کہ حضرتؒ صاحب ہر غم والم کا علاج بتاتے تھے کہ درود شریف بھیجو، اپنے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) ومولا پر تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے طفیل ہماری دین ودنیا میں بھلائی فرمائے۔ آخر میں میں اپنی ان تمام بہنوں سے التجا کرتی ہوں جن کو کہ آستانہ عالیہ سیال شریف سے وابستگی ہے کہ وہ آستانہ عالیہ پر مؤدب ہو کر حاضری دیں۔ اور اگر انہیں اپنے پیرومرشد سے سچے دل سے عقیدت ہے تو ان کی تعلیمات کو فراموش نہ کریں۔ یعنی شریعت پر محکم رہنا۔ صوم وصلوٰۃ پر پابندی اور غیر شرعی امور سے سخت پرہیز۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

قطعہ تاریخ وصال پیر سیال

رحمۃ اللہ علیہ

مَوتُ العَالِمِ مَوتُ العالَمْ — لَاشکَّ فِیہِ وَرَدَ الخَبَر
اِنَّ الہَاتِفَ قَالَ بِفَخْرٍ — جَفَّ القَلَمْ وَخَسَفَ القَمَر

۱۴۰۱ھ



انتقالش صدمۂ جانکاہ شُد — شد بجانِ ما ہر آنچہ آہ شد
شیخ الاسلام اندریں قحط الرجال — خواجہ قمر الدینؒ عالی جاہ شد
حافظ و عالم، ولیؒ و متقی — حیف پنہاں از نگہ ناگاہ شد
اُو فرشتہ بود در شکلِ بشر — قلب او از سِرّ حق آگاہ شد
عمرہا باید کہ پیدا مے شود — مردِ کامل آنکہ خضرِ راہ شد
ماہِ رمضاں بود با اصحاب بدرؓ — در مورخہ ہفدہم ہمراہ شد

فخرؔ گریاں گفت تاریخ وصال!
در رہِ عرفاں فنا فی اللہ شد

حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی مدظلہٗ



عارفِ حق ، زبدۂ اہلِ نظر   آں سپہرِ دینِ محکم را قمر
حیف آں سرمایۂ اخیار رفت   ساقیِ میخانۂ ابرار رفت
دامنِ دل ہا ز دردش چاک چاک   در فراقش سینہ ہا اندوہ ناک
پرتوِ روئے ضیاءُ العارفینؒ   افتخارِ دودمانِ شمسِ دیںؒ
خوش نہاد و عمدۃ الاوصاف بود   در صفات آئینۂ اسلاف بود
یادگارِ اصفیاء و اتقیاءؒ   عصرِ حاضر را امام و پیشوا
عالمِ موضوع و محمول آمدہ   جامعِ معقول و منقول آمدہ
ذاتِ اُو آئینہ دارِ معرفت   بحرِ ناپیدا کنارِ معرفت
زیست ما را زہر اندر کام ریخت   اشکِ خوں از دیدۂ ایام ریخت
آں فدائے صاحبِ شق القمرؐ   جبہ اش بر عتبۂ خیر البشرؐ
آنکہ نورِ حق زسیمائش جلی   در دلش حبِّ نبیؐ مہرِ علیؓ
آں بوسعت سرحدِ امکانِ علم   آں بخوبی یوسفِ کنعانِ علم

مردِ میداں عاشقِ دینِ نبیؐ   مقصدش ترویجِ آئینِ نبیؐ

آں بہ عالم حامیٔ دستورِ حق   بر لبانش نعرۂ منشورِ حق

محورِ فکرش نظامِ مصطفےٰؐ   در نگاہِ اُو مقامِ مصطفےٰؐ

حفظِ ناموسِ نبیؐ ایمانِ اُو   جنگ با حق دشمناں اعلانِ اُو

سینہ اش معمور از حُبِ رسولؐ   عاشقِ اصحابؓ و اولادِ بتولؓ

فطرتش حق گوئی و حُسنِ عمل   بے نیاز از فکرِ اسباب و علل

رمز سنج و نکتہ یاب و دیدہ ور   موجِ لفظش از گہر تابندہ تر

نوبہارِ آبرو زارِ حیات   بود تصویرِ سلف اندر صفات

تمکنت رفتاریش عالم شکار   شیوۂ غمخواریش اجداد وار

مثلِ قلزم علم و حلمش بے کراں   بود ہنگامِ سخن کوثر بیاں

صاف دل باسینۂ بے کینہ ،   صالحینِ رفتہ را آئینہٗ

بر لبش حرفے نیامد ناسزا   از زباں ہم نرم ، با خلقِ خدا!

نوعِ انساں را گرامی داشتے   آدمی را آدمی پنداشتے

خلق را از خُلقِ خود بنواختہ   جائے خوش در مردمک ہا ساختہ

اہلِ گیتی را نصیب از نعمتش!   روز و شب اندر طوافِ حضرتش

جدِّ او قطبِ زمیں غوثِ زماں   خواجہ شمس العارفینؒ شمسِ جہاں

آستانش سالکاں را مستقر   گردِ راہش سرمۂ اہلِ نظر

بود دستِ جودِ او عالم پناہ
معرفت درگاہ و عرفاں دستگاہ

وارثِ انوارِ آں شمسِ ہُدات
شُد قمرؒ در ذات و ہم اندر صفات

باشد ایں قانونِ فطرت معتبر
جانشینِ شمس می باشد قمر

شمس چوں پوشیدہ گردد از نظر!
آسماں را رونق افزاید قمر!

زو فروغ ثابت و سیّار ہست
بر زمیں ہم بارشِ انوار ہست

باشد ایں تنویر مخصوصِ قمرؒ
ہر دو را ربطیست باہم بیشتر

وارثِ فیضانِ شمسؒ آمد قمرؒ
ایں حقیقت را بداند ہر بشر

ور ز من پُرسی بگویم فاش تر
دیدنِ شمسؒ است دیدارِ قمرؒ!

شکرِ ایزد کایں دو چشم بارہا
شد ز دیدارِ قمرؒ، شمسؒ آشنا

من ضیائے شمس دیدم در قمر
گشتہ ام از جلوہ ہائش بہرہ ور

باد یارب مطلعِ قلب و نظر
کاسبِ تنویر از شمسؒ و قمرؒ

باد جاری چشمۂ فیضش نصیر
از طفیلِ غوثِ اعظم دستگیر

صاحبزادہ سیّد غلام نصیر الدّین گولڑہ شریف

تاریخ وفات

حضرت مولانا الحاج خواجہ حمید قمر الدین بن چشتی نظامی سیالوی

سجادہ نشین سیال شریف

عفر اللہ تعالیٰ

حضرت والامناقب باکمال — خواجہ قمر الدین چشتی بے مثال!

آفتابِ چشتیاں مردِ بزرگ — واقفِ اسرارِ ربِّ ذوالجلال

در تبارِ خواجہ شمس العارفین — سیلِ فیضش بود جاری در سیال

از قضا جامِ شہادت نوش کرد — یافت در فردوس با حق اتصال

چوں شرافت جست وصلش از خرد

خواجہ قمر الدّین عارف۔ گفت سال

۱۴۰۱ھ

شرافت نوشاہی

بحضورِ شیخ الاسلام

قم دیں نامے ست بس شیریں تریں
بہرِ تن جانے ست بہرِ جاں مُعیں

او ہُمائے لامکاں ،صیتِ پرش
بشنود اندر مدینہ دلبرش

نُورِ جاں در طوفِ اُوستانہ وار
چوں بگردِ خانہ طفلِ نے سوار

سینہ اش معمورۂ ذات و صفات
بزم گاہش قبلہ گاہِ کائنات

آبروئے اولیاء ،عالی نژاد
گوشۂ درگاہِ او مینو سواد

بادشاہِ کشورِ تاب و تب است
گنجِ اُو از گوہرِ اشکِ شب است

جوئے جُودش تیزتر از رودِ نیل!
خوشتر و زیبندہ تر از سلسبیل!

با ارادت چوں بہ پیشِ اُو روی
ذرّہ گر ، در دمے اختر شوی!
فکرِ او معمارِ استقبالِ ما!
دادہ اندیشش نامۂ اعمالِ ما!
سخت کوشد بہر بہبودِ ملل
نعرہ اش حیّ علےٰ خیر العمل

صاحبزادہ غلام نظام الدین مرولوی

شیخ الاسلام والمسلمین خواجۂ خواجگان محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ حق نما گزشت از ما | عاشق مصطفےٰ گزشت از ما
جامعِ علمِ ظاہر و باطن | پورِ شیرِ خدا رض گزشت از ما
در جہانِ شریعت و عرفاں | ہمچو شمس رض ہدیٰ گزشت از ما
آنکہ دین محمد ﷺ از وے شد | تازہ اندر وری گزشت از ما
عالمِ ذوق و شوق گشت سیاہ | قمر چشتیاں گزشت از ما
حامیٔ حق ، مجاہدِ ملت | مخلص و بے ریا گزشت از ما
فیض او تا ابد بود باقی !! | گرچہ آں رہنما گزشت از ما

مولانا فیض احمد مفتی و خطیب گولڑہ شریف

اے کہ بودی دین و ملت را قمر رح | یک بیک رُو پوش گشتی از نظر
از فراقت سینۂ ما داغ داغ | در یکے خانہ بسوزد صد چراغ
در غمت اہل چمن نالیدہ اند | باغبان و یاسمن نالیدہ اند
کردہ بودی ایں زمیں را آسماں | از نقوشِ پا مثالِ کہکشاں
سیرِ جنت می کُنی صبح و مسا | در جوارِ رحمتِ شمس رض و ضیا رض

دیدۂ مارا بجلوہ شاد کن
خانۂ برباد را آباد کن

محمد منشا سیالوی

سردیوں کا تعارفی کارڈ



مناسب احتیاط اور سعالین کے بروقت استعمال سے اس کا تدارک کیا جا سکتا ہے۔

جڑی بوٹیوں کا مرکب سعالین نزلہ، زکام اور کھانسی کا مفید علاج بھی ہے اور ان سے بچاؤ کی تدبیر بھی۔



نزلہ، زکام اور کھانسی کی مفید دوا

سعالین

ہمدرد

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ

محمد قمر الدین سیالوی

تحریر: حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی

علم و عرفان کے آفتاب، و ماہتاب، سیدی شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین
ب سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔
حقیقت یہ ہے کہ حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کی وفات دنیائے اسلام کے لیے انتہائی المناک
ہے۔ اس خلا کا پُر ہونا بظاہر ممکن نظر نہیں آتا۔
حضرت شیخ الاسلام علومِ شریعت و طریقت کے جامع تھے۔ معقول و منقول، اصول و فروع
ی، خیر آبادی علوم کے عظیم حامل اور امین تھے۔ صالحیت و اتقار زہد و عبادت میں آپ کو

امتیازی مقام حاصل تھا۔ آپ نہایت خلیق اور متواضع تھے۔ حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کو دینی و دنیوی بصیرت حاصل تھی۔ عربی میں کمال درجہ کا شغف رکھتے تھے۔ بلا تکلف عربی زبان میں مضمون لکھنے کی مہارت تامہ آپ کو حاصل تھی۔ سیاسی بصیرت میں بھی آپ کو اعلیٰ مقام نصیب ہوا۔

قیام پاکستان کے لیے حضرت شیخ الاسلام کے کارناموں سے قوم بے خبر نہیں۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس سنی کانفرنس میں شرکت فرما کر اجتماع کے مقاصد کو بڑی تقویت پہنچائی اور قیام پاکستان کے لیے مسلسل جدوجہد فرماتے رہے۔ حصولِ آزادی کے بعد بھی آپ نے اپنا کام جاری رکھا۔ جمعیۃ العلماء پاکستان کی صدارت کے دور میں جماعتی طور پر اہل سنت کی نہایت کامیاب قیادت فرمائی۔ ملک و ملت کی اصلاحِ احوال کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ اخیر وقت تک اسلامی نظریاتی کونسل کے معزز رکن کی حیثیت سے نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کام کرتے رہے۔

اس کے علاوہ علوم دینیہ و فنون عربیہ کی تعلیم و تدریس کے لیے مضبوط تعلیمی ادارے قائم فرمائے خود سیال شریف کا عظیم دارالعلوم نیز قمر الاسلام کراچی اور نہ معلوم کتنے اور مدارس حضرت کی علمی یادگاریں ہیں۔

یادیں اور ملاقاتیں

اکتوبر ۱۹۷۸ء میں "کل پاکستان سُنی کانفرنس" منعقدہ ملتان کے موقعہ پر حضرت شیخ الاسلام کی تشریف ارزانی اور آپ کے ارشادات گرامی سے کانفرنس کو جو عظمت و قوّت حاصل ہوئی محتاجِ بیان نہیں۔ اس وقت حضرت اقدس کی ملاقاتیں جس کمال شفقت و محبت کے ساتھ ہوتیں ان کی یادیں ہمیشہ تازہ رہیں گی۔

سیال شریف، لاہور، ساہیوال اور ملتان وغیرہ اکثر و بیشتر مقامات پر حضرت ممدوح سے شرفِ ملاقات نصیب ہوا۔ بعض اوقات اثناءِ سفر سرِ راہ بھی ملاقات ہوگئی۔ مدرسہ دارالعلوم کے جلسوں میں حضرت اکثر ملتان تشریف لاتے اور ملاقاتیں نصیب ہوئیں۔ جب بھی ایسا موقعہ آیا دینی و علمی مسائل پر گفتگو رہی۔ لبا اوقات حضور شیخ الاسلام نہایت والہانہ انداز میں حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ فرماتے اور ان کے علمی کمالات کے ساتھ ان کے مجاہدانہ کارناموں اور جنگ آزادی میں اُن کے مصائب و آلام برداشت کرنے کا ذکر بھی فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کسی کے استفسار پر اعلیٰحضرت الشاہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تبحر علمی کی بہت تعریف فرمائی اور اُن کے ساتھ اپنی محبت و عقیدت کا اظہار بہتر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صرفت العمر فی لہو و لعب

حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

فاہا ثم آہا ثم آہا

عطاکردہ: صاحبزادہ عزیز احمد صاحب (گفری)

۳ ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ مطابق یکم اکتوبر ۱۹۸۱ء

کتبہ: محمد شفیع انور سیالوی لاہور

الفاظ میں فرمایا۔

آپ کی گفتگو میں بڑی حلاوت ہوتی تھی۔ بڑے غور سے دوسرے کی بات سُن کر کمال متانت اور سنجیدگی سے جواب مرحمت فرماتے تھے۔ لعض اوقات گفتگو میں مزاح کا رنگ بھی پیدا ہو جاتا تھا انتہائی محبت و شفقت آپ کے کلام سے مترشح ہوتی تھی لیکن لعض اوقات کسی نامناسب بات پر جلال کا اظہار بھی فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ جامعہ فریدیہ ساہیوال کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر حضرت ممدوح تشریف فرما تھے اس وقت غالباً فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب بصیر پوری اور حضرت صاحبزادہ سیّد فیض الحسن صاحب سجادہ نشین آلو مہار شریف بھی موجود تھے۔ امام ابن شہاب زہری پر بات شروع ہوگئی۔ خبرِ واحد، خبرِ مشہور اور خبرِ متواتر پر طویل گفتگو رہی اس روز حضرت شیخ الاسلام نے اپنی عظمت و شفقت کے جو نقوش فقیر کے دل و دماغ پر ثبت فرمائے وہ کبھی نہ مٹ سکیں گے۔ حضرت شیخ الاسلام کی یادیں اور ملاقاتیں کبھی فراموش نہیں ہو سکتیں وہ حلم و وقار کا مجسمہ تھے۔ ان کے دامن کرم سے ہزاروں نہیں لاکھوں عقیدت مند والبستہ ہیں۔ وہ ہم سے جدا ہو کر عالمِ آخرت کو رحلت فرما گئے اور ہم جیسے ناکارہ لوگ رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے طفیل ہمارے حال پر رحم فرمائے

ذهب الذین یعاش فی اکنافهم

بقی الذین حیاتهم لا تنفع



چند یادیں

تحریر: ڈاکٹر تسخیر احمد (پی ایچ ڈی)

سفر میں موٹر کار کا حادثہ

دسمبر ۱۹۷۴ء میں کرسمس کی چھٹیوں میں بال بچوں سمیت کراچی سے بذریعہ کار پنجاب آرہا تھا۔ رحیم یار خان رات رہ کر صبح صادق سے کچھ پہلے سفر شروع کیا۔ جی ٹی روڈ کچھ خراب تھی اس لیے ہم نے نہر کی پٹڑی کے ساتھ کینال روڈ کو اختیار کیا۔ نمازِ صبح کا وقت ہوا تو نہر کی پٹڑی پر کار کھڑی کی اور وضو کیا۔ میں نے بچوں کو تولیہ لانے کے لیے آواز دی۔ دونوں بچے (عمر ۱۱ سال اور ۵ سال) کار کی طرف بھاگے۔ دروازہ کھول کر اندر سے تولیہ نکالنے لگے تو کار نہر کی طرف پھسلی اور پانی میں جا گری ہم نے بھاگ کر دروازہ کھولا اور بچوں کو بخیریت باہر نکالا، مگر کار کے اندر پانی بھر گیا۔ نماز ادا کی اور پیر سیال شریف کے وسیلہ سے رقت سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس حادثہ میں مدد فرمائے۔

غیبی امداد:۔

وہاں سے جی ٹی روڈ ایک میل کے فاصلے پر تھی ڈرائیور نے کہہ دیا کہ آپ بچوں کو لیکر بڑی سڑک پر جائیں اور کسی بس میں جگہ لیکر باقی سفر طے کریں۔ مگر میں مصلے پر بیٹھا پڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھا کہ ایک فوجی جیپ

اور اس کے پیچھے ایک بڑا ٹرک جس پر بھاری سامان اٹھانے والی مشین (کرین) لدی ہوئی تھی۔ نہر کی سڑک پر آ رہا ہے۔ فوجی کرنل نے جیپ کھڑی کی اور پوچھا یہ کیا ہوا ہے؟ ہم نے اسے واقعہ بتایا تو اس نے چند منٹوں میں کرین کے ساتھ ہماری کار کو اٹھایا اور لچولہ کر کے باہر خشکی پر ڈال دیا اور چلا گیا ہم نے اس غیبی مدد پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

سیال شریف میں حاضری

ہمارے ڈرائیور نے ہمیں متنبہ کیا کہ انجن پانی میں ڈوب رہا ہے اس لیے اسس کا سٹارٹ ہونا مشکل ہے۔ میں نے گاڑی کو دھوپ میں کھڑا کر کے خوب خشک کروایا اور انجن سٹارٹ کیا تو سٹارٹ ہو گیا۔ ہم نے سوار ہو کر سفر شروع کر دیا۔ میں نے ڈرائیور کو کہا کہ بجائے گھر بھیرہ جانے کے پہلے سیال شریف حاضری دیں گے۔ ہم دو تین بجے بعد دوپہر سیال شریف پہنچے۔ نمازِ ظہر ہو چکی تھی اور حضرت صاحب (خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ) مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کیا اور قدم بوسی کی تو قبل اس کے کہ میں کچھ عرض کرتا آپ نے فرمایا:

"کار کو جب نہر کی پٹڑی پر کھڑا کرنا ہو تو ہینڈ بریک ضرور لگایا کرو۔ دیکھتے ہو تمہاری تھوڑی سی بے احتیاطی نے ہمیں کتنے فکر میں ڈال دیا۔

فصلوں کو ٹڈی دل سے بچانا

۱۹۵۰ء میں میں پاکستان میں ڈائریکٹر تحفظ نباتات کے عہدہ پر کام کر رہا تھا۔ ٹڈیوں سے فصلوں کو بہت نقصان پہنچ رہا تھا۔ قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے دوائیں چھڑک کر ٹڈیاں مارنے کے حالات سنا کرتے تھے۔ ایک دن فرمایا: تم بھی کیڑے مارتے ہو۔ میں تم کو ٹڈی دل سے فصلیں بچانے کا نسخہ بتاتا ہوں۔ پھر آپ نے ملحقہ کلام خود ٹائپ مشین پر ٹائپ کر کے مجھے کئی کاپیاں تیار کر دیں اور فرمایا یہ کلام جس فصل میں درخت سے لٹکا دو یا زمین میں دفن کر دو وہ فصل انشاء اللہ تعالیٰ ٹڈیوں کے نقصان سے محفوظ رہے گا۔ میں نے بہت جگہ آزمایا اور ایسا ہی پایا۔

ٹڈیوں کی ہلاکت کے لیے عمل

پھر آپ نے فرمایا قیامت کے نزدیک پہلے ٹڈی دُنیا سے نابود ہو جائے گی۔ اس کے بعد جلد ہی قیامت آ جائے گی اور یہ حدیث بیان فرمائی:

حضرت جابر ابن عبداللہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنے زمانہ خلافت میں ٹڈیوں کو ایک سال گُم پایا۔ بہت متفکر ہوئے اور فرمایا میں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ قیامت کے قریب ٹڈی پہلے ہلاک ہو گی اور تمام زندہ جنسیں اُس کی پیروی کریں گی جیسا کہ کسی نظام کی لڑی کٹ جائے اور پھر قیامت آ جائے گی۔ حضرت عمر رضؓ نے اس فکر میں تین سواروں کی پارٹیاں یمن، شام اور عراق کے صحراؤں میں ٹڈیوں کی تلاش میں بھیجیں۔ یمن کی پارٹی بہت ٹڈیاں لے کر آئی اور حضرت کے سامنے پھیلا دیں۔ حضرت عمر رضؓ دیکھ کر خوش ہوئے اور کہا، اللہ اکبر!

ابھی قیامت دُور ہے۔

اقوامِ متحدّہ میں ٹڈیوں کا تذکرہ

مَیں نے یہ بیان اقوامِ متحدّہ کے جلسۂ روم میں (۱۹۶۰ء) وضاحت سے پیش کیا اور سائنس کے اصولوں سے ثابت کیا کہ ٹڈی جیسا سخت جان کیڑا ختم ہو جائے گا تو کوئی اور جاندار دنیا میں زندہ نہ رہ سکے گا تو اس پر تمام ملکوں کے نمائندوں نے اسلام کی پیشین گوئی کی داد دی۔ مجھے پچاس سے زائد نمائندوں کے اجلاس میں صدر منتخب کیا گیا اس اجلاس میں جو تجاویز طے پائیں ان پر عمل کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ ۱۹۶۰ء کے بعد ٹڈی دل کے سخت حملے جن سے قحط پڑ جاتا تھا رُک گئے۔

دارالعلوم سیال شریف

میں لبطور ناظم دارالعلوم ضیا شمس الاسلام سیال شریف کئی سال سے کام کر رہا تھا۔ ۱۹۷۳ء میں سمن آباد لاہور کے پتہ پر مجھے مندرجہ ذیل خط ایک قادری بزرگ کا موصول ہوا۔

باسمہ الاعلیٰ

مکرم محترم تسخیر احمد صاحب زاد اللہ اخلاصہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مجھے آپ سے چند بار ملنے کا اتفاق ہُوا ہے میں گناہگار آدمی ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا کہ مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی میں نے عرض کیا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: میں شمس الدین سیالوی سے ملنے گیا تھا۔ آپ خواجہ محمد قمرالدین صاحب پر خوش تھے۔ اور فرمایا کہ قمرالدین کا دوست تسخیر احمد اچھا آدمی ہے لیکن دینی کام میں وقت کم دے رہا ہے اور دنیاوی امور میں زیادہ سوچ رہا ہے اور بہتری اس کی اس میں ہے کہ دینی کام میں زیادہ وقت دے... چند ایک استادوں پر بھی خوش تھے مگر ان کے نام یاد نہیں رہے۔ کچھ عربی میں بھی فرمایا مگر وہ عبارت یاد نہیں۔ آپ نے خط لکھنے کا حکم نہیں فرمایا، لیکن ہمدردی اور خوشی کی وجہ سے لکھ رہا ہوں۔

فقیر۔ قادری گروٹی

میں نے جب یہ خط حضور خواجہ محمد قمرالدین صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے پڑھا اور خوشی سے رقت طاری ہو گئی اور مجھے فرمایا اب آئندہ سے تو میرا دوست ہے۔

بغداد شریف کی زیارت

میں لبطور ڈائرکٹر تحفظ نباتات پاکستان کئی دفعہ اقوامِ متحدہ کے ہیڈکوارٹر روم جاتا رہا۔ مگر بغداد شریف بیچ راستہ میں ہے۔ حاضری کا موقع نہ ملا۔ میں نے ایک سال سیال شریف میں بغداد شریف کی حاضری کے لیے خاص طور پر دُعا کروائی۔ اس سال روم گیا تو واپسی پر جو ہوائی جہاز روم سے کراچی آتے وقت بغداد ٹھہرتا تھا اس پر کوشش کے باوجود جگہ نہ ملی اور مجبوراً اسی جہاز میں سوار ہونا پڑا جو سیدھا روم سے کراچی آتا تھا۔

مگر دل میں بڑی حسرت تھی۔

جب یہ جہاز روم سے روانہ ہو کر بغداد کے نزدیک پہنچا تو انجینئر نے خبر دی کہ انجن میں کچھ خرابی ہو گئی ہے اور ہم بغداد اتریں گے۔ رات رہ کر صبح کراچی روانہ ہوں گے۔ بہت مسرت ہوئی۔ کمپنی نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے روزہ مبارک کے نزدیک ایک ہوٹل میں ٹھہرنے کا انتظام کیا۔ عصر کی نماز باجماعت وہاں مسجد میں پڑھی اور مزار اقدس پر خشوع سے فاتحہ خوانی اور دعائیں مانگیں پھر ٹیکسی لیکر شہر سے باہر کئی میل دور مزار حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر پہنچا۔ مغرب کی اذان ہو رہی تھی اور مزار شریف کا دروازہ بند ہو گیا۔ نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد دربان کی بہت منت کی مگر اس نے بتایا کہ اب مزار پاک کا دروازہ نہیں کھل سکتا۔ ایسے ہی ناامید باہر دعا مانگ رہا تھا کہ اچانک بگل بجا اور مسجد میں ہر طرف دوڑ بھاگ شروع ہو گئی۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ شہزادہ عراق آ رہا ہے اور تمام ملازم اپنی ڈیوٹی پر آ رہے ہیں۔ مزار امام اعظم کے درباری نے بھی دروازہ کھولا اور صفائی شروع کر دی۔ مجھے کہنے لگا ابھی شہزادہ کو آنے میں نصف گھنٹہ ہے تم جلدی اندر حاضری دے لو۔ فوراً میں اندر حاضر ہوا فاتحہ خوانی کے بعد دعائیں مانگیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ دونوں مزاروں پر حاضری غیر متوقع طور پر ہو گئی۔

ٹیوب ویل کے سامان کے لیے ٹرانسپورٹ

دارالعلوم سیال شریف میں ٹیوب ویل لگوانے کے لیے ہم نے زرعی انجنیئر کو درخواست دی ہوئی تھی ان کا بورنگ وغیرہ کا سامان میانوالی کے نزدیک پڑا تھا۔ میانوالی سے تار آیا کہ اپنا ٹرک یا ٹریکٹر بھیج کر سامان جلدی منگا لیں ورنہ کہیں اور چلا جائے گا۔ یہاں کوئی اور ٹریکٹر موجود نہ تھا میں نے قبلہ حضرت صاحب (خواجہ محمد قمرالدین صاحبؒ) سے عرض کیا کہ لنگر کا ٹریکٹر اور ٹرالی اس ضروری کام کے لیے ایک دن کے لیے دے دیں آپ نے درخواست منظور نہ کی اور فرمایا آپ کا کام اللہ کرے گا ہو جائے گا۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا اور بہت ناامیدی ہوئی۔ دوسرے روز بھی ٹرانسپورٹ کی تلاش جاری رکھی۔ کیا دیکھا کہ دوپہر کے وقت سرکاری ٹرک میانوالی سے سامان لے کر پہنچ گیا۔ معلوم ہوا کہ سرگودھا محکمہ کو اپنا ٹرک میانوالی سے منگانا تھا۔ وہ ہمارا سامان بھی لیتا آیا۔ ان حالات میں ہمارا ٹرک میانوالی بھیجنا بے سود تھا۔ جاننے والے جانتے تھے کہ انہوں نے فرمایا آپ کا کام ایسے ہی ہو جائے گا۔

دو رکعت نفل برائے ہزار حاجات

ایک روز حضور کے گھر میں ایک بچہ بیمار تھا مغرب کے بعد آپ نے مجھے فرمایا کہ روضہ شریف کے اندر دو رکعت نفل ہزار حاجات پڑھ کر بچے

کی صحت کے لیے دعا کرو اور ساتھ ہی طریقہ اس طرح بتایا:

پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد دس دفعہ سورۃ کافرون اور دوسری رکعت میں دس دفعہ سورۃ اخلاص پڑھیں۔ سلام پھیر کر سجدہ میں دس دس دفعہ یہ پڑھیں:

(۱) درود شریف

(۲) کلمہ تمجید

(۳) اللھم ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃً وفی الآخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النار۔

(۴) یا غیاث المستغیثین اغثنا

اس کے بعد جو حاجات چاہے مانگے ان شاء اللہ تعالیٰ قبول ہوں گی۔

سجدہ سہو

بہت علماء تو جانتے ہوں گے۔ مجھے حضور نے ایک دن خاص طور پر سمجھایا کہ قعدہ میں لوگ ورسولہ تک پڑھ کر سجدہ سہوہ کے لیے سلام پھیر دیتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں درود شریف پورا پڑھ کر انک حمید مجید کے بعد سجدہ سہوہ کے لیے دائیں طرف سلام پھیر دو سجدے کرو اور پھر پورا قعدہ یوم یقوم الحساب تک پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیرو۔

نماز کے بعد دعا سے پہلے صف نہ توڑیں

فرض نماز کے بعد اگر کوئی نمازی دعا سے پہلے صف میں سے پیچھے ہٹتا تو آپ منع فرماتے۔ آپ نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ کسی ایک بزرگ کی دعا کے طفیل اللہ تعالیٰ ساری صف کے بخشنے کا حکم دے تو صف سے علیحدہ ہونے والے یا شکستہ شدہ صف کا حصہ اس نعمت سے محروم رہ جائے گا۔

خاص درود شریف

ایک دن صاحبزادہ مہار شریف تشریف لائے اور آپ کی خدمت میں یہ خاص درود شریف پڑھا اور اس کے بہت فوائد بیان کیے۔ اس کے بعد آپ بھی اکثر یہ درود شریف پڑھتے۔ وہ یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صل علیٰ سیدنا ومولانا محمد تعینک الاقدم والمظھر الاتم بالاسم الاعظم لعبد تجلیات ذاتک وتعلقات صفاتک وعلیٰ آلہ کذالک

نماز میں خشوع

آپ فرض جماعت میں شامل ہونے سے پہلے اتنی دیر خشوع سے کانپتے کہ اکثر امام رکعت کے قیام کے آخر میں پہنچ جاتا اور پھر شامل ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے سے پہلے واقعی ایسا ہی ڈر ہونا چاہیے۔

اکٹھا کھانے میں برکت

آپ فرمایا کرتے تھے کہ دو تین آدمی مل کر ایک برتن سے سالن کھائیں تو بہت برکت ہوتی ہے مجھے کئی دفعہ آپ کے ساتھ مل کر کھانے کا موقع ملا۔ آپ میرے ہاتھ ڈالنے کے ساتھ ہی اپنا ہاتھ ڈالتے اور ہاتھ کو ہاتھ سے دبا کر ملاتے اور فرماتے ایسا ہاتھ ملا کر کھانے والے دونوں بخشے جاتے ہیں۔ فرمایا کرتے: چمچے کی بجائے ہاتھ کی انگلیوں سے کھانا کھایا کرو۔ کبھی کھانا تیز گرم ہوتا ہے اور چمچہ سے منہ میں ڈال کر پچھتانا پڑتا ہے۔

اعلیٰ افسر سے مُلاقات

کسی اعلیٰ افسر سے ملاقات کے وقت اسے مغلوب کرنا ہو تو آپ نے مجھے یہ فرمایا کہ درود شریف پڑھ کر اس کے کمرہ میں داخل ہو اور یا عزیز۔ یا عزیز پڑھ کر اس پر دم کر دو۔ وہ مغلوب ہو کر فوراً آپ کا کام کر دے گا۔ ایک دفعہ دارالعلوم کے مقدمہ میں میری پیشی ممبر بورڈ آف ریونیو کی کچہری میں تھی ظاہر ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ سامنے کھڑے ہوتے ہیں میں یہی وظیفہ پڑھ کر اس کیس کے لیے داخل ہوا۔ تو ممبر نے مجھے اوپر اپنے ساتھ ایک کرسی پر بٹھایا اور سارا واقعہ سن کر دارالعلوم کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

فقر و غنا

آپ کی ذات میں فقر و غنا کا خوب امتزاج تھا۔ فقر ایسا کہ ذرا سی بات پر اپنے خادم سے معذرت کر رہے ہیں اور غنا ایسا کہ ملک کے بڑے سے بڑے آدمی کی پروا نہیں

ایک دفعہ آپ نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک دعوت میں چھوٹی چھوٹی میزوں پر دو دو تین تین مہمان بیٹھے تھے۔ آپ کی میز سے کچھ فاصلے پر صدر پاکستان بیٹھے تھے۔ یہ شروع کی بات ہے جبکہ اُن سے ملاقات کا موقعہ نہ ملا تھا۔ صدر صاحب نے انگلی کے اشارہ سے حضرت صاحب کو بلُایا۔ آپ نے دیکھا مگر توجہ نہ کی۔ بعد میں انھوں نے باقاعدہ طریقہ سے ایک افسر کو حضرت صاحب کی خدمت میں پیغام دے کر بھیجا تو آپ ملنے چلے گئے۔

حضور کے مزاحیہ اقوال

۱۔ ایک بڑے عالم اخفش کے مکان پر عمر نامی ایک خوش طبیعت صاحب آئے اور دستک دی۔ اُس کے بعد دونوں میں یہ سوال جواب ہوئے۔

اخفش۔ مَن ؟ (کون)

جواب عمر۔ عُمرُ

اخفش۔ اِنْصَرِفْ (چلا جا)

عمر۔ عُمرُ لا یَنْصَرِفْ (گرامر کے لحاظ سے اسم معرفہ منصرف نہیں ہوتا)

اخفش۔ اِذا نُکِّرَ صُرِفَ۔ (جب نکرہ کے طور پر استعمال ہو تو منصرف ہو جاتا ہے دوسرا معنی۔ جب انکار کیا جائے تو واپس ہو جانا چاہیئے۔) عمر لاجواب ہو گیا اور چلا گیا۔

۲- ایک شاعر نے خلیفۂ وقت کے دربار میں تعریف کے اشعار پڑھے۔ مگر خاطر خواہ انعام نہ ملا۔ تو نکلتے وقت دروازے کے اوپر یہ شعر لکھ دیا۔

لَقَدْ ضَاعَ شِعْرِی عَلیٰ بَابِکُمْ
کَمَا ضَاعَ عِقْدٌ عَلیٰ خَالِصَہ

میرے شعر تمہارے دروازے پر ضائع ہوئے جیسے زیور تمہاری چاہیتی لونڈی خالصہ پر ضائع ہوئے۔

خلیفہ کو اس کی اطلاع ملی تو فوراً شاعر کو بلوایا۔ شاعر سمجھ گیا۔ دروازے سے داخل ہوتے وقت دونوں "ع" کے نچلے حصے مٹا دیئے۔ اب لفظ ضار بن گیا بمعنی چمکنا۔ خلیفہ نے پوچھا تو جواب دیا آپ کو غلط رپورٹ دی گئی۔ خلیفہ نے جب ضاء دیکھا تو بہت خوش ہوا اور انعام اکرام دیئے۔

۳- رنجیت سنگھ کے وزیر عزیز دین نے اپنے والد کی وفات پر (جو ایک معمولی آدمی تھا) اس کا شاندار مقبرہ بنوایا۔ اس پر کسی نے یہ شعر کہا

عزیز الدین عجب اسے بنا کرد
بزورِ زر پدر را اولیا کرد

۴- شاہ اکبر نے ملا دو پیازہ کے بیٹے سے کہا: ایں اسپ پدر شما است۔

پسر مُلّا دو پیازہ: دادۂ شما است۔ (اکبر تاج سے پر پیش کر کے) پر دادم۔

پسر ملا دو پیازہ۔ (جھک کر سر پیش کیا اور کہا) سَر دادم۔

مزار پر حاضری کے بعد عیادتِ بیمار

لاہور ہسپتال میں حضور کے گردے کا آپریشن ہونا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ داتا صاحبؒ کے دربار پر ابھی چلے جاؤ اور آپریشن سے پہلے وہاں دعا کرو کہ آپریشن کامیاب رہے۔ اسی سلسلہ میں مجھے سمجھایا کہ کسی ولی اللہ کے مزار پر حاضری کے بعد کسی بیمار کی عیادت کے لئے نہ جانا چاہیئے اگر مزار کی حاضری کے بعد سیدھا بیمار کے پاس جائے تو وہ بیمار کے لیے موت کی دعوت ہوتی ہے۔

نک ٹائی لگانے کی ممانعت

۱۹۳۵ء میں جب میں کیمبرج یونیورسٹی (انگلینڈ) سے پڑھ کر آیا تو باقاعدہ نک ٹائی لگاتا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ گلے میں ٹائی نہ لگایا کرو یہ عیسائیوں کی صلیب کا نشان ہے۔ اس کے بعد میں نے ٹائی لگانی چھوڑ دی۔





تحریر: غفور احمد گولڑوی

چشتیوں کے چاند، تحریکِ پاکستان کے ممتاز مجاہد نامور دینی و روحانی پیشوا، کامل پیرِ طریقت، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ حافظ خواجہ محمد قمر الملّت والدّین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اُن نفوسِ قدسیہ میں ہے جن کی شان اور عظمت کا ذکر قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

"بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر قائم رہے اُن پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اُس جنّت پر جس کا تمھیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے دوست ہیں۔ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ اور تمھارے لیے ہے اس میں وہ سب کچھ جس کے لیے تمہارا جی چاہے۔ اور تمہارے لیے ہے اس میں جو مانگو۔ مہمانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے"

(پ ۲۴ ع ۱۸)

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ

چشتیوں کے آفتاب شمس العارفین حضرت خواجہ محمد شمس الحق والدین کے سدا بہار گلشن کے مہکتے ہوئے پھول ہیں کہ جنکی مہک سے ہزاروں غنچے کھلے لاکھوں برباد دل آباد ہوئے اور انشاءاللہ تاابد فیض وکرم کا یہ چشمہ جاری رہے گا۔ گو بظاہر وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہوگئے ہیں۔ لیکن ہمارا ایمان ہے کہ وہ اب بھی اپنے متوسلین پر نظر کرم فرماتے رہیں گے۔

حضرت شمس العارفین

آپ کے پردادا حضرت شمس العارفین رح کے علم وفضل، زہد وتقویٰ اور حسن وجمال کا اندازہ حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس ایمان افروز واقعے سے ہوتا ہے حضرت سید ناگولڑوی نے جب جملہ ظاہری علوم مکمل کرلیے اور باطنی طور پر بھی سلسلہ قادریہ کے بزرگ حضرت پیر سید فضل دین (آپ کے ماموں) سے فیض حاصل کرلیا، پھر بھی معرفت خداوندی کی پیاس نہ بجھی اور آپ نے مرشد حق کی تلاش میں رخت سفر باندھا۔ روانگی سے قبل آپ نے اپنے طور پر چار شرائط طے کرلیں کہ اس شخص کی بیعت کروں گا۔ جس میں یہ چار خصوصیات ہوں گی۔

۱۔ حسن وجمال میں بے مثل ہو۔
۲۔ علم میں مجھ سے فائق ہو۔
۳۔ عمل (تقویٰ) میں بلند مقام پر فائز ہو۔
۴۔ سید ہو اور قادری سلسلہ سے تعلق رکھتا ہو۔

یہ شرائط دل میں طے کرکے حضرت روانہ ہوئے کتنے ہی اولیائے کرام سے ملاقاتیں کیں، لیکن کہیں بھی مقصد پورا نہ ہوا۔ آخر آپ سیال شریف پہنچے، حضرت شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی انہیں دیکھتے ہی آپ کی پہلی شرط پوری ہوگئی۔ بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا۔ بلاشبہ میں نے ایسا حسین وجمیل نورانی مکھڑا پہلے نہیں دیکھا۔

دوسری شرط علم تھی۔ اعلیٰ حضرت سیالوی نے فرمایا شاہ صاحب تشریف رکھیئے پھر اپنے پاس بٹھا کر مسئلہ وحدت الوجود پر گفتگو فرمائی۔ اس مسئلے پر حضرت قبلہ عالم گولڑوی کو کمال حاصل تھا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ فرماتے ہیں کہ جب آپ نے یہ علمی گفتگو شروع فرمائی تو ابتداء میں تو مجھے کچھ کچھ سمجھ میں آتا رہا لیکن جوں جوں آپ کی پرواز بلند ہوتی گئی میں پیچھے رہتا گیا۔ حتیٰ کہ سراپا حیرت بن کر بیٹھ گیا اور اپنے علم سے حضرت خواجہ شمس العارفین کے علم کو کہیں زیادہ بلند اور ارفع پایا۔

تیسری شرط تھی عمل، حضرت فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ آپ کی کوئی حرکت کوئی ادا خلاف سنت نہیں ہے۔ آپ تقویٰ کے بلند مقام پر متمکن ہیں۔ جب یہ تین شرائط پوری ہوگئیں تو میں نے چوتھی شرط کو خود ہی چھوڑ دیا۔ اور حضرت کے دست حق پرست پر بیعت کرلی۔

حضرت خواجہ شمس العارفین کے بعد یکے بعد دیگرے وہ باکمال ہستیاں زیب سجادہ ہوئیں جنھوں نے حضور پیر سیال کے مشن کو جاری رکھا۔

اور ہر کٹھن مرحلہ میں ملت کی رہنمائی فرمائی۔ حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد دینؒ کے بعد حضرت خواجہ محمد ضیاء الدینؒ سجادہ نشین ہوئے تو وہ دور انگریزوں کا تھا۔ مسلمان غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ آپؒ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا اور اپنے معتقدین اور مریدین کو بھی انگریزوں کے خلاف جہاد کا درس دیا۔ اس کے علاوہ آپ کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام کی بنیاد رکھی۔ آنجناب کے اس خلوص اور خدمت کا صلہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ دیا کہ ایسا فرزند جلیل عطا فرمایا جس کی ذہانت، علمی بزرگی اور شانِ فقر و درویشی کا چرچا زمین پر کیا۔ آسمانوں پر بھی ہو رہا ہے۔ اور ہوتا رہے گا۔

طلباء کی حوصلہ افزائی

طلباء کو اپنی طالب علمی کے زمانہ کے واقعات دلچسپ کہانیوں کے رنگ میں سناتے جس سے طلباء محظوظ بھی ہوتے اور ان سے سبق بھی حاصل کرتے۔ دارالعلوم کے اساتذہ کا آپؒ بے حد احترام فرماتے اور قدر دانی کرتے۔

ایک دن حضور غریب نوازؒ دارالعلوم کی گیلری میں تشریف فرما تھے۔ سب طلبا آپ کے گرد جمع تھے کہ سامنے سے دارالعلوم کے صدر مدرس حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہٗ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اشرف صاحب آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ حضورؒ نے طلباء سے دریافت فرمایا یہ کون آ رہے ہیں؟ طلباء نے عرض کیا کہ صدر مدرس صاحب اور شیخ الحدیث صاحب آ رہے ہیں۔

حضورؒ نے فرمایا: بچو! یہ دونوں علم کے خزانے ہیں، جب تک یہ تمہارے پاس ہیں انہیں خوب لوٹو۔

آپؒ اسی طرح ہر عالم، سید اور بالخصوص دارالعلوم کے عملے کا احترام فرماتے۔ حتیٰ کہ آپ نے اپنے صاحبزادگان کے لیے جو وصیت نامہ تحریر فرمایا ہے اس میں تاکید فرمائی ہے کہ دارالعلوم کے عملے کی عزت و احترام اور آرام و آسائش کا خاص خیال رکھا جائے۔

دینی علوم کی ترقی

دارالعلوم کے ساتھ اس قدر محبت کا نتیجہ ہے کہ وہاں کے فارغ التحصیل طلباء نہایت قابل ہیں بورڈ کے امتحان میں نمایاں پوزیشن حاصل کرتے ہیں کئی طلباء پنجاب یونیورسٹی اور کراچی یونیورسٹی سے گولڈ میڈل حاصل کر چکے ہیں۔ دارالعلوم کے کئی طلباء پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہے ہیں۔ کچھ طلباء شریعت فیکلٹی (اسلامی یونیورسٹی) اسلام آباد میں زیر تعلیم ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے مزار پر انوار پر ہزار ہا رحمتیں نازل فرمائے! ہمارا ایمان ہے کہ اب آپؒ پر خدا کی رحمتیں پہلے کی نسبت کہیں زیادہ موسلا دھار برس رہی ہیں۔ اور تا ابد برستی رہیں گی۔ نیز اب آپ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں پر مزید لطف و کرم فرمائیں گے۔

اخلاق و سیرت

حضرت کی سب سے بڑی کرامت آپ کا بلند اخلاق ہے۔ جو بھی آپ کے آستان پہ حاضری دیتا تھا۔ وہ یہی سمجھتا تھا کہ حضرت غریب نواز سب سے زیادہ مجھ پر شفقت فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ سائل جو مقصد بھی لے کر حاضر ہوا دامنِ مراد بھر کر واپس لوٹا۔ آپ کے دربار سے بے ایمانوں کو ایمان کی دولت غم زدوں کو غم سے نجات۔ بے روزگاروں کو روزگار قرض داروں کو قرض سے فراغت، فاسقوں اور فاجروں کو تقویٰ و پرہیزگاری، علم کے پیاسوں کو علم کے موتی، معرفتِ حق کے متلاشیوں کو خدا کا قرب، پریشان حالوں کو خوشحالی اور تنگدستوں کو فراغ دستی ملی۔

ملک محمد اکرم خان ایڈووکیٹ سرگودہا نے پچھلے دنوں مجھے یہ واقعہ سنایا:

ملک صاحب کو شادی کئے پندرہ سولہ سال گزر چکے تھے مگر ان کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی۔ دوسری اچھی طرح تاکید کر دیں۔

حضورِ رسالت مآب کی زیارت

پھر فرمایا کہ میں ایک دن بنگلہ شریف میں بیٹھا تھا۔ میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ کاش سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کرم فرمائیں اور زیارت نصیب ہو! تھوڑی ہی دیر بعد حضور تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ خیر و عافیت کے بعد میں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں

عرض کی کہ حضور آپ کی اس حدیث "اَلْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ" کے الفاظ یہی ہیں یا کچھ اور چونکہ میں نے راوی کا ذکر نہیں کیا تھا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کچھ وقت خاموش رہے۔ اس کے بعد فرمایا قمر الدین! میرے الفاظ یہ ہیں۔ اَلْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ۔

پھر ارشاد فرمایا کہ میری حدیث بیان کرتے وقت راوی کا ذکر ضرور کرنا چاہیئے۔

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ایک اور واقعہ حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہ نے مجھے سنایا کہ حضرت خواجہ محمد قمر الدینؒ نے خود مجھے یہ واقعہ سنایا۔ حضورؒ فرماتے ہیں:

حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کا دور تھا۔ میں رات کو اٹھا حضرت ثالثؒ آرام فرما رہے تھے۔ میں نے اٹھ کر وضو کیا تاکہ نوافل پڑھوں۔ بڑا پیارا سماں تھا، سکون تھا، گہرا سکوت چھایا ہوا تھا۔ خیال آیا کہ بڑا پیارا وقت ہے آج تو حضور صلی اللہ علیہ

شادی کی، لیکن پھر وہی مایوسی رہی کئی علاج معالجے کئے مگر دامنِ امید خالی رہا۔ ملک صاحب کہتے ہیں ایک دن عصر کے وقت میں حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حاجی محمد نواز صاحب (حضورؒ کے خادمِ خاص) نے عرض کی حضور! ملک صاحب بڑے پرانے خادم ہیں اور بے اولاد ہیں ان کے لیے دعا فرمائیں۔

حضور غریب نواز نے دعا فرمائی اور دعا کے بعد فرمایا ملک صاحب حضرت پیر سیالؒ کی برکت

سے اللہ پاک آپ کو لڑکا عطا فرمائے گا۔ اس کا نام "محمد عبدالرحمٰن خان" رکھنا۔
ملک صاحب کہتے ہیں کہ ٹھیک ایک سال بعد مجھے اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الاسلامؒ کی دعا کے صدقہ میں لڑکا عطا فرمایا۔ جس کا نام میں نے حضور کے حکم پر محمد عبدالرحمٰن خان رکھا ہے۔

حدیث کے راوی کا ذکر

حضرت مولانا محمد دین صاحب خطیب آستانہ عالیہ مکان شریف کھوڑی (سرگودہا) فرماتے ہیں:
حضرت شیخ الاسلامؒ ہر روز حدیث پاک کا درس دیا کرتے تھے۔ ایک دن فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری حدیث کو راوی کا ذکر کئے بغیر بیان نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ کچھ لوگ سن کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔" پھر آپؒ نے دارالعلوم کے صدر مدرس صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہ، کو مخاطب کرکے فرمایا۔ مولانا! آپ بھی اپنے طلباء کو اس کی کرم فرمائیں اور دیدار نصیب ہو۔ جس طرح پہلے کرم فرماتے ہیں۔
چنانچہ میں مسجد میں داخل ہوا جیب سے دیاسلائی نکال کر روشنی کی، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نورانی شخصیت عربی لباس زیب تن کئے جلوہ گر ہے میں نے خیال کیا کہ کوئی عرب صاحب ہیں۔ لیکن اس چہرہ میں اتنی جاذبیت اور کشش تھی کہ جی چاہتا تھا قربان ہو جاؤں۔ قریب جاکر عرض کیا:
وَمِنْ اَیْنَ وَمَا اِسْمُکَ
حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مُحَمَّدٌ جِئْتُ مِنْ طَابَا۔
میں قدموں میں گر پڑا۔ قدم بوسی کرکے گھر کی طرف دوڑا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں دودھ پیش کروں۔ دودھ میں جلدی جلدی چینی ملائی اور دوڑتا ہوا مسجد میں آیا مگر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاچکے تھے۔ میں زار زار رونے لگا کہ مجھ سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ حضرت ثالثؒ غریب نواز کے قدموں میں گر پڑا اور رونا شروع کر دیا۔
آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ قمرالدین! تجھے مبارک ہو۔ جتنا کرم تم پر ہوا ہے یہ بھی بہت زیادہ ہے۔ اور تجھ پر اس آستان کی ذمہ داریاں بھی آنی ہیں۔ تم نے اس بارِ گراں کو اُٹھانا ہے۔ اگر تم زیادہ دیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر رہتے تو تجلّی برداشت نہ کر سکتے۔

قیام و رکوع و سجود

یہ واقعہ بھی حضرت مولانا محمد دین صاحب (خطیب آستانہ عالیہ مکان شریف) نے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی نماز بھی عجیب تھی۔ قیام کرتے تھے تو نرالی شان سے رکوع کرتے تو انوکھے انداز میں اور سجدے میں جاتے تو عجیب محویت کا عالم ہوتا تھا۔
حضرت قبلہ پیر محمد کرم شاہ صاحب مدظلہ العالی کے الفاظ ہیں کہ ان گنہگار آنکھوں نے اس طرح

نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔
ایک دن (۱۲ شوال ۱۳۸۶ ھ کو) حضرت شیخ الاسلام رح عصر کی نماز باجماعت ادا فرما رہے تھے۔ حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ خان محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ بھی جماعت میں شامل تھے۔ امامت قاری غلام احمد صاحب کرا رہے تھے۔ امام صاحب سجدہ میں گئے حضور رح غریب نواز بھی سجدہ میں تشریف لے گئے۔

امام صاحب نے سجدہ سے سر اُٹھایا۔ لیکن حضور بدستور حالت سجدہ میں رہے۔ امام صاحب نے دوسرا سجدہ کیا اور کھڑے ہوگئے۔ دوسری رکعت مکمل کی اور پھر سجدے کئے حتیٰ کہ نماز مکمل کر کے سلام پھیرا۔ لیکن ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ خواجہ خان محمد صاحب تونسوی نے بھی نماز مکمل کر لی ہے، مگر حضور ابھی تک بدستور سجدہ میں گرے ہوئے ہیں۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ سب حیران ہو کر حضور کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ امام صاحب نے دعا مانگی۔ دعا سے فارغ ہو چکے تو تب حضور رح نے سجدہ سے سر اٹھایا اور پھر ساری نماز مکمل فرمائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت خواجہ خان محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
قمر الدین! آج آپ نے یہ کیسی نماز پڑھی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا حضور بنگلے میں چل کر عرض کروں گا۔ چنانچہ آپ رح حضرت خواجہ تونسوی کے ہمراہ بنگلے میں تشریف لائے۔
مولانا محمد دین صاحب فرماتے ہیں کہ میں بھی اور لوگوں کے ساتھ بنگلے میں چلا گیا۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں جب سجدہ میں گیا تو مجھے بارگاہِ رسالت میں حاضری نصیب ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غسل فرما رہے تھے۔ مجھے فرمایا قمر الدین! تو بھی غسل کر لے میں نے غسل کیا اس لیے مجھے دیر ہوگئی۔
حضرت تونسوی نے فرمایا ہمیں کیسے یقین ہو کہ آپ مدینہ شریف تشریف لے گئے اور آپ نے غسل بھی کیا۔ کوئی علامت؟ حضرت شیخ الاسلام رح نے فرمایا کہ برتن لاؤ خادم برتن لایا۔ حضور رح نے سر سے ٹوپی اتاری اور اپنے بالوں کو نچوڑا تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بالوں سے پانی کے قطرے گرنے لگے۔
ایک اور واقعہ حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہ سے سنا فرماتے ہیں:
میں نے خود حضور قبلہ شیخ الاسلام سے یہ واقعہ سنا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت ثالث رح غریب نواز کا زمانہ تھا۔ محرم الحرام کا مہینہ تھا۔ حضرت ثالث رح نے فرمایا:
قمر الدین! پانی بنا کر لوگوں کو پلاؤ اور خود نوافل پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ چنانچہ میں نے تعمیل حکم کرتے ہوئے پانی بنا کر لوگوں کو پلایا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت

رات کو حضرت ثالث غریب نواز رح کو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی امامِ عالی مقام نے ارشاد فرمایا کہ اے ضیاء الدین آج قمر الدین نے جو پانی سیال شریف میں لوگوں کو

پلایا ہے وہ پانی ہم نے کربلا معلّیٰ میں پیا ہے۔
اگلی صبح حضرت ثالث غریب نوازؒ نے یہ واقعہ اپنے فرزند عزیز کو سنایا اور مبارک باد دی۔
علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں اس قدر بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود عاجزی و انکساری کا یہ عالم تھا کہ ایک دن حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا:
عزیز احمد! زندگی یونہی گزر گئی ہے۔ کچھ نہیں کمایا۔ کچھ نہیں کیا اور فی البدیہہ عربی میں یہ شعر ارشاد فرمایا:۔

سَرَفْتُ الْعُمْرَ فِیْ لَهْوٍ وَّ لَعْبٍ
فَآهًا ثُمَّ آهًا ثُمَّ آهًا

ترجمہ:۔ میری عمر یونہی لہو و لعب میں گزر گئی ہے۔ پس افسوس پھر افسوس پھر افسوس۔

خلفاء

آپؒ کے خلفاء مختلف علاقوں میں خلقِ خدا کی بھلائی، اصلاح اور دلجوئی میں مصروف ہیں لطف کی بات یہ ہے کہ آپؒ کے تمام خلفاء جید علماء اور صاحبِ کرامت بزرگ ہیں۔ اس کے باوجود اپنے مرشد کے ساتھ عقیدت کا یہ عالم ہے کہ حضورؒ کے اشارۂ ابرو پر جان قربان کرنا سعادت سمجھتے ہیں۔ میں یہاں حضرت شیخ الاسلامؒ کے خلفاء کا تعارف مختصر الفاظ میں کراؤں گا۔ جو ملک کے کونے کونے میں دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

(۱) حضرت خواجہ سدید الدین مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ مرولہ شریف۔ آپ حضرت خواجہ معظم دین رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ عالم با عمل، عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور نہایت خلیق ہیں۔ کئی بار آستانہ عالیہ سیال شریف پر محافلِ عرس میں قوالی کے دوران آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوئی۔ حضرت مرولوی ہی عرس کے موقع پر ختم شریف پڑھتے ہیں۔ آپ کے مریدین کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ جو اپنے آپ کو سدیدی لکھتے ہیں۔

(۲) آپؒ کے دوسرے خلیفہ حضرت پیر محمد کرم شاہ ازہری مدظلہ العالی سجادہ نشین بھیرہ شریف ہیں۔ آپ کے علم و فضل کا چرچا تو ہر خاص و عام کی زبان پر ہے۔ حضور کی شخصیّت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ کی تفسیر ضیاء القرآن سے پورا عالمِ اسلام مستفید ہو رہا ہے۔ خداوند کریم حضرت پیر صاحب کے علم و عمل میں اور اضافہ فرمائے اور ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔

(۳) حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ مکان شریف کھڑی تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا بھی جیّد عالم اور عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ آج سے تقریباً تین سال قبل آپ کے والد حضرت میاں عبدالمجید صاحبؒ کے وصال کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا بیعت و ارشاد کی اجازت عطا فرمائی۔ آپ تقریباً دس سال دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں صدر مدرس کی حیثیت سے خدمت سرانجام دیتے رہے ہیں۔

(۴) حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین

سور کی شریف تحصیل خوشاب ضلع سرگودہا۔
آپ کا وصال ہو چکا ہے، اب آپ کے صاحبزادے مولانا اعجاز احمد صاحب سجادہ نشین ہیں۔ عرس شریف (سیال شریف) کے موقع پر حضرت مولوی صاحب کے ساتھ مل کر ختم شریف پڑھتے ہیں۔

(۵) قاضی عبدالرحمٰن صاحب سبھرال شریف تحصیل خوشاب ضلع سرگودہا۔ آپ کے والد حضرت قاضی میاں محمدؒ حضرت خواجہ شمس العارفینؒ کے خلیفہ تھے۔ قاضی عبدالرحمٰن صاحب کو چھوٹی عمر ہی میں خلافت عطا ہوئی۔

(۶) حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب چاچڑ شریف

(۷) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب چکوڑی شریف۔

(۸) حضرت مولانا محمد ذاکر صاحبؒ محمدی شریف (اب آپ کے صاحبزادہ حضرت حاجی رحمت اللہ صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین ہیں)

(۹) حضرت مولانا کمال الدین صاحب خواجہ آباد شریف۔ میانوالی۔

(۱۰) حضرت مولانا فخرالدین شاہ صاحب دڑچھ شریف۔

(۱۱) چنیوٹ میں حضرت مولانا غوث محمد صاحب مدظلہ العالی۔

(۱۲) حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب چشتی نظامی گوجرانوالہ۔

(۱۳) مدرسہ قمرالاسلام سلیمانیہ کراچی کے مہتمم حضرت مولانا سید منظور شاہ صاحب ہمدانی۔

(۱۴) حضرت مولانا عبدالغنی شاہ صاحب گجرات

(۱۵) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب افریقی۔ (انہیں حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب نے خلافت عطا فرمائی اور حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے تائید فرمائی)

(۱۶) حضرت اختر سلیمان صاحب سجادہ نشین بیگم شاہی مسجد لاہور۔

(۱۷) حضرت خواجہ حافظ محمد امین صاحبؒ عیسیٰ وال ضلع جہلم۔

(۱۸) مولانا مفتی اعجاز ولی رحمۃ اللہ علیہ لاہور

(۱۹) حضرت سید مراتب علی شاہ صاحب سلھوکے ضلع گوجرانوالہ۔

حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

نجمِ سپہرِ دیں قمرالدیں سیالوی
نگہت فروشِ گل کدۂ اُسوۂ نبیؐ

سالارِ دیں، عیارِ طریقت، شارِ قوم
خادم رسُولؐ پاک کا اللہ کا ولی!

روشن چراغ علم و عمل کے دیار میں
خضرِ طریقِ دانش و آدابِ آگہی!

رکھا سدا بلند علم اتحاد کا
چھوڑا نہ دامن، الفت و اخلاص کا کبھی

تحریکِ حریت میں دیا ساتھ قوم کا
ہر ایک مرحلے پہ عدُو کو شکست دی

کشمیر میں جہاد، تو سرحد میں احتساب
دونوں جگہ دکھائی تب و تابِ عزم کی

پرچم نظامِ دیں کا کیا ملک میں بُلند
لادین طرز کی نہ حکومت قبول کی

بے لوث ہر معاملہ ہر کام بے غرض
بیزار تھا مال سے، سینے میں دل غنی

ہر لحظہ وقف خدمتِ اسلام کے لیے
بہرِ عروج و شوکتِ دیں، رہن زندگی

سایہ فگن رہا جو سدا مشکلات میں
قوم آج اُس کے سائے سے محرُوم ہوگئی

اللہ اُس کو سایۂ رحمت میں دے جگہ
حصّے میں آئے دولتِ فردوسِ سرمدی

ہو حُسنِ طبع مثلِ قمر طلعت آفریں
کُنجِ لحد میں شمعِ عمل کی ہو روشنی

ماہِ صیام میں ہوئی رحلت زہے نصیب
واضح دلیل بخشش و رحمت کی ہے یہی

اصغر حسین خان نظیر لودھیانوی

شیخ المشائخ پیرِ طریقت پاسدارِ شریعت حضرت خواجہ محمد قمر الدین رحمۃ اللہ

کی شہادت پر اظہارِ عقیدت

مدینے میں وصالِ خواجہ کی جس دم خبر پہنچی
عجب افسردگی چھائی، ہوئے سب غرقِ حیرانی

سراپا خُلق و الفت تھے، حیاداری کا پیکر تھے
ہر اک پاتا تھا اُن کی گفتگو سے کیفِ رُوحانی

میسّر تھا سبھوں کو حضرتِ والا کی صحبت میں
دِلوں کا نُور، آنکھوں کی ضیا چہروں کی تابانی

تھی باتوں میں عجب نرمی، تھی شفقت انکے لہجے میں
وہ حل کرتے تھے ہر اک عقدۂ مشکل بآسانی!

ہوا ہر معتقد بے چین خواجہ کی شہادت پر
رہی ہے یاد میں ہر آنکھ وقفِ اشک افشانی

لحد ہو عنبریں انکی، ہو اس پر بارشِ رحمت
ہمیشہ خواجہ قمر الدین پر ہو فضلِ ربّانی

بیاں اوصاف خواجہ کے کروں، کب مجھ میں ہمت ہے
مجھے معلوم ہے حافظ سخن کی تنگ دامانی!

حافظ لدھیانوی (مدیر منشور)

انتقالِ پُرملال شیخ الاسلام (پاک) — اَمیر السالکین وقمر الملت والدّین
۸۱ ۶ ۱۹ — ۱۴۰۱ھ

"خواجۂ باطریقت محمّد قمرُالدّین سیالوی"

۸۱ ۶ ۱۹

چل بسا کون عارفِ دَوراں — سونی سونی ہے بزمِ اہلِ نظر
متحیّر ہے دہر کا چہرہ — اک جگر پر ہے ہاتھ اِک دِل پر
اُف! قمر دین خواجۂ ملّت — آج دنیا سے کر گئے ہیں سفر
آہ! گھر گھر بچھی صفِ ماتم — شہرِ غم بن گیا "سیال نگر"
ملک وملّت کو آپ کی خدمات — یاد آتی رہیں گی شام وسحر
آپ اک صاحبِ فراست تھے — عصرِ حاضر کے ایک دانشور
اک بدخشانِ معرفت کے لعل — بحرِ عرفان و آگہی کے گہر!
نگۂ شمسِ عارفیں کی قسم — اپنے دادا کے آپ تھے مظہر
شیخ الاسلام کا لقب پایا — آپ بن کے دین کا رہبر
آہ اک خضر چھن گیا ہم سے — مَوت کے ہاتھ سے ہے کس کو مفر
کھا کے غم کا جگر پہ نشتر ہم — دل پہ رکھیں گے صبر کا پتھّر!

فکرِ تاریخ ہے عزیزؔ کو کیوں
ہوگیا ارتباطِ شمسؔ وقمر
۱۴۰۱ھ

عزیزؔ حاصل پوری

گوہرِ شاہوارِ بحرِ ولایت

۱۴۰۱ھ

قطب الانام خواجہ قمر الدّین سیالوی

۱۴۰۱ھ

فقیہہِ زماں شہنشاہِ ولایت

۱۴۰۱ھ

مردِ حق آگاہ، مقبولِ خدائے ذو الکرام
جس کا مسلک دعوتِ احیائے سنّت تھا مدام
عالمِ علمِ شریعت، واقفِ اسرارِ دیں!
قائدِ تحریکِ تجدیدِ نظامِ مصطفےٰ
شیخ الاسلام اور امیرِ کاروانِ اہلِ حق
ناز تھا جس کی قیادت پر ہر اک ذی عقل کو
جس کے پائے عزم و استقلال میں لغزش نہ تھی
خواجہ قمر الدّینؒ جسے کہتے ہیں سب اہلِ جہاں

قبلۂ دیں شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ

۱۹۸۱ء

وارثِ علمِ نبوّت، عاشقِ خیر الانام
اہلِ دُنیا کو دیا جس نے اخوّت کا پیام
وہ فقیہہِ بے نظیر اور مفتیٔ عالی مقام
جس نے کی تبلیغ اخلاقِ رسالت صبح و شام
داعیٔ حق و صداقت، واعظِ شیریں کلام
ہاں وہی تھا اہلِ سُنّت و الجماعت کا امام
سامنے جس کے عدوئے حق تھا بے نیلِ مرام
جس کے غم میں آج ہیں ماتم کناں سب خاص و عام

ارتحالِ پُر ملالِ خواجہ قمر الدّینؒ پر!
اے قمر کہہ دے "امامِ اتقیا ذو الاحترام"

۱۹۸۱ء

از قلم اخدم الخادمین قمر یزدانی
۱۹۸۱ء

نکتہ دانِ معرفت شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ العزیز

ساقیٔ میخانۂ عرفاں، زبانِ معرفت
گلشنِ مہر و مروّت، باغبانِ معرفت

اے مجاہد اے امیرِ کاروانِ معرفت
زرد رُو ہے تیرے غم میں آسمانِ معرفت

کشتیٔ قلبِ حزیں گردابِ غم میں رُک گئی
تُندیٔ طوفاں نے توڑا بادبانِ معرفت

مخزنِ افکارِ عالی، پیکرِ جُود و کرم!
جلوۂ مہرِ ولایت، گلستانِ معرفت

نکتہ سنجِ رمزِ باطن، نغمہ گوئے سرِّ حق
آشنائے کنزِ مخفی، ترجمانِ معرفت

تیری سانسوں کی مہک سے راستے زندہ ہوئے
واقفِ اسرارِ جاں اے نکتہ دانِ معرفت

زندگی تیری سراپا ہے محبت کی نماز
گفتگو تیری سراسر ہے اذانِ معرفت

خواجہ قمر الدینؒ کے دربارِ گوہر بار سے
روشنی پائیں گے عابد طالبانِ معرفت

چودھری عابد سعید عابد

نذرانۂ عقیدت

بحضور شیخ الاسلام الحاج مولانا حافظ خواجہ محمد قمر الدّین قدس سرّہٗ سجّادہ نشین سیال شریف

محبّ خالقِ ہر دو جہاں ہیں خواجہ قمرؒ
حبیبِ سرورِ کون و مکاں ہیں خواجہ قمرؒ

کیا ہے لُطفِ نظر سے دلوں کو رخشندہ
سخا وجود و کرم کا جہاں ہیں خواجہ قمرؒ

ریاضِ چشت مہکتا ہے اُن کی خوشبو سے
بہارِ شوق، گُلِ بے خزاں ہیں خواجہ قمرؒ

عمل کی راہ میں مثلِ چراغِ منزل تھے
تخیلات میں اب ضَو فشاں ہیں خواجہ قمرؒ

وہ جن سے پیر کرمؔ شاہ فیض یاب ہُوئے
وہ ایک چشمۂ فیضِ رواں ہیں خواجہ قمرؒ

غمِ جہاں کا مداوا ہیں، کلفتوں کا علاج
نشاطِ دیدۂ صاحبدلاں ہیں خواجہ قمرؒ

اُجالے ظلمتِ زنداں میں ہو گئے جن سے
وہ رہ نمائے رہِ امتحاں ہیں خواجہ قمرؒ

شعور و فکر کے پھولوں میں ہے مہک اُن کی
بہارِ گلشنِ علم البیاں ہیں خواجہ قمرؒ

فصیحِ وقت کہوں یا کہوں بلیغ زماں
ادب نواز و ادیبِ جہاں ہیں خواجہ قمرؒ

نڈھال کیوں نہ ہو رنج والم سے قوم فداؔ
نگاہ ڈھونڈ رہی ہے کہاں ہیں خواجہ قمرؒ

صوفی محمد فضل الدین فداؔ



صحبتِ رفیقِ تندلاں یک دم دو دم

تحریر:۔ صاحبزادہ سیّد فیض الحسن (آلو مہار شریف)

حیوان ہوں یا انسان سب کو زندگی کے بنیادی اور طبعی تقاضوں کو پورا کرنا ہی پڑتا ہے
ں انسان ان امور کی ادائیگی کے طریقوں میں ندرت پیدا کر کے، ان کی لذت اور جاذبیت
س کچھ اضافہ کر لیتا ہے۔ لیکن یہ اضافہ اسے بہت گراں پڑتا ہے۔ اور انسان مادی اور حسّی لذّتوں
ے خود ساختہ دام میں پھنس کر اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَام کا مصداق بن جاتا ہے اور اسفل السّافلین
ی پستیوں میں گر جاتا ہے۔

لیکن اگر حُسن بینی اور حُسن آفرینی کا خالص انسانی جذبہ، حُسنِ حقیقی کی تلاش میں لگ جاتے
و پھر انسان احسنِ تقویم اور وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ کا مصداق بن جاتا ہے۔ اور اس
ی شخصیت حُسنِ حقیقی کے عکسِ جمال سے مستفیض ہو کر بے پناہ عظمت اور رفعت کا مظہر بن جاتی ہے۔
جستجوئے جمال و کمال کبھی شعر و آہنگ کے رنگ میں اور کبھی حکمت و معرفت کی صورت میں ظہور پذیر
ہوتی ہے۔ انسانی تہذیب و تمدن کے تمام محاسن اسی طلبِ حُسن اور اظہارِ حسن کے مرہونِ منت ہیں
گر شعراء، علماء، حکما اور عرفاء نہ ہوتے، اور حُسن آفرینی کا عظیم تخلیقی عمل جاری نہ رہتا تو زندگی جمود

اور الخطاط کا شکار ہو جاتی اور ناقابلِ برداشت عقوبت کا روپ دھار لیتی۔ لیکن فیضانِ قدرت سے کچھ لوگ ایسے آتے ہی رہتے ہیں، جن کے دم سے زندگی کو نئی رعنائی اور زیبائی مل جاتی ہے۔ اور ان کے دم سے زندگی کا فکری اور جذباتی معیار بلند تر ہو جاتا ہے۔ اور انسان ان کے فیضِ صحبت سے فکر و عمل کی نئی وسعتوں اور رفعتوں کو چھو لیتا ہے۔

پیرِ طریقت حضرت خواجہ محمد قمر الدین صاحب سیالوی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی ہی عہد آفرین شخصیت تھے۔ ان کی ذات علم، عمل اور عشق کا حسین اور متوازن مرقع تھی۔ شرافت میں یکتا اور ذہانت میں یگانہ تھے۔ دماغ علم کا خزینہ اور دل معرفت کا گنجینہ تھا۔ علماء سے فقہ اور کلام کے دقیق مسائل پر گفتگو ہوتی تھی تو صوفیاء سے سیر و سلوک کے عمیق معارف پر اظہارِ خیال ہوتا تھا۔ سیاست دانوں سے آئینی اور دستوری مسائل زیرِ بحث آتے تھے تو ارادت مندوں کو ذکر و فکر کے اسرار سکھائے جاتے تھے۔ آپ کی ذات ایک انجمن تھی۔ اور آپ کی شخصیت تعلیم و تربیت کی ایک درسگاہ تھی۔

مجھے اکثر اوقات، خلوت و جلوت اور سفر و حضر میں آپ سے قرب و معیت کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔ ایسے مواقع پر کچھ تو میرا ذوقِ طلب اور کچھ آپ کی بزرگانہ شفقت ہمت افزائی فرماتی رہی۔ نتیجتاً بہت کچھ سننے اور سمجھنے کا موقعہ ملتا رہا۔ ایک دفعہ میری دعوت پر آپ ہمارے غریب خانہ پر تشریف فرما ہوئے۔ میں نے اس فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے، صوفیاء کے نظریۂ ذات اور کائنات کے متعلق استفسار کیا، آپ نے جواباً علم و عرفان کے دریا بہا دیئے۔ اور ایسے دقیق مسائل کی ایسی سیر حاصل تشریح فرمائی کہ حاضرین جھوم اٹھے۔ اس محفل شبینہ کا کیف و سرور اب تک دل و دماغ میں موجود ہے۔

نظریۂ ذات و کائنات

آپ نے فرمایا۔ ذات کی معرفت عقل سے نہیں صرف عشق سے ہی ممکن ہے۔ یہ سر کا کام نہیں دل کا معاملہ ہے۔ عقل کثرت بین اور محجوب ہے۔ دل وحدت آشنا اور محبوب ہے ؎

بو علی اندر غبارِ ناقہ گم
دستِ رومی پردۂ محمل گرفت (اقبالؒ)

بندے اور خدا، خالق اور مخلوق میں حلول کی نسبت قائم کرنا کفر ہے، کہ یہ دوئی کا اثبات کرنا ہے۔ حالانکہ وہ یکتا اور یگانہ ہے۔ دوسرا ہے ہی نہیں کہ حلول کی نسبت قائم ہو سکے۔ شبستری نے کیا خوب کہا ہے ؎

حلول واتحاد ایں جا محال است — کہ در وحدت دوئی عین ضلال است

واجب الوجود ایک ہی ہے۔ ممکن کا وجود حقیقی نہیں۔ اس لیے کثرت حقیقی نہیں، ہاں کثرت عدم بھی نہیں کیوں کہ محسوس ہوتی ہے اس کا وجود حِسّی اور وہمی ہے۔ حقیقی نہیں۔ وہم اٹھ جائے تو حقیقت ہی باقی رہ جاتی ہے اور وہ وحدت ہے۔

توحید واحد گفتن نیست بلکہ واحد دیدن است۔ گوش سے آغوش تک جانا ہی طریقت کا مقصد ہے۔ جو کشف و الہام کتاب وسنت کے مطابق ہے وہ محمود اور یقین افروز ہے۔ اور جو کتاب وسنت کے خلاف ہے وہ مردود ہے۔ ہر علم وفن جو حقائق دینی کا مؤید اور خادم ہے، مفید ہے اور جو دین کا مؤید نہیں بے کار اور مضر ہے۔

پاکستان میں تعلیم

پاکستان میں تعلیم کے موضوع پر فرمایا —— پاکستان کے نظامِ تعلیم میں ابتدار سے انتہا تک دینی تعلیم کو لازمی قرار دینا چاہیئے۔ اساتذہ کی تربیت میں ان کی اخلاقی اصلاح پر خاص توجہ دینی چاہیئے۔ مخلوط تعلیم اسلامی مزاج کے قطعاً مخالف ہے۔

قوم کی اصلاح کے لیے، علمار اور مشائخ کو تعلیم، تبلیغ اور ترغیب سے کام لینا چاہیئے اور حکومت کو قوت اور ترہیب کو بھی استعمال کرنا چاہیئے۔

علمار ومشائخ کے فرائض

علمار ومشائخ کو آپ ہمیشہ، حق گوئی، حق کوشی اور حق نیوشی کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اور بہ وثوق فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان کی نظریاتی مملکت کے بنانے میں بھی علمار ومشائخ کا بہت بڑا حصہ ہے اور اس کو بچانے اور پروان چڑھانے کی سب سے زیادہ ذمہ داری بھی انہی پر عائد ہوتی ہے۔ اگر یہ دونوں گروہ کماحقہٗ اپنی ملی ذمہ داریوں کو ادا کرتے رہیں تو قوم کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ خصوصاً نژادِ نو کو تشکیک سے بچانا اور دینی یقین واذعان تک پہنچانا، انہی کا کام ہے۔

آئینی مسائل

سرگودہا میں پاکستان کے آئینی اور دستوری مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا :- " اسلام کا شورائی نظام مغربی جمہوریت سے قطعاً مختلف ہے۔ مغربی جمہوریت میں پارلیمنٹ کو قانون سازی کی غیر محدود قوت حاصل ہے۔ لیکن اسلامی مجلسِ شوریٰ قرآن وسنت کی حدود کے اندر رہ کر ہی قانون

سازی کر سکتی ہے۔ مغربی جمہوریت میں اقتدارِ اعلیٰ عوام کی اکثریت کے پاس ہے۔ لیکن اسلامی نظام میں اقتدارِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ مغربی جمہوریت میں کثرتِ رائے دلیلِ صداقت ہے لیکن اسلام میں حق کثرتِ رائے کی تائید کا محتاج نہیں۔

اسلام میں نمائندگی کا معیار علم و تقویٰ ہے نہ کہ کثرتِ رائے۔

"حضور علیہ السلام کو بھی شوریٰ کا حکم دیا گیا۔ حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب کے مطاع ہیں۔ اور آپ کا فیصلہ آخری حجت ہے۔ یہ حکم صرف امت پر شوریٰ کی اہمیت واضح کرنے کے لیے دیا گیا۔"

مشترکہ دفاع کی تجویز

آپ پاکستان کی دفاعی استعداد کو حتی الامکان مضبوط تر کرنے پر زور دیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ حق و باطل اور خیر و شر کی آویزش ایک ابدی حقیقت ہے۔ اس لیے مسلمان حکومتوں کو دفاعی قوت کے سلسلے میں خود کفیل ہونا ضروری ہے۔ اغیار سے مستعار قوت کے بل بوتے پر باوقار زندگی گزارنا ممکن نہیں۔ اس سلسلہ میں آپ تجویز فرمایا کرتے تھے۔ کہ تمام مسلمان حکومتوں کو اپنے افرادی، فنی اور مالی وسائل کو مشترکہ دفاع اور تعمیر و ترقی کے لیے مربوط کرنا چاہیے۔ نیز سامانِ تعیش کی درآمد پر پابندی لگا کر، اور سادہ زندگی اختیار کر کے، زرِ مبادلہ اور ملکی دولت کو، دفاعی اور تعمیری ضروریات کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ چونکہ ہر بالغ اور تندرست مسلمان پر بوقتِ ضرورت جہاد واجب ہے۔ اس لیے سب کی عسکری تربیت کا اہتمام کرنا حکومت کا فرض ہے۔

ترکِ ماسویٰ

ایک دفعہ میں نے سوال کیا کہ کیا اسلام میں ترکِ دنیا اور عزلت گزینی جائز ہے؟ اور اگر جائز ہے تو کس حد تک؟

فرمایا کہ ترکِ دنیا سے مراد اجتماعی ذمہ داریوں سے گریز یا کسی جنگل میں عزلت گزینی نہیں، بلکہ ماسوا اللہ سے بے نیازی ہے۔ جب جزا اور سزا سے قطع نظر، ہر عمل کا مقصود اللہ کی لقا اور رضا بن جائے تو یہ ترکِ دنیا ہے۔ اور یہ ترکِ دنیا دین کی جان ہے ـــ محویتِ فن میں فنکار گرد و پیش کو بھول جاتا ہے۔ یہی حقیقی تبتّل اور ترکِ ماسوا اللہ ہے ـــ باقی کی خاطر فانی کو، حقیقی کی خاطر مجازی کو اور اصلی کے لیے وہمی کو فراموش کر دینا ہی عرفان کی جان ہے۔ اور معرفت کا قطعی ذریعہ ہے۔

حیاتِ خضر تصدّق کُنم بہ ہمّتِ دوستؒ

حضرت قمر الملت والدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

کہ ترشّش ہمہؒ دارد روا بہ سینۂ من

عطا فرمودہ: حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی

۲۳ ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ مطابق یکم اکتوبر ۱۹۸۱ء — کتبہ: —— محمد شفیع انور سیالوی

اسی کو صوفیاء کرام فنا کے نام سے تعبیر کرتے ہیں — لیکن بدھ مت کی طرح فنا یا نروان ہی مقصودِ عرفان نہیں۔ بلکہ اصلی اور آخری مقام تو بقا ہے — جہاں سالک ذاتِ حق کا مظہر بن جاتا ہے اور اس کے اخلاق سے متخلّق ہو کر، دلوں کے تزکیہ اور تصفیہ کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ اس مقام پر سالک انسان کے سود اور بہبود کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیتا ہے۔ اور اس کی زندگی کی ایک ایک ساعت انسانی بقاء اور ارتقاء کے لیے وقف ہو جاتی ہے۔

اہلِ سنّت کی تنظیم

مسلکِ حقہ اہلِ سنت والجماعت کی تنظیم، تعلیم اور تربیت کے سلسلہ میں آپ کی مساعی ناقابلِ فراموش ہیں۔ سیال شریف کے مرکزی دارالعلوم، ملک گیر تبلیغی محافل، منظم اور پُرزور انتخابی مہم کے ذریعے آپ نے اہلِ سنت والجماعت کو نیا ولولہ حیات بخشا، جو انشاء اللہ جاری و ساری رہے گا۔ قوم آپ کی عظیم الشان، روحانی، علمی، تبلیغی، تنظیمی اور سیاسی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ عالمِ مادی سے رُوپوشی کے بعد بھی آپ کی حسین یادیں۔ دلوں کو گرماتی رہیں گی۔ اور ایمان کو بڑھاتی رہیں گی۔

صحبتِ روشندلاں یک دم دو دم — آں دو دم سرمایۂ بود و عدم
عقل را صاحب نظر کرد و گذشت — عشق را شوریدہ تر کرد و گذشت

حضرت خواجہ پیر محمد قمرالدین رحمۃ اللہ سیالوی

وہ مصدرِ کمال تھے وہ پیکرِ جمال
لاؤں کہاں سے ڈھونڈ کر خواجہ کی میں مثال

وہ سیرتِ رسولؐ کا عکسِ جمیل تھے
قربان راہِ دین میں تھے اُن کے جان و مال

اُن کی نظر سے سنگ بھی لعل و گہر بنے
حق نے اُنھیں نوازا تھا منجملۂ کمال

خواجہ قمر سا مردِ مسلمان و حق شناس
آتا ہے کائنات میں بعد از ہزار سال

اک رُوحِ ارجمند ہوئی عازمِ عدم
غم میں ترے شریک ہوئے اہلِ خطۂ سیال

آنکھیں بھی اشکبار ہیں سینہ بھی ہے فگار
اک عاشقِ رسولؐ خدا کا ہوا وصال

اک آسمانِ دیں کا قمر ہو گیا غروب
ہے کہکشاں بھی غمزدہ، انجم بھی پُر ملال

نازش وہ علم و فن میں عدیم النظیر تھے
جُود و سخا میں آپ کی شہرت تھی لازوال

گلزارِ معرفت کا وہ مہکا ہوا گلاب
وہ آسمانِ حق و صداقت کا آفتاب

غلام زبیر نازش

رونقِ بزمِ ولایت پیر قمرُ الدینؒ ہیں
محرمِ رازِ حقیقت پیر قمرُ الدینؒ ہیں

مخزنِ جُود و سخاوت پیر قمرالدینؒ ہیں
معدنِ لطف و عنایت پیر قمرُ الدینؒ ہیں

جرأت و ایثار کی ہیں ایک زرّیں داستاں
کوہسارِ عزم و ہمت پیر قمرُ الدینؒ ہیں

سادگی میں بے مثال اور عاجزی میں باکمال
آدمیت کی علامت پیر قمرُ الدینؒ ہیں

خوش بیان خوش خصال و خوش نگاہ و خوش جمال
مصدرِ خلق و مروّت پیر قمرُ الدینؒ ہیں

معرفت، منطق، تصوّف، فلسفہ، علم و ادب
فکر و دانش کی نہایت پیر قمرُ الدینؒ ہیں

خواجہ شمسُ الدین کے ہیں خوشہ چین و جانشیں
تاجدارِ علم و حکمت پیر قمرُ الدینؒ ہیں

شادؔ بھی اُن کے غلاموں کا ہے اک ادنیٰ غلام
اس کے بھی پیرِ طریقت پیر قمرُ الدینؒ ہیں

محمد احمد شادؔ

ایک سوا ایک سال بعد

شیخ الاسلام خواجہ قمرالدّین رحمۃ اللہ علیہ کی ایک یادگار مجلس

(صاجزادہ) غلام نظام الدین مرولوی،



اُبل رہے ہیں حروفِ کہن سے معنیٔ نو
مقامِ وجد ہے اسے ناقدِ سیاق و سباق

ایک سوا ایک برس پہلے، سوموار ۱۶ رجمادی الاخریٰ ۱۲۸۷ھ کو حضرت سیّد محمد سعید صاحب —— مولف مرآت العاشقین نے اعلیٰ حضرت سیالوی خواجہ شمس الحق والدّین رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ مجلس کے ملفوظات قلمبند کئے تھے۔ بندۂ فقیر نے اپنے شیخ مکرم اور اعلیٰ حضرت سیالوی کے پڑپوتے اور سجادہ نشین —— حضرت شیخ الاسلام مدار العصر خواجہ قمر الحق والدّین (رحمۃ اللہ علیہ) کی ایک یادگار مجلس —— منعقدہ ۱۰ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ، بمقام مرولہ شریف ضلع سرگودھا —— کے شب و روز کے حالات، اور کیفیات کو بصد عقیدت و احترام نذرِ قارئین کرام کیا ہے۔ میری اس کوشش کو "ایک سوا ایک سال کے بعد" حضرت شاہ صاحب موصوف کی عظیم تر کوشش "مرآت العاشقین" کے مقابلے میں "جواب آں غزل" قرار دینا محض سوءِ تفاہم ہوگا۔

ماضی کے بعض جیّد بزرگوں نے اپنے اپنے شیخ کے ملفوظات کتابی صورت میں لکھے ہیں۔ ملفوظات کے ذخیرے میں عظیم ترین کتاب، جس نے بعد میں اپنی نوعیت کی ہر کتاب کو کم و بیش ضرور متاثر کیا ہے، امیر حسن

سجزی کی فوائد الفواد ہے ــــــ جس میں انہوں نے اپنے شیخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کا ایک سو اٹھاسی (۱۸۸) مجلسوں کے ملفوظات درج کیے ہیں ۔

فوائد الفواد کے بعد، ملفوظ نویسی نے ایک مستقل روایت کی شکل اختیار کرلی۔ چنانچہ اس موضوع پر ہزاروں نئی کتابوں کا اضافہ ہوا، لیکن کوئی کتاب بھی فوائد الفواد کے ہم پلہ نہ ہوسکی۔ امیر حسن نے جب اپنی کتاب کو آخری شکل دے کر خواجہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا ـــ "نیکو نبشتہ ای و درویشانہ نبشتہ ای ونام ہم نیکو کردہ ای" یہ جملہ حل آسانی اور حوصلہ افزائی کی روح سے سرشار تھا۔ اور اس کی برکت سے مجموعہ فوائد الفواد اپنے اسلوب کے لحاظ سے وہ سنگ میل قرار پایا۔ جہاں سے، بعد میں آنے والے مریدوں کو اپنے اپنے شیوخ کے حالات اور گوش شنید ملفوظات لکھنے کی نئی راہیں مل گئیں ۔

فقیر نے اپنے شیخ گرامی کی ایک مجلس کے حالات وملفوظات لکھ کر ارباب ہمت کو شوق دلانے کی کوشش کی ہے کہ کوئی صاحب کتابی صورت میں حضرت شیخ الاسلام کے ملفوظات جمع کریں تاکہ اہل ذوق کے لیے نفع روحانی کا باعث ہو۔

پرانے بزرگوں کے ملفوظات بے شک بہت قیمتی سرمایہ ہیں، لیکن پرانے مجموعوں کے بار بار مطالعہ سے طبیعتیں سیر ہوچکی ہیں۔ ضرورت وقت اور انسان کی فطری خواہش اس بات کی متقاضی ہے کہ معاصر مشائخ کے ملفوظات مرتب کئے جائیں، تاکہ "روایت" کا سلسلہ ماضی پر ہی نہ رک جائے بلکہ سبک رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ کر حال کے دوش بدوش چلتا رہے۔

فسانہ گشت و کہنہ شد حدیث اسکندر
سخن نو آر! کہ نو را حلاوتے است دگر

پرانے بزرگوں کے جو حالات پڑھنے سننے میں آئے ہیں، میں نے اپنے شیخ کی سیرت میں ان سے کچھ کم نہیں پائے۔ وہی سلوک ومعرفت، پند وموعظت، حقائق ومعارف الٰہیہ، اسرار ونکات شریعت اور قرآن وحدیث کے مطالب ومعانی، جو اکابر متقدمین کی مجلسوں کا زیور تھے۔ حضرت شیخ الاسلام کی زبان مبارک پر بلبیاختہ و برجستہ رواں رہتے ہیں۔ اس لیے حضرت شیخ کے ملفوظات سے صرف نظر کرنے سے، میرے خیال میں تصوف کے خزانے میں ایک ایسا خلا رہ جائے گا۔ جس کو پُر کرنے کے لیے کوئی بھی "کوہ نور" کافی نہیں ہوسکے گا۔

اے آنکہ محو سخن گسترانِ پیشینی
مباش منکرِ غالب کہ در زمانۂ تست

مجلس

(رات اور دن ، ۱۰ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ)

آج فرحت و مسرّت اور عشرت و بہجت اپنے عنفوان پر ہے ، آج ولولہ شوق سے فضا میں ہیجان ہے ماحول میں رنگ و بو کا طوفان ہے ، آج سماعت نورِ نغمہ سے مسرور بھی ہے اور مسحور بھی ، نظارہ و خیال وجد و سرمستی میں مستغرق ہے ، آج سرجوشیاں اور مدہوشیاں اُمنڈ اُمنڈ کر چھائے جا رہی ہیں ۔ آج "مادیت" کا چراغ ماند ہے ۔ "روحانیت" کی شمع سے ولایتِ قلب بقعۂ نور ہے ۔ آج خواجہ معظم دین مرولوی کا عرس ہے ، آج شیخ الاسلام خواجہ قمرالحق والدّین سیالوی مدظلہ العالی (بعمر ۶۴ سال) زینتِ کاشانہ اور "صدرِ محفل" ہیں عقیدت مندوں کا بھاری ہجوم ہے ۔ حضرت شیخ الاسلام کے چہرۂ اقدس پر جو ایک مرتبہ نظر ڈالتا ہے اسے پیچھے دھکیل کر ہجوم میں سے ایک اور آدمی بھیڑ کو چیرتا ہوا ، ادب اور محبت سے سر جھکائے ہوئے آگے بڑھتا ہے اور جونہی جمالِ جاں پرور سے آنکھیں خنک کر لیتا ہے تو اسے مجبوراً اپنی جگہ کسی پیچھے سے آ دھکنے والے کو دینی پڑتی ہے ۔ حضرت شیخ کے قریبی حلقے میں جن لوگوں کو بیٹھنے کی جگہ مل گئی ، ان پر حسرت زدوں کی نظریں وقفے وقفے کے بعد شکاری باز کی طرح جھپٹ رہی ہیں ۔ بیٹھنے والوں کے سر ادب سے فرد ہیں اور سانس تنگنائے سینہ میں محبوس ۔ اگر کوئی ضعیف بہ تقاضائے سن پہلو بدلنے کے لئے گھٹنہ اُٹھاتا ہے تو نا ئبین میں سے قریبی آدمی موقع غنیمت جان کر بجلی کے کوندے کی طرح لپک کر اس ادنیٰ خلاء کو اتنی مضبوطی سے پُر کر لیتا ہے کہ گویا ع

زمیں جنبد نہ جنبد گُل محمد

دسویں رات کی خنک چاندنی اور خواجہ معظم دینؒ کے روضے کی چوٹی پر اسّی فٹ کی بلندی سے چمکنے والے قمقمے کی ہلکی دودھیا روشنی آپس میں ہم آمیز ہیں ۔ حضرت خواجہ سیالوی کی فرشی نشست کے قریب چھوٹی سی مصنوعی پہاڑی پر سجائے ہوئے گملوں میں پودوں کی شاخیں ہوا کے نرم ہلکوروں میں رقص کر رہی ہیں ، اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ مجلس کی طرح ان پر بھی اہتزاز کی کیفیت طاری ہے حضرت شیخ الاسلام کی زبانِ مبارک سے نکلنے والے ہر لفظ کے لئے سینکڑوں کانوں کے دریچے وا ہیں اور دلوں کے روزن کشادہ ۔ براہِ راست مخاطبین کی اگلی صف میں چار آدمی ہیں ۔

۱ ۔ راقم الحروف کے والد بزرگوار خواجہ غلام سدید الدین صاحب مدظلہ سجادہ نشین مرولہ شریف

۲ ۔ خطاط سید انور حسین الحسینی نفیس رقم خلیفہ مجاز حضرت رائے پوریؒ ۔

۳ ۔ خطاط صوفی خورشید عالم مخمور سدیدی خلیفہ مجاز خواجہ غلام سدید الدین صاحب مرولوی ۔

۴ ۔ جامعہ محمدیہ جھنگ کے ایک مدرس (جو حضرت شیخ کے ہمسفر تھے)

راقم الحروف، حضرت شیخ کی نظر بچا کر ایک کونے میں اس خوف سے دبا بیٹھا تھا کہ اگر آپ نے کسی چیز کے بارے میں بھی مجھ سے کچھ پوچھ لیا تو میں جواب عرض کرنے کی ہمت کہاں سے لاؤں گا؟ چنانچہ میرے مخفی رہنے کی کوشش کے باوجود ایک دو مرتبہ حضرت شیخ نے میری طرف دیکھا بھی، لیکن براہ راست خطاب سے میری قوت کلام کی بے بضاعتی کو بے نقاب کرنا آپ نے پسند نہ فرمایا اور روئے سخن پھر مذکورہ چار حضرات کی طرف منعطف ہوا۔

حضرت شیخ نے فرمایا۔ اعلیٰ حضرت سیالوی خواجہ شمس الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے وقت کے غوث الاعظم تھے۔ جب آپ سماع سنتے تو آپ کے وجد وحال کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ گھٹنہ مبارک نہایت معمولی برائے نام سی جنبش کرتا اور اگر خدانخواستہ کسی موقع پر گھٹنہ مبارک مرتفع ہو جاتا تو قیامت آجاتی کیونکہ یہ علامت غفلت کی ہے اور غوث الاعظم کی ادنیٰ غفلت بھی مخلوق کی تباہی کا باعث بن جاتی ہے۔

پھر فرمایا۔ حضور خواجہ شاہ اللہ بخش تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ معمول تھا کہ ظہر کی نماز کے بعد سوا پارہ منزل پڑھتے، پھر روضہ مبارک میں حاضر ہوتے اور فارغ ہو کر مہاروی حضرات کے پاس جاتے، چنانچہ ایک مرتبہ عرس شریف کے موقع پر جب آپ حسبِ معمول مہاروی حضرات کے پاس تشریف لے گئے تو حضرات نے عرض کیا کہ حضور آج عرس شریف کی مجلس میں قوالی کا کوئی لطف نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ قوالوں نے حلقوم تک ٹھونسم ٹھانس کر کے پیٹ بھرا ہوتا ہے، اس لئے جب ان کی اپنی طبیعت ہی موزوں نہ ہو وہ دوسروں کو کیسے محظوظ کر سکتے ہیں، پھر حضور تونسویؒ نے فرمایا کہ اچھا قوالوں کو بلاؤ۔ حضور کے قوالوں کو زلیخائے جامی اوّل سے آخر تک تمام کی تمام یاد تھی۔ آپ نے ایک خاص جگہ سے انتخاب کر کے فرمایا۔ یہاں سے پڑھو۔ قوالوں نے پڑھنا شروع کیا اور حضور نے اہلِ مجلس پر اپنی توجہ ڈالی۔ تمام اہلِ مجلس بلکہ آستان شریف پر جتنے بھی لوگ تھے بلا امتیاز اور بلا استثنا تمام کے تمام وجد کرنے لگے، بلکہ بعض تو بے ہوش بھی ہو گئے ۔

در ساغرِ چشمِ تو نہ دانم چہ شراب است؟
بر ہر کہ نظر می فگنی مست و خراب است

پھر فرمایا۔ یہ تونسہ شریف کا تاریخی وجد تھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ بیدل بے حد زیرک اور تیز دماغ ہونے کے علاوہ بہت خوش جمال بھی تھے ان کے حسن وجمال کے سامنے اہل نظر کا دامانِ شکیبائی ہاتھوں سے پڑا چھوٹتا تھا۔ عالم شباب میں ابھی وہ بالکل تازہ رسیدہ ہی تھے کہ تحصیلِ علم کے لئے بغداد کی شہرۂ آفاق یونیورسٹی نظامیہ میں جا پہنچے۔ دور دراز کے سفر کے بعد ان کے جسم پر کسل مندی کے آثار نمایاں تھے، اور چاند سے چہرے پر گرد وغبار جما ہوا تھا۔ ان کے چہرے کی صباحت اور ملاحت اور اس پر گرد وغبار کی ہلکی سی تہ کو دیکھ کر ان کے ہونے والے استاد حضرت

شیخ کا بتایا ہوا نام بھول گیا ہے۔ مرتب) نے فرمایا یالیتنی کنت ترابا۔ سید سند نے
تہ کہا دیقول الکافر یالیتنی کنت ترابا۔
پھر حضرت شیخ نے ضمناً مولانا معین الدین اجمیری اور مولانا محمد حسین صاحب کے علمی کارناموں
ذکر کیا۔
اس کے بعد آپ نے راقم الحروف کی تالیف "شعر ناب" کا مطالعہ شروع کیا اور مولانا جامی کے باب
یہ نعت شریف۔

لی حبیب عربی مدنی قرشی
که بود درد و غمش مایۂ شادی و خوشی

انتخاب کر کے حافظ محمد حسین ریڈیو آرٹسٹ اور صوفی محمد حسین جلالپوری سے بغیر مزامیر کے
جب نعت شریف مقطع کے قریب پہنچی تو عشا کی اذان ہونے لگی۔ حضرت شیخ نے فوراً قوالی
ی۔ اذان ختم ہوئی تو آپ نے ایک لمبی دعا پڑھی، حاضرین بھی ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر آمین کہہ رہے تھے
ن میں سے اکثر بشمول نویسندہ تھک چکے تھے۔ گھڑی پر منٹوں کی سوئی محیط کا چوتھائی حصہ قطع کر چکی
رت شیخ کے دعا کے لئے اُٹھے ہوئے ہاتھ مراجعت فرما ہوئے۔ پھر نعت شریف کا بقیہ حصہ
گیا اور نماز کے لئے مجلس برخاست ہوئی۔

چہار شنبہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ کی صبح کے سات بجے ہیں۔ میں اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا صوفی
سعیدی اور انور حسین نفیس رقم کے ساتھ چائے پی رہا ہوں۔ گرم و خوشگوار چائے کے ایک ایک گھونٹ
اتھ میں حضرات موصوف کی طرف دیکھ لیتا ہوں کہ کوئی گوہر معنی ان کے ضمیر منیر سے نوک زبان پر آئے
ان سماعت اُسے چن لے کہ دریں اثنا قبلہ والد بزرگوار بنفس نفیس تشریف لاتے اور یہ فرماتے
ے کہ "حضور تمہیں یاد فرماتے ہیں" عجلت سے واپس ہوئے۔ میں نے فرط شوق میں پیالی کو جھٹ پرچ
کھا، جس سے ٹنٹناہٹ کی آواز پیدا ہوئی۔ اور اس کا مجھے آج تک احساس ہے۔ امید ہے صوفی صاحب
شاہ صاحب میری اس ناشائستگی کو دو سبب سے معاف فرمائیں گے، ایک تو یہ کہ اس وقت میں
حکم کی تعمیل میں روا روی کے عالم میں تھا اور دوسرے بقول کسے:

بین الاحباب تسقط الآداب

حضرت شیخ کے کمرے میں حاضر ہو کر پہلے میں نے آپ کی جائے نماز پر بوسہ دیا اور پھر قدم بوسی سے مشرف
حضور نے فرمایا۔ "تم مجھے اب تک کیوں نہیں ملے؟" ندامت سے میرا سر جھک گیا، کیونکہ بیس ۲۰ گھنٹے پہلے
پ موٹر سے اُترے تھے اس وقت پیر بھائیوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔ میں نے اگرچہ برہنہ پا دوڑ کر تعظیم

اور زیارت تو کرلی تھی لیکن قدم بوسی حاصل نہ کر سکا۔ اور اپنے آپ کو یہ کہہ کر تسلی دے لی تھی کہ اتنے اژدہام میں حضرت شیخ کو کیسے یاد رہے گا کہ کون ملا ہے اور کون نہیں ملا؟ لیکن قربان جاؤں حضرت شیخ کی نگاہِ پاک کے، جو اس دنیا کی بھیڑ بھاڑ میں اپنے غلام کو فراموش کرنے کی روادار نہیں ہوتی تو یقین کامل ہے کہ آخرت کے ہوش رُبا ہنگامۂ رستخیز میں بھی وہ اپنے غلام کو بروقت پہچاننے میں دریغ نہیں کرے گی۔

حضرت شیخ کی اس خصوصی توجہ کا اثر یہ بھی ہوا کہ میرے کئی روحانی شکوک رفع ہو گئے۔ مثلاً اکثر میرے دل میں یہ وسوسہ گھس کر تذبذب کی کیفیت پیدا کر دیتا تھا کہ چھ سال قبل جب حضرت شیخ نے مجھے بیعت فرمایا تو آپ نے مجھے اوراد و وظائف کی قطعاً کوئی تلقین نہیں کی تھی، اس لئے شاید آپ کے ساتھ میری بیعت راسخ ہے یا نہیں لیکن حضرت کے کریمانہ التفات نے میرے دل کے نہاں خانے سے مذکورہ وسوسے کا استیصال کر کے میرے باطن کو "عین الیقین" سے سرشار کر دیا۔ الحمدللہ علے ذالک۔

حضرت شیخ کے اس ارشاد کا کہ "تم اب تک مجھے کیوں نہیں ملے؟" میرے پاس کوئی معقول جواب نہ تھا۔ لیکن، تاہم، آپ کی توجہ کو اصل نقطے سے پھیرنے کے لئے میں نے عرض کیا کہ بندہ رات کی مجلس میں حاضرِ خدمت رہا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں واقعی بوڑھا ہو چکا ہوں میرا حافظہ اور نظر کمزور ہو چکے ہیں، کیونکہ میں نے تمہیں ملتے نہیں دیکھا۔

آپ کا یہ ارشاد حقیقت پر مبنی تھا، چنانچہ میں لاجواب ہو گیا۔ اور شرم کے مارے میری ٹھوڑی سینے پر جا لگی۔ اس انفعالی انداز میں میری خاموشی عذر خواہی کا کام کر گئی اور حضرت شیخ نے نہایت کریمانہ انداز میں پردہ پوشی سے کام لیا اور بات کو بالکل بدلتے ہوئے فرمایا۔ اچھا اپنے سفرِ کابل کے حالات سناؤ۔ میری گویائی، یوں معلوم ہوتا تھا، بالکل جواب دے گئی ہے۔ حضور کا رعب اور وقار مجلس پر چھایا تھا۔ نوگفتہ بچے کی طرح چند شکستہ لفظوں میں، میں نے سفرِ کابل کا ایک آدھ واقعہ بیان کرنے کی کوشش کی اور پھر ایک طویل خاموشی کو اپنا ترجمان بنا کر، حضور کی طرف دیکھنے لگا۔ ؎

نمی گردید کوتہ، رشتۂ معنی رہا کردم
حکایت بود بے پایاں، بخاموشی ادا کردم

آپ نے میرے والد صاحب قبلہ کے ساتھ کسی اور مسئلے پر گفتگو شروع کی۔ اس کے بعد چند لمحوں میں ناشتہ تیار ہو کر دسترخوان پر پہنچ گیا۔ ناشتے پر حافظ محمد یوسف سدیدی، صوفی محمود سدیدی اور سید نفیس رقم صاحب کو بھی طلب کیا گیا۔

ناشتے کے بعد ڈیڑھ گھنٹے تک علمی مجلس گرم رہی مذہب اور عربی ادب کے سنجیدہ امور پر آپ نے تازہ نکات اور افکار بکرپیش کئے، جن سے علماء حد درجہ محظوظ ہوتے۔ مذہب شیعہ کے متعلق آپ نے اپنی جدید تحقیقات کی تفصیل بتائی اور شیعہ رُواۃ پر جس نہج سے بحث کی، افسوس ہے

س کا کوئی پہلو دامانِ خیال میں محفوظ نہیں رہ سکا، ورنہ یہ خاصے کی چیز ہوتی۔ بریلوی مسلک کے متعلق عالم نے آپ سے استصواب کیا۔ حضور نے فرمایا۔ میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی خاکِ پا کے برابر بھی ں۔ کیونکہ فقیر کے عقیدے میں مذہب کی بنیاد عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے۔ اور عشق کی بنیاد ب پر ہے۔ مولانا بریلوی کو ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ عشق تھا۔ پھر آپ نے زبان ی سے یہ شعر پڑھا۔

بہ مصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

دریں اثنا، کمرے میں کچھ گرمی کا احساس ہوا۔ برآمدے والی دیوار کی کھڑکیاں کھلوا دی گئیں یوں سے پیر بھائیوں نے حضرت شیخ الاسلام کو دیکھنے کے لئے، دوسروں کو پیچھے دھکیل کر خود آگے ھنے کے جذبے میں، ایک ہنگامہ سا پیدا کر دیا۔ کمرے کے اندر سے انہیں کئی بار منع کیا گیا کہ آپ لوگ جائیں۔ حضرت شیخ ابھی باہر تشریف لا رہے ہیں۔ لیکن اس حکم کو، باہر والوں نے، فرطِ شوق سے بالائے ں رکھ دیا۔ ہر آدمی کے جذبات و احساسات سے پتہ چلتا تھا کہ جیسے اس کو حضرت شیخ کی زیارت کا دوسروں بڑھ کر لطف آ رہا ہو، لیکن جو لطف خود مجھے محسوس ہو رہا تھا وہ دوسروں کے مجموعی لطف سے کہیں ھ تھا ؎

بہ ہر نظر بُتِ ما جلوہ می کند، لیکن
کس ایں کرشمہ نہ بیند کہ من ہمی نگرم ! !

۹ بجے سے ۹½ بجے تک حضرت شیخ الاسلام نے مجلس موقوف فرمائی۔ کافی لوگ کمرے سے اٹھ کر باہر ئے۔ میں بیٹھا رہا۔ اس وقت ایک دفعہ حضرت نے میری طرف دیکھا اور میں نے یوں سمجھا کہ جیسے دل کے خانے میں ایک زلزلہ سا آ گیا ہو۔ طبیعت میں گداز اور جذبات میں میلان پیدا ہوا۔ یہ قلیل الفرصت نگاہ ے نسیمِ سحر کا لطیف جھونکا کہا جائے یا شمعِ نور کی کرن "چشم زدن" میں دل کی عظیم کائنات کو رتے ہوئے ایک غیر مرئی شعلہ اپنی جاودانی یادگار چھوڑ کر پلٹ گئی ؎

شد از تصرفِ چشمِ تو آں زماں خبرم
کہ شعلہ در جگر افتادہ بے خبر می سوخت

چھ وقت کے بعد، میں بھی اجازت لے کر باہر چلا آیا۔ جس جس جگہ سے میرا گذر ہوا وہاں پیر بھائی ڑلیاں بناتے بیٹھے، حضرت شیخ کے فضائل و شمائل اور محامد و محاسن بیان کر رہے ہوتے تھے، سبحان اللہ

یک چراغ است دریں خانہ و از پرتوِ آں
ہر کجا می نگرم انجمنے ساختہ اند !

حضور کی صدارت میں ساڑھے نو بجے عرس شریف کی مجلس شروع ہوئی اور ساڑھے گیارہ بجے

ختم ہوئی - پھر آپ نے آرام فرمایا اور دو بجے ظہر واپس سیال شریف روانہ ہوئے ۔

حضرت شیخ الاسلام طبعاً گمنامی پسند ہیں - میرا دل خوف کے مارے ڈوب رہا ہے کہ مبادا اس
سے آں حضور کی طبعِ اقدس میں گرفتگی کا کوئی شائبہ تک بھی دخیل ہو، سبب تحریر میں نے اوّل
کر دیا ہے - لیکن حضرت شیخ کی طبعِ حلیم و کریم سے بدیں الفاظ معذرت خواہ ہوں۔

سخن دراز کشیدم ولے امیدم ہست
کہ ذیلِ عفو بدین ماجرا بپوشانی

(اس یادگار مجلس کا حال حضرت شیخ الاسلام کے وصال سے قبل تحریر کیا گیا تھا)



ذاتی ڈائری کے تین ورق

حضرت شیخ الاسلام سے تین یادگار ملاقاتیں

تحریر:۔ عابد نظامی

یہ ۱۳ر جولائی ۷۴ء کی ایک بھیگی ہوئی شام ہے۔ فضا میں چند شوخ بادل اٹکھیلیاں کر رہے
ہارسے سٹریٹ راولپنڈی کی ایک خوشنما اور وسیع و عریض کوٹھی میں پاکستان بھر کے مشائخ عظام
یں۔

مشائخ کرام کی یہ عظیم الشان کانفرنس شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الملّت والدّین نے طلب فرمائی
سلاسل تصوّف کے آفتاب و ماہتاب جمع ہیں۔ حضرت دیوان آل مجتبیٰ علی سجادہ نشین اجمیر
ف۔ سید برکات احمد صاحب سجادہ نشین جلال پور شریف۔ حضرت سید غلام محی الدین سجادہ نشین
شریف۔ حافظ ظہور الٰہی شاہ سجادہ نشین چورہ شریف۔ علامہ سید ابوالبرکات احمد قادری
ب الاحناف لاہور۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری سجادہ نشین بھیرہ شریف۔ حضرت مولانا
ین الدین شاہ راولپنڈی —— سب مشائخ عظام حضرت شیخ الاسلام کے ارد گرد تشریف
یا۔ کمرے میں ایک سو سے زیادہ مشائخ کرام موجود ہیں۔ مکمل خاموشی ہے۔ ایک دوسرے کا احترام

اس قدر ہے کہ سب گردن جھکائے خاموشی سے بیٹھے ہیں۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ سجادہ نشین بھیرہ شریف مُہرِ سکوت توڑتے ہیں اور کھڑے ہو کر آیات قرآنی کی تلاوت کے بعد فرماتے ہیں:۔

حضرات محترم! یہ وقت تقریروں کا نہیں، فیصلہ کن تجویزوں کا ہے۔ مرزائی دن رات وطن عزیز کی جڑیں کاٹنے میں مصروف ہیں۔ نظام مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم) کے راستے میں انھوں نے جس طرح رکاوٹیں پیدا کی ہیں ان سے ہم سب باخبر ہیں..... ملک میں تحفظ ختم نبوت کی تحریک شروع ہے..... اس فتنہ کے تدارک کی ذمہ داری ہم پہ دوسروں سے زیادہ ہے.....

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں شیخ الاسلام حضرت خواجہ صاحب سیالوی کی عظیم قیادت میسّر ہے۔ آج انہی کی دعوت پر پاکستان بھر کے مشائخ عظام یہاں جمع ہیں۔ میں سب حضرات کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ حضرت غریب نواز جو ارشاد فرمائیں گے ہم سب تن، من، دھن کی بازی لگا کر اس پر عمل کریں گے۔ حضرت غریب نواز حکم فرمائیں گے، ہم تعمیل کے لیے حاضر ہیں؛

حضرت پیر محمد کرم شاہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین حمد و صلوٰۃ کے بعد فرما رہے ہیں:

حضرات! اس وقت سب سے مقدم مسئلہ پاکستان کی بقا کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو قائم و دائم رکھے اور اسے اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے محفوظ رکھے!

پاکستان کا مقصد

حضرات! پاکستان کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک ایسا ملک حاصل ہو، جس میں اللہ اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا نفاذ ہو۔ یہ ملک کسی غیر اسلامی سیاست یا نظریے کی خاطر حاصل نہیں کیا گیا تھا۔ پاکستان بنانے کے وقت ہمارے ذہنوں میں ہرگز یہ تصوّر نہ تھا کہ ہم اسے روس یا امریکہ کے نظاموں کے ماتحت چلائیں گے۔ اُس وقت ہمارے ذہنوں میں صرف اور صرف یہی تصوّر تھا کہ پاکستان میں اسلام کا بول بالا ہوگا۔ اور ہمارے بچے جو فرنگیت زدہ ہو گئے ہیں وہ دوبارہ اسلام کی طرف لوٹ آئیں گے۔

مشائخ کی خدمت

یہی پاکیزہ مقصد تھا جس کی خاطر تمام مشائخ حجروں سے نکل کر میدانِ عمل میں آگئے تھے۔ اس مقصد کے لیے
ھوں نے قید و بند کی مشقتیں برداشت کیں۔ میں بھی اسی زمانے میں گرفتار ہُوا۔ انگریزی حکومت
ے مجھے گوبر اور گندے پانی سے بھری ہوئی کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ جس میں مَیں بیٹھ سکتا تھا، نہ نماز
ڑھ سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی انگریزی حکومت نے میری ۱۱½ مربع زمین ضبط کر لی اور اسی پر بس نہیں
ی بلکہ مجھے طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے ڈرایا تاکہ میں تحریکِ پاکستان کی حمایت سے باز آجاؤں، لیکن
یں نے جواب دیا:

"عزت صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اگر میں نے ایک لمحہ کے لیے بھی یہ سوچا
کہ مجھے اللہ کے سوا کوئی مٹا سکتا ہے تو میں مشرک ہو جاؤں گا۔"

یہ سب کچھ اس پاکستان کی خاطر تھا، جہاں اللہ کے دین کا نفاذ ہونا تھا۔

پاکستان بننے کے بعد

پاکستان بنا تو میں نے قائداعظم کو یاد دہانی کا خط لکھا کہ پاکستان میں فی الفور اسلامی قوانین نافذ ہونے
ہئیں۔ انہوں نے مجھے فوراً جواب بھجوایا کہ پاکستان کی تحریک میں مشائخ عظام کی خدمات نہایت درجہ
لِ قدر اور عظیم ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں، پاکستان میں یقینی طور پر اسلامی قانون ہی نافذ ہوگا۔
قائداعظمؒ کی وفات کے بعد میں لیاقت علی خاں صاحب سے ملا اُن سے میری دو گھنٹے تک بات
ت رہی۔ میں نے ان سے واضح طور پر کہا کہ اسلامی قوانین کے نفاذ میں لیت و لعل سے کام لوگے تو
ٹ جاؤ گے۔ اس پر لیاقت علی خاں صاحب نے جواب دیا: "واقعی ہم اسلام کے بغیر زندہ نہیں رہ
تے اور مشرقی پاکستان کو تو صرف اسلامی قانون ہی کی بدولت ہم اپنے ساتھ شامل رکھ سکتے ہیں۔"
مگر افسوس ہم نے ایسا نہ کیا۔ نتیجۃً مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہو گیا اور اب بھی اگر اسلامی قوانین
فاذ نہ ہوا تو صوبائی عصبیتیں ہمیں مزید ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گی۔

اللہ کے عذاب سے ڈرو!

اللہ کے دین کو چھوڑنے کی پاداش میں ہم دنیا میں یہود اور ہنود کے ہاتھوں ذلیل ہوئے ہیں۔
نے اپنے ملک میں اللہ کے قوانین پر یہودیوں اور عیسائیوں کے قوانین کو ترجیح دی ہے۔ ہم نے اپنا علاج
ازموں سے کرنا چاہا جو بجائے خود مرض ہیں۔ ہمیں پہلی اُمتوں کے عبرتناک انجام پر غور کرنا چاہیے۔

عاد، لوط، اور شعیب کی قوموں کو اسی سبب تباہ کیا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو پس پشت ڈال دیا تھا۔

قادیانی مسئلہ

آج کہا جاتا ہے کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دو۔ اقلیت تو ذمیوں کو کہا جاتا ہے۔ جو شخص اسلام چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرے تو وہ کافر نہیں، مُرتد ہے۔ اور مُرتد کی سزا شریعت میں قتل ہے اگر حکومت میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں قادیانیوں کا فیصلہ شریعت کے مطابق کرتا، جس کی نظیر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے قائم کی تھی۔

بہر حال اب حکومت سے مسلمانوں کا یہ ادنیٰ سے ادنیٰ مطالبہ ہے کہ قادیانیوں کو ذمی قرار دیا جائے۔ حکومت کو عامۃ المسلمین کا یہ کم سے کم مطالبہ فی الفور تسلیم کر لینا چاہیئے اور قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے میں دیر نہ کرنی چاہیئے۔

(حضرت شیخ الاسلام تقریر کرتے ہوتے اچانک رک گئے ہیں۔ ان پر دردِ گردہ کا شدید دورہ پڑا ہے) حضرت مشائخ سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں:

حضرات! میں نے دردِ گردہ کی شدید تکلیف میں یہ چند باتیں عرض کی ہیں، مگر اب یہ تکلیف ناقابل برداشت ہوگئی ہے۔ آپ اجازت دیں تو میں چند باتیں بیٹھ کر عرض کروں؟

مجمع سے بیک وقت کئی حضرات کی آواز آتی ہے:

"غریب نواز تشریف رکھیں، تشریف رکھیں،

اب حضرت شیخ الاسلام بیٹھ کر تقریر فرما رہے ہیں۔ آیاتِ قرآنی سے ثابت فرما رہے ہیں کہ مرزائیوں کا سوشل بائیکاٹ بالکل جائز ہے اور مشائخ عظام کے توسط سے مسلمانانِ پاکستان سے اپیل کر رہے ہیں کہ مرزائیوں سے ہر قسم کا میل جول ختم کر دیا جائے۔

———(۲)———

۲ / دسمبر ۱۹۷۵ء

نمازِ عشاء سے فارغ ہو کر دفتر ضیائے حرم پہنچا ہی تھا۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب اچانک تشریف لائے اور فرمایا:

حضرت غریب نواز سیالوی بیمار ہیں اور ڈاکٹر سردار علی شیخ کے کلینک میں ان کے گردوں کا آپریشن ہوا ہے۔

پیر صاحب جس ٹیکسی پر تشریف لائے تھے، وہ دفتر کے باہر کھڑی تھی۔ میں فوراً پیر صاحب کے ساتھ

ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ جس نے تھوڑی ہی دیر بعد ہمیں فلین روڈ پر منصب کلینک پہنچا دیا۔
حضرت شیخ الاسلام والمسلمین لوہے کے ایک پلنگ پہ بائیں کروٹ لیٹے تھے۔ چہرہ دیوار کی طرف تھا۔ تب پیر صاحب نے آگے بڑھ کر دست بوسی کی۔ پھر ہم نے یہ سعادت حاصل کی۔
حضرت بڑے شگفتہ موڈ میں تھے۔ ان کے خادم نے بتایا کہ تین روز قبل آپریشن ہوا تھا اس کے بعد کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی، دوروز حضرت اشاروں سے نماز پڑھتے رہے لیکن آج رکوع وسجود بھی کیے جس سے تکلیف بڑھ گئی ہے، حضرت شیخ الاسلام نے آپریشن پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:
اس دفعہ آپریشن کا لطف نہیں آیا۔ کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ آخر آپریشن کا کچھ تو پتہ چلنا چاہیئے۔
پھر چند لمحوں کے بعد ارشاد فرمایا:
میں محض ڈاکٹر سردار علی شیخ کی وجہ سے اس کلینک میں داخل ہوا ہوں، ورنہ جتنی بے آرامی ممکن ہو سکتی ہے وہ اس کلینک میں موجود ہے۔ بے آرامی اور شور وہنگامہ کے لیے عام طور پر بڑبڑاہٹ گڑگڑاہٹ اور کھڑکھڑاہٹ وغیرہ کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ تمام آہٹیں یہاں پر موجود ہیں۔
حضرت کے خادم نے (جو ان کی چارپائی کے قریب بیٹھا ان کے پاؤں داب رہا تھا) عرض کیا: شاہ صاحب (حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب) نے پچھلے دنوں منکرین صحابہ سے فیصلہ کن مناظرہ کیا ہے۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور اس کی تفصیل پوچھی۔ پیر صاحب نے اپنی تقریر کا خلاصہ حضرت کو سنایا کہ میں نے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے بات یہاں سے شروع کی کہ اللہ کا یہ رنگ چڑھانے والے اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تو کیا کچا رنگ چڑھے گا۔ مراد یہ تھی کہ صحابہ کرام جن پہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رنگ چڑھایا کیسے ممکن تھا کہ ان پہ کچا رنگ چڑھا ہو۔
حضرت نے تقریر کا خلاصہ بڑی دلچسپی سے سنا اور ساتھ ساتھ داد بھی دیتے رہے پھر فرمایا۔ ایک عیسائی JOHN DAVENLORT نے AN APOLOGY FOR MOHAMMADAND THE KORAN کتاب لکھی ہے۔ مال روڈ پر کسی مکتبے نے یہ انگریزی کتاب چھاپی ہے۔ آج میں نے اس کی دو جلدیں منگوائی ہیں۔ ایک اپنے لیے اور دوسری مدرسے کی لائبریری کے لیے۔
پھر فرمایا: اس کتاب میں اسلام کی جو زوردار وکالت اس عیسائی نے کی ہے، وہ کسی مسلمان نے آج تک نہیں کی۔ میں اسے عیسائی کیسے کہہ سکتا ہوں۔ اس کے لکھنے کا انداز بالکل امام فخر الدین رازی کی طرح ہے۔ یعنی پہلے تمام اعتراضات پوری کشادہ دلی کے ساتھ نقل کرتا چلا جاتا ہے، پھر دلائل دبراہین کے ساتھ ایک ایک اعتراض کا جواب دیتا ہے۔
پھر فرمایا: اردو میں اس کتاب کے دو ترجمے شائع ہوئے ہیں، ایک مولانا ظفر علی خاں نے "تائید

محمدؐ و القرآن" کے نام سے کیا ہے اور دوسرا لکھنؤ کے کسی صاحب نے حمایت اسلام کے نام سے کیا ہے۔ مجھے اردو ترجمے کی بڑی تلاش ہے۔

پھر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ لاہور سے شاید کوئی ترجمہ دستیاب ہو جائے۔ کوشش فرمائیں۔

پھر فرمایا۔ ضیائے حرم میں قسط وار اس کا ترجمہ شائع ہونا چاہیئے۔

پھر حضرت کے ارشاد پر ہم سب نے (پیر صاحب۔ صاحبزادہ امین الحسنات شاہ۔ خورشید احمد شیخ اور راقم الحروف نے) کھانا کھایا۔ حضرت نے پلنگ پر بیٹھ کر ہمارے ساتھ اپنا پرہیزی کھانا کھایا (دلیا۔ قیمہ) کھانے کے بعد لطائف کی مجلس جمی۔ حضرت نے خود بڑے پُر لطف لطائف اور واقعات سنائے، دو تین سن لیجیے:

حضرت نے فرمایا:

ہمارے مدرسے میں ایک طالب علم عبدالقادر بہاولپوری پڑھتے تھے۔ مولانا محمد بھی اُن کے ہم سبق تھے۔ ایک بار ہمیں ان کے بارے میں اطلاع ملی کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے

مدت کے بعد ایک دفعہ میں چشتیاں شریف جا رہا تھا۔ مولوی محمد بھی میرے ساتھ تھے۔ راستے میں گاڑی میں ایک صاحب نے پوچھا آپ بہاولنگر میں کس کے مکان پر قیام فرمائیں گے؟ میں نے کہا: میں درویش آدمی ہوں، جہاں اللہ چاہے گا ہم رات بسر کر لیں گے۔ اس نے کہا: آپ غریب خانے پر قیام فرمائیں تو نوازش ہوگی۔

میں نے کہا: کوئی حرج نہیں۔

چنانچہ وہ ہمیں اپنے مکان پر لے گیا۔ رات کو اس نے بڑا پُر لطف کھانا تیار کرایا اور اپنے بہت سے احباب کو بھی بلایا۔ مولوی عبدالقادر بہاولپوری بھی نظر آئے۔ جب وہ مجھے ملے تو میں نے ان کو پہچان لیا۔ میں نے کہا: تم اس دُنیا میں کیسے؟ اس جملے سے وہ ساری بات سمجھ گئے۔ میں نے دیکھا مولوی صاحب انہیں دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے ہیں اور مسلسل پیچھے کی طرف کھسک رہے ہیں۔ رنگ زرد ہے۔ مولوی عبدالقادر بہاولپوری ان کی طرف مصافحہ کے لیے بڑھے تو وہ اور تیزی سے پیچھے کی طرف ہٹے، ان کے منہ سے صرف یہ جملہ نکلا.... تم.....

مولوی عبدالقادر نے کہا: ہاں، میں عزرائیل ہوں اور مولوی عبدالقادر کی شکل میں آیا ہوں۔ یہ سن کر مولوی صاحب کا جو حال ہوا وہ ناقابل بیان ہے۔ بس کچھ نہ پوچھیں۔

پھر پیر صاحب سے مخاطب ہو کر پوچھا: شیخ زندہ ہیں یا فوت ہو گئے ہیں؟ پیر صاحب نے بتایا: شیخ صاحب زندہ ہیں۔

فرمایا: میرے علم میں یہی تھا کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ میں ایک دفعہ راولپنڈی ایک تقریب میں گیا تو

وہاں ایک صاحب ملے جنہوں نے اپنا نام شیخ بتایا۔ میں نے پوچھا کہ آپ بھیرہ والے شیخ کے رشتہ دار ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ وہ میں ہی ہوں۔

اس پر حاضرین محفل میں سے ملک فتح محمد ٹوانہ نے ایک لطیفہ سنایا کہ ایوب خان کے زمانے میں ایک محفل میں بھانڈوں نے نقل کی کہ پاکستان میں ایک جگہ بہت سے آدمی بیٹھے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عزرائیل سے پوچھا: یہ لوگ دنیا میں واپس کیسے چلے گئے۔ یہ تو سب مردوں کی لسٹ میں ہیں۔ عزرائیل نے عرض کیا: اللہ العالمین۔ یہ لوگ واقعی مردوں کی لسٹ میں ہیں۔ مگر انہیں دنیا میں کچھ دیر کیلئے DEPUTATION پر بھیجا گیا تاکہ یہ ایوب خاں کے حق میں ووٹ ڈال آئیں۔

اس کے بعد حضرت نے شکار کے بڑے دلچسپ واقعات سنائے۔ پیر صاحب سے پوچھا:

آپ نے کبھی باز سے شکار کیا ہے؟

انہوں نے نفی میں جواب دیا:

فرمایا: میں باز سے شکار کرتا رہا ہوں۔ لیکن میں نے دیکھا اس میں ظلم ہے، چنانچہ میں نے توبہ کی اور باز سے شکار چھوڑ دیا۔

فرمایا: باز بڑا وفادار جانور ہے۔ وفاداری ہر جانور کی سرشت میں ہے۔ اگر اس صفت سے عاری ہے تو وہ انسان ہے۔ انسان میں یہ صفت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ اپنی صفتیں ترک کر دیتا ہے۔

ہم تقریباً ڈھائی گھنٹے تک حضرت کی پُرلطف مجلس میں بیٹھے رہے۔ بظاہر ان کی عیادت کے لیے گئے تھے، مگر جب اجازت لیکر کلینک سے باہر آئے تو یوں محسوس ہوا جیسے ہم صحت کا ڈھیر سا خزانہ ساتھ لے آئے ہیں۔

(۳)

۱۲ نومبر ۱۹۷۶ء (بروز جمعہ)

دوپہر کا ڈیڑھ بجا ہے۔ بس سیال شریف کے سامنے سڑک پر تھوڑی دیر کے لیے رُکی ہے۔ ضیائے حرم کے سرکولیشن مینجر میاں غلام مرتضےٰ اور میں عورتوں اور مردوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی بس سے اترے ہیں۔ نور میں نہائے ہوئے سفید و براق گنبد پر نظریں پڑی ہیں۔ آنکھوں نے عقیدت و محبت سے گنبد شریف کے بوسے لیے ہیں۔ ابھی چند قدم ہی چلے ہیں کہ مزار شریف کی ملحقہ مسجد سے آواز آئی ہے:

اللہ اکبر۔ اللہ اکبر

اشھد ان لا الہ الا اللہ

میں نے میاں غلام مرتضےٰ صاحب سے پوچھا۔ جمعہ کی پہلی اذان ہے؟

شاید پہلی ہی تھا ہے۔

مسجد کے قریب پہنچے تو عربی خطبہ شروع تھا۔ تالاب سے وضو کیا۔ مسجد میں داخل ہوئے تو اقامت ہو رہی تھی۔

قد قامت الصلوٰۃ۔ قد قامت الصلوٰۃ

کی آواز سنتے ہی نمازیوں نے صفیں درست کرلیں۔

نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت شیخ الاسلام پر نظر پڑی۔ بے شمار لوگ حضرت کے گرد پروانہ وار جمع تھے۔ ہم کوشش کر کے حضرت کے قریب جا بیٹھے۔ حضرت نے محبت سے ہمارا حال پوچھا:

ایک شخص نے عرض کی۔ حضرت! میرے لیے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی اور اپنے حبیب کی محبت عطا فرمائے۔

یہ سنتے ہی حضرت کی حالت غیر ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی گلوگیر آواز میں بار بار یہی فرماتے: اللہ تعالیٰ تمہیں بھی اپنی اور اپنے حبیب کریم کی محبت سے نوازے اور مجھے بھی۔

یہ حالت دیر تک رہی۔ اتنے میں کسی نے دریافت کیا حضرت! بعض لوگ کہتے ہیں کہ نظام مصطفےٰ کے بجائے نظام الٰہی کا لفظ کہنا چاہیئے۔ آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

حضرت نے سوال کرنے والے کی طرف ایک نظر دیکھا اور ارشاد فرمایا:

آج مسلمانوں میں بڑی غلط فہمی پیدا کی جا رہی ہے کہ پاکستان میں نظام مصطفےٰ کے بجائے نظام الٰہی کی اصطلاح اپنانی چاہیئے۔ فی الحقیقت یہ شریعت اقدس سے ناواقفی کی بنا پر ہے اور مقصد یہ ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں کے ذہنوں میں اُلجھن پیدا کی جائے اور انہیں پریشان کیا جائے۔

اگر نظام الٰہی سے الٰہ العالمین کا نظام قدرت اور عناصر اربعہ کی تکوین اور اس کی تراکیب اور عالم کے حوادث و تغیرات پر قادر ہونے، پیدائش خلق اور احیاء و امانت خلق مراد ہیں تو یہ اوصاف کسی مخلوق کے لیے ناممکن الحصول ہیں بلکہ الٰہ العالمین کے اوصاف خاصہ میں سے ہیں، جن پر دسترس ناممکن ہے۔

اگر نظام الٰہی سے وہ کتابیں اور صحیفے مراد لیے جائیں جو اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً اپنے پیغمبروں کی وساطت سے اپنے بندوں کو عطا فرمائے، جن میں عہد عتیق و عہد جدید کے علاوہ صحف ابراہیم و صحف موسیٰ اور قرآن کریم شامل ہیں تو ان کی تعلیمات میں ایسا فرق ہے کہ عمل کرنا محال ہے۔

قرآن کریم سے پہلے کی تمام کتابیں انسان کے اکثر ضروری امور کی طرف نشاندہی تک نہیں کرتیں۔ عبادات ہوں یا معاملات۔ معاشرتی نظام ہو یا معاد کے نتائج ـــ ان سب امور سے یہ کتابیں خالی ہیں

اب رہا قرآن کریم تو یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ اس میں مبداء و معاش و معاد کے بارے میں تمام تر امور موجود ہیں، لیکن احادیث صحیحہ کے بغیر ان کا سمجھنا ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر عبادات الٰہیہ میں سب سے مقدم نماز ہے، لیکن احادیث صحیحہ کے واسطہ کے بغیر کوئی بڑے سے بڑا ماہر علوم عربیہ بھی قرآن کریم سے نماز ثابت نہیں کرسکتا۔

آپ کہیں گے کہ اقیموا الصلوٰۃ تو موجود ہے، لیکن حضرات اہل لغت عرب میں صلوٰۃ کے بیسیوں معانی ہیں۔ مثلاً دعا مانگنا۔ کسی پر رحم کرنا۔ بیٹھ کر ملنا۔ پچھلے گھوڑے کو دوڑا کر آگے والے گھوڑے سے ملانا۔ ٹیڑھی لکڑی کو آگ سے گرم کرکے سیدھا کرنا اور گوشت کا بھوننا وغیرہ۔ گویا معانی میں نماز کا تعین ہرگز نہیں ہوسکتا۔ پھر نماز کا طریقہ جس میں قیام، رکوع، قومہ، سجود اور تشہد وغیرہ ضروری ارکان ہیں، ثابت نہیں ہوسکتا نیز نماز کی رکعتیں یعنی ظہر وعصر اور عشاء کی چار چار اور مغرب کی تین اور فجر کی دو رکعتیں احادیث کے بغیر ممکن نہیں کہ معلوم ہوسکیں۔ اسی طرح زکوٰۃ، حج اور روزہ کا معاملہ ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جس ذاتِ اقدس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرمایا اور ان کو تعلیم دی۔ اُن کے بارے میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃٌ حسنۃ۔ یعنی اللہ کے رسول میں اخلاق حمیدہ اور اسوۂ حسنہ تمہاری رہبری کے لیے ہیں۔ اور فرمایا:

مَا اٰتاکمُ الرّسُولُ فخذوہُ وَمَا نھاکم عنہ فانتھُوا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا رسول جو تمہیں عطا فرماتے اس پر عمل کرو اور جس چیز سے منع فرمائے، اس سے رُک جاؤ۔

خیبر کے دن حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی کوئی چیز حرام کرنے کا اختیار بخشا ہے۔ گدھے کا گوشت کھانا میں حرام کرتا ہوں، جو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا ہے۔

سچ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے بغیر ہم قرآن نہیں سمجھ سکتے، نہ اس پر عمل کرسکتے ہیں

بمصطفٰےؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر باو نرسیدی تمام بو لہبی است

ہم سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلّم کی اطاعت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالے ہوئے ہیں اور مقام مصطفٰےؐ پر عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی کو مسلمان ہونے کی شرط قرار دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک دین الٰہی فیضی کے مخبوط دماغ کی پیداوار ہے جو سراسر کافرانہ نظام ہے۔"

حضرت چند لمحوں کے لیے خاموش ہوتے تو میں نے حاضرین کی طرف دیکھا وہ سب گردن جھکائے ہمہ تن گوش تھے، اُن کے چہروں پر یقین اور اطمینان کا نور تھا گویا حضرت کے ملفوظات طیّبات سے ان کے شکوک رفع ہوگئے ہیں۔

یہ سلسلہ دیر تک رہا۔ لوگ اپنی دینی اور دنیاوی الجھنیں حضرت کی خدمت میں پیش کرتے اور حضرت اپنے اخلاق کریمانہ سے انہیں حل فرماتے۔ میں نے میاں غلام مرتضیٰ سے کہا حضرت ایسا انسائیکلو پیڈیا ہیں جن سے کوئی بھی سوال کرنے والا محروم نہیں رہ سکتا۔

حضرت شیخ الاسلام کی مجلس سے ہم روضہ شریف کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں مشرقی چوکھٹ کے قریب ادھیڑ عمر کا ایک درویش مترنم آواز میں حضرت علامہ اقبال" کا یہ شعر پڑھ رہا تھا ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

سبحان اللہ! کتنا حسب حال ہے یہ شعر۔ ابھی چند لمحے قبل میں ایک خرقہ پوش کی زیارت کر چکا تھا جو اپنی آستیں میں ید بیضا لیے مسجد میں خلائق کے ہجوم میں بیٹھا تھا۔



لاہور میں منعقد ہونے والی "شیخ الاسلام" کانفرنس میں حافظ مرغوب ہمدانی عابد نظامی کی منقبت سنا رہے ہیں۔



قمرِ ذیشاں رحمۃ اللہ علیہ

یارِ ربِّ غفور جاتا رہا
زندگی کا سُرور جاتا رہا

ہر طرف چھا گئے اندھیرے ہیں
چشمِ عالم کا نور جاتا رہا

قمرِ ذیشاں کے ڈوب جانے سے
روشنی کا غرور جاتا رہا

تیری فرقت نے کیا ستم ڈھائے
ہو کے دِل چُور چُور جاتا رہا

ہے تو موجود دل میں تیرے نصیر
گو بظاہر وہ دُور جاتا رہا

صاحبزادہ غلام نصیر الدین سیال شریف

اسلام کی ضیا قمرُالدّین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

اہلِ وطن! یہ کیسی قیامت گزر گئی
ہر قلب سوگوار ہے ہر آنکھ نم ہے آج

کیسی گھٹا یہ غم کی اُفق تا اُفق چلی
جس شخص کو بھی دیکھئے تصویرِ غم ہے آج

صد حیف مہرِ علم و عمل ہو گیا غروب
ابنائے قوم جتنا بھی روئیں وہ کم ہے آج

اِسلام کی ضیار، قمر الدّین سیالوی
دُنیا سے رہگرائے سوادِ عدم ہے آج

تھا بے گماں وہ عظمتِ اسلام کا نقیب
آقائے نامدار کے خدّام کا نقیب

ہر سانس اس کی وقف تھی اِسلام کے لیے
اس نے کیا ہے دینِ مبیں کا علم بلند

وہ عاشقِ حبیبِ خداوندِ ذوالجلال،
ہر دم رہا شریعتِ حقّہ پہ کاربند

وہ اتّحادِ عالمِ اسلام کا نقیب
پیکارِ کفر و دیں میں حق اندیش، حق پسند

اِسلام کے نفاذ کی خاطر ڈٹا رہا
خائف نہ کر سکی اُسے ہرگز کوئی گزند

قائد کے ساتھ شانہ بشانہ وہ یُوں چلا
تحریکِ حرّیت کی ترقی ہوئی دوچند

اللہ جلّ اس کے نقشِ قدم پر ہمیں چلائے
اُس کے خلوص و عزم کا وارث ہمیں بنائے

(عابد نظامی)

بحضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

فخرِ جہان و نازشِ دوراں چلا گیا گلزارِ چشت کا گُلِ خنداں چلا گیا

دُنیائے آب و گِل کو اندھیروں میں چھوڑ کر بدلی کی اوٹ میں مہِ تاباں چلا گیا

نظارۂ جمال کی اُمیّد اُٹھ گئی ملکِ عدم کو خسروِ خوباں چلا گیا

جس کی مثال ہو گی نہ پیدا جہان میں وہ شاہکارِ عالمِ امکاں چلا گیا

اب ڈھونڈتے ہیں اہلِ دل اُسکی نوازشیں لُطف و کرم کا ابرِ خراماں چلا گیا

محشر میں جس کے سائے میں ہونگے گناہگار دُنیا میں سر سے اب وُہی داماں چلا گیا

جو دیدہ ور تھا، محرمِ راہِ حجاز تھا سُن لو کہ اس صدی کا وہ انساں چلا گیا

"ویراں ہے میکدہ، خُم و ساغر اُداس ہیں" لو رُوٹھ کر وہ ساقیٔ مستاں چلا گیا

اس دشت میں نہیں ہے مُعینؔ اب کہیں اماں
وہ سائبانِ رحمتِ یزداں چلا گیا

مُعینؔ نظامی

بیادِ حضرت خواجہ پیر محمد قمر الدین سیالوی

قدس سرہ العزیز

اے شہیدِ راہِ منزل اے امیرِ کارواں
تیرا ہر نقشِ قدم ہے آج بھی جنت نشاں

تجھ کو حاصل تھی شہِ ہر دو جہاں کی معرفت
تجھ سے مستحکم تھی عرفان و وفا کی سلطنت

تیرا ہر انداز تھا تفسیرِ قرآنِ مجید
تیرا ہر اقدام تھا تعمیلِ فرقانِ حمید

تجھ سے شہرِ آگہی میں ہر طرف تھی روشنی
تجھ کو زیبا ہے دیارِ زندگی کی خواجگی

کفر کی ظلمت میں تیری ذات قمر الدینؒ تھی
نزع میں بھی تیرے لب پر سورۂ یٰس تھی

اولیاء اصفیا ہیں تیرے غم میں اشکبار
عالمِ روحانیت کے چشم و دل ہیں سوگوار

چشتیوں کی انجمن میں کیوں نہ ہو محشر بپا
اُٹھ گیا ہے دفعتہً اُن کا حقیقی پیشوا

لے گیا فردوس میں تجھ کو مذاقِ رہروی
علم و فن کی رہ گزاروں پر اداسی چھا گئی

فارسی مغموم ہے اردو کا چہرہ ہے اُداس
تیری نظمیں ہیں حدیثِ مصطفٰے سے اقتباس

آ رہی ہے آج بھی زندانِ ہستی سے صدا
تو مجاہد تھا جہادِ فی سبیل اللہ کا

اللہ اللہ یہ ہے اعجازِ نگاہِ محترم
وہ کرم شہ ہو گیا جس پر ہوا تیرا کرم

اے خطیبِ پاک اے مردِ مجاہد، اے شہید
جی رہا ہے تیری یادوں کے سہارے اب حمیدؔ

حمید صابری

عیفی شاہد وٹ کے قلم سے ،



”حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین، معتقدین
اور مخلص ملاقاتیوں کے جذبات و تاثرات ،
یہ مضامین اس لحاظ سے بڑے اہم ہیں کہ ان کی بدولت
حضرت کی پاکیزہ زندگی کے اکثر گوشے ہمارے
سامنے آگئے ہیں۔“



برگ ہائے گل

نذیر احمد صاحب چشتی سیالوی گجرات سے لکھتے ہیں :۔

ایک موقع پر ہم ۱۸ پیر بھائیوں نے سیال شریف حاضری کا پروگرام بنایا۔ ہم ویگن کے ذریعے گجرات
ے سیال شریف روانہ ہوگئے۔ راستے میں مجھے خیال ہوا کہ اس دفعہ حضرت سے میں حج کے لیے دعا کراؤں۔
ب میں نے اس خیال کا اظہار ساتھیوں سے کیا تو انھوں نے بھی تائید کی۔ ہم سیال شریف پہنچے اور
رت کی قدم بوسی سے مشرف ہوتے۔ لیکن دعا کے لیے التجا کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لنگر سے کھانا آگیا
ا کھا چکے تو اذان ہوگئی۔ حضرت نے نماز جمعہ پڑھائی۔ لعد ازاں سنت اور نوافل پڑھنے کے لیے نکلے

میں تشریف لے گئے۔

ختم خواجگان پڑھنے کے بعد قاری صاحب نے سلام پڑھنا شروع کر دیا۔ میں بھی آگے ہو گیا اور سلام پڑھنا شروع کیا۔ آخر میں دعا کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ انہوں نے ہمیں دیکھتے ہی پوچھا کہ سلام کس نے پڑھایا تھا۔ ساتھیوں نے میرا نام لیا تو حضرت نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ پوچھا حج کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فوراً میرے لیے دعا فرما دی۔ پھر سید شبیر حسین شاہ ساکن کھیوڑہ سے فرمایا حج کیا ہے؟ جواب ملا نہیں۔ حضور نے اس کے لیے بھی دعا فرما دی۔ میں وہاں سے رخصت ہوا تو بہت خوش تھا کہ میرے لیے حج کی دعا ہو گئی۔ چنانچہ اسی سال حج بیت اللہ سے مشرف ہوا۔ واپس آ کر تبرکات پیش کرنے کے لیے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دل اداس تھا۔ جی چاہتا تھا کہ آپ سے بغلگیر ہوں مگر یہ جرأت نہ ہوئی۔ حضرت مصلے پر تشریف فرما تھے۔ انہوں نے ہاتھ بڑھا کر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنی طرف کھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ خوش قسمتی سے میری یہ آرزو بھی پوری ہو گئی۔

خواجہ عبدالحمید کلاتھ مرچنٹ ساہیوال ضلع سرگودھا لکھتے ہیں

میں دس گیارہ سال پہلے گھریلو تنازعات اور اپنی ذہنی اور جسمانی بیماریوں کی وجہ سے سخت پریشان تھا۔ بہت علاج کئے مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ کچھ افاقہ نہ ہوا۔ ایک روز تقدیر نے پلٹا کھایا۔ میں سیال شریف چلا گیا۔

حضرت شیخ الاسلام اپنے بنگلے پر موجود تھے۔ بہت سے لوگ حاضر تھے۔ درویش ایک خاص مشروب بنانے میں مصروف تھے۔ مشروب کے بارے میں حضرت فرما رہے تھے کہ یہ شربت قبلہ والد صاحب حضرت خواجہ ضیاء الدین دسویں محرم کو حضرت امام حسین علیہ السلام کو ایصال ثواب کے لیے تیار کرا کر تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک روز ان کی آنکھ لگ گئی اور انہیں سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ امام نے فرمایا "ضیاء الدین تیرا شربت بہت ہی میٹھا تھا۔ ہم اسی دن سے والد صاحب کی سنت ادا کرتے ہیں۔ خواجہ فخر الدین صاحب کو حکم ہوا کہ وہ شربت تقسیم کریں۔

لوگ قطاروں میں کھڑے ہو گئے اور آپ نے شربت کی تقسیم شروع کر دی۔ میں اور میرا بیٹا عبدالشکور بھی انہیں لوگوں میں شامل تھے۔ حضرت کو جب شربت کا پیالہ پیش کیا گیا تو آپ نے ایک دو گھونٹ پی کر فرمایا "بھئی میرا جوٹھا کون پیئے گا؟" اسے پینے کے لیے تو ہر کوئی تیار تھا۔ انہوں نے ایک نظر ادھر ادھر دیکھ کر ہاتھ پچھلی جانب کیا۔ میں اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ حضرت نے پیالہ میرے ہاتھ میں

تھما دیا۔ آدھا شربت میں نے پیا اور آدھا اپنے بیٹے عبدالشکور کو پلا دیا۔ اب کیا تھا سب بلائیں دور ہو گئیں۔ نہ ذہنی پریشانی رہی نہ جسمانی عارضہ رہا۔ ہر طرح خوشحالی ہو گئی۔ الحمدللہ آج تک کبھی بیمار نہیں ہوا۔ یہی حالت میرے لڑکے کی ہے۔

فیض محمد صاحب مصطفےٰ آباد لاہور (۱۵) سے لکھتے ہیں:

مجھے حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی سے بیعت کرنے کا بے حد شوق تھا۔ لیکن اس شوق کو پورا کرنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ بعض مجبوریوں کی وجہ سے سیال شریف کا سفر ملتوی ہوتا رہا۔ آخر استادِ گرامی علامہ عبدالغفور سیالوی خطیب مسجد چشتیہ نظامیہ بیرون چوبچہ مصطفےٰ آباد نے میرا ہاتھ پکڑا ہم ۱۱ دسمبر ۱۹۶۹ء کو عازم سیال شریف ہوئے۔ بعد نماز مغرب حضرت سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا۔ مگر مجھے جرأت نہ ہوئی کہ بیعت کی التجا کروں اور یہ موقع بھی نکل گیا۔

ارادہ کیا کہ عشاء کی نماز کے بعد ملاقات ہو گی تو حضرت سے ضرور عرض کروں گا کہ مجھے اپنے غلاموں میں شامل کر لیجئے۔ کافی انتظار کے بعد عشاء کا وقت آیا۔ بعد نماز مجلس گرم ہوئی۔ مگر میری زبان کو پھر تالا لگ گیا۔ حضرت سے التجا کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور شب بسری کے لیے سب اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ میں نے استادِ گرامی سے عرض کی کہ حضرت کے روبرو میری تو زبان نہیں کھلتی۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ نمازِ فجر کے بعد دربار منعقد ہو گا تو آپ کی طرف سے میں عرض کر دوں گا۔ عرض کر کے سو گئے، لیکن مجھے اس فکر میں نیند نہ آئی۔

صبح کے قریب آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ مجلس لگی ہوئی ہے۔ جس میں حضرت ابوالبرکات سید احمد شاہ بانی حزب الاحناف بھی شریک ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا، بہت دنوں سے مرید ہونے کے لیے بے تاب ہے پھر انہوں نے مجھے خواب ہی میں بیعت فرما لیا۔ آنکھ کھل گئی۔ فجر کی اذان ہو رہی تھی۔

صبح ۱۲ دسمبر تھی اور اتوار کا دن۔ بعد نماز حضرت مجھے دیکھ کر مسکرائے۔ اور فوراً مجھے بیعت سے مشرف فرمایا۔ پابندئ شریعت کی سختی سے تلقین کی۔ انہوں نے فہمائش کی کہ روزانہ سورۂ یٰسین اور فلاں فلاں درود و وظائف پڑھا کروں۔ ان کی ترتیب وہی تھی جس طرح میں یہ چیزیں پہلے سے پڑھتا تھا۔ ان میں میرے لیے نئی چیز کوئی نہ تھی۔ مجھے بے حد خوشی ہوئی۔

ملک رشید احمد ساکن سلانوالی تحصیل و ضلع سرگودھا رقمطراز ہیں:

میں تقریباً سولہ سال کے بعد سیال شریف میں حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سولہ سال پہلے جب حاضر ہوا تھا تو میرا لڑکا دو سال کا تھا۔ جو تالاب میں ڈوبتے ڈوبتے بچ گیا تھا۔ اس کا ذکر بھی میں نے حضرت سے کیا تھا۔ اب جو سولہ سال کے بعد حاضر ہوا تو میرے دل میں خیال تھا کہ میں مہاجر ہوں عرصہ دراز سے یہاں حاضر نہیں ہوا۔ حضرت تو مجھے پہچان بھی نہیں سکیں گے۔ اس لیے ازسرنو تعارف کرا دوں گا۔ مگر جب حضرت سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا تو انہیں میرا نام رشید احمد یاد تھا۔ اور میرے لڑکے کی خیریت بھی پوچھی۔ میں حیران رہ گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اہلِ عرفان کوئی بات بھی نہیں بھولتے۔ ان کے حافظے میں ہر بات محفوظ ہوتی ہے۔

بشیر احمد صاحب فائر مین لوکو شیڈ راولپنڈی لکھتے ہیں:

میں جماعت نہم میں پڑھتا تھا۔ جناب شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین مدرسہ رفیع الاسلام کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے ملک وال تشریف لائے۔ میں اسی مدرسہ میں سید عبدالرحمٰن شاہ صاحب سے قرآن مجید پڑھتا تھا۔ میرے والد صاحب بہت غریب تھے۔ انہوں نے ارادہ کر لیا کہ وہ آج حضرت کے مرید بن جائیں گے۔ میں نے یہ بات سید عبدالرحمٰن کے گوش گزار کی تو انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت ریسٹ ہاؤس میں تشریف فرما ہوں گے۔ تو میں آپ کے والد صاحب کو ان کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔

جب میں نے والد صاحب کو بتایا تو انہوں نے مجھے ایک دوکاندار کے پاس بھیجا کہ اس سے دس روپے بطور قرض لے آؤ۔ چنانچہ میں نے اس سے دس روپے ادھار لا کر والد صاحب کو دے دیئے جب حضرت ریسٹ ہاؤس میں فروکش ہوئے تو وہاں بہت ہجوم تھا۔ مگر حضرت نے تشریف لاتے ہی میرے والد صاحب کو آگے بلا لیا اور انہیں بیعت سے مشرف فرمایا۔ والد صاحب نے وہ دس روپے نذرانے کے طور پر پیش کیے تو حضرت نے فرمایا: "آج پہلے دن ہی قیامت کا جواب دہ بنا رہے ہو۔ غریب بچوں کا پیٹ کاٹ کر نذرانہ پیش کر رہے ہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے گھر میں شام کے لیے آٹا بھی نہیں ہے۔"

واقعی ہمارے گھر میں اس روز آٹا بھی نہیں تھا۔ حضرت نے اپنی واسکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور والد صاحب کو کچھ دیا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے یا میرے والد صاحب کہ وہ کیا تھا اور کتنی رقم تھی۔ اس

اللہ تعالیٰ نے ہم پر بے حد فضل و کرم کیا اور ہمارے دن پھر گئے ؎

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

جناب بشیر احمد مزید لکھتے ہیں کہ :-

حضرت خواجہ قمر الدین رح جب کسی جلسے یا دعوت پر تشریف لے جاتے تو اپنے مزنج پر تشریف لے جاتے۔ غریب مریدوں کے گھروں میں بہت خوشی سے قدم رنجہ فرماتے۔ اور وقت رخصت انہیں عطا فرماتے۔ جس کا کسی کو علم نہ ہوتا۔ صاحبِ خانہ سے مصافحہ کرتے ہوئے غریب نوازی کر دیتے تھے۔ جس سکول یا مسجد کا سنگِ بنیاد رکھتے اُسے نقد امداد بھی عطا فرماتے تھے۔

محمد عنایت اللہ انجم معرفی بازار فروٹ بھابڑہ تحصیل بھلوال سے رقمطراز ہیں :

میں پچھلے سال اپنے استاد مکرم ناظم اعلیٰ مدرسہ ضیاء العلوم جامعہ شمسیہ رضویہ کے ہمراہ عرس مبارک پر سیال شریف گیا۔ میرے سر پر لمبے لمبے بال تھے۔ اور مانگ بائیں جانب نکالی ہوئی تھی۔ فاتحہ سے فارغ ہو کر جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا۔ "بیٹے سر پہ مانگ درمیان میں نکالا کرو۔ یہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ بڑے بڑے بال رکھنا عورتوں کا کام ہے۔ بال چھوٹے کراؤ۔ نئی نسل کو اسلام سے روشناس کرانے کے لیے یہ باتیں شروع ہی سے ہونی چاہئیں۔" ہم حضور کی نصیحتوں سے بہت خوش ہوئے۔ وہ سماں آج بھی میری نظروں کے سامنے ہے۔

محمد اقبال صاحب محلہ نئی حویلی ساہیوال ضلع سرگودہا سے لکھتے ہیں :

میں بھی حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رح کا مرید ہوں میری دادی اماں بھی ان کی مرید تھیں۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے کئی فرائض حضرت خضر علیہ السلام کے سپرد فرمائے ہیں بعض اوقات وہ اولیاء اللہ کے عمل کی نگرانی بھی کرتے ہیں۔

ایک موقع پر ہم سیال شریف میں حاضر تھے۔ سخت گرمی تھی اور دوپہر کا وقت تھا۔ دربار کے لنگر میں ایک بزرگ تشریف لائے۔ اس وقت لنگر میں کچھ نہ تھا۔ تبرک بھی تقسیم ہو چکا تھا۔ وہ خالی لوٹ گئے۔ اتنے میں حضرت شیخ الاسلام سخت دھوپ میں برہنہ پا لنگر خانے کی طرف دوڑتے آئے اور پوچھا کہ تم نے اُن بزرگ کی خدمت میں کچھ پیش کیا۔ خدام نے عرض کی اس وقت تو

لنگر میں کچھ نہیں ہے۔ اس لیے ہم انہیں کچھ پیش نہیں کر سکے۔ فرمایا وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ لنگر کی پڑتال کے لیے آئے تھے۔ یہ سن کر لوگ اِدھر اُدھر ان کی تلاش کے لیے دوڑے، مگر ان کا کچھ پتہ نہ چلا۔

محمد اقبال صاحب سیالوی ۹۰ ریلوے روڈ لاہور سے لکھتے ہیں:

حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین کا خادموں اور ملازمین سے نہایت اچھا سلوک تھا۔ بعض خادم مدت العمر آپ کی خدمت میں رہے۔ مثلاً یہی کار ڈرائیور جو حادثے کے وقت کار چلا رہا تھا، پچاس سال سے آپ کا ملازم تھا۔ یہی آپ کا پہلا اور آخری کار ڈرائیور تھا۔ جو آپ کے ساتھ ہی شہید ہوا۔

حضرت کو اللہ تعالیٰ اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے اتنی محبت تھی کہ جس کمرے میں کوئی ایسا کیلنڈر لگا ہو جس پر کلمہ طیبہ۔ یا۔ یا محمدؐ اور یا اللہ لکھا ہوتا۔ حضرت اس کمرے میں داخل ہونے سے پہلے جوتا اتار دیتے تھے۔ اسی لیے وہ کسی کمرے میں داخل ہونے سے پہلے چاروں طرف دیکھ لیتے کہ کوئی کیلنڈر یا قطعہ تو آویزاں نہیں۔ اگر ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے تو جوتا باہر ہی اتار لیتے۔

ڈاکٹر محمد اقبال ملک ضلع میانوالی سے لکھتے ہیں:

میں ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد قمرالدین کی زیارت کے لیے سیال شریف حاضر ہوا۔ پہلے خواجہ شمس العارفین کے مزار پُرانوار پر فاتحہ پڑھی۔ اور عرض کی ہم لوگ بہت دور سے آتے ہیں، ہمیں خاطر خواہ فیض نہیں حاصل ہوتا۔ بعدازاں میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو انہوں نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا اقبال جلدی ٹھیک نہیں ہوتی ہیں جو وظیفہ آپ کو دے رہا ہوں وہ انہیں کا کیا ہُوا ہے جن سے آپ نے شکوہ کیا ہے۔ میں دل میں بہت شرمسار ہوا لیکن مجھے خوشی بھی ہوئی۔

پھر ایک موقع پر میں نے دیکھا حضرت کے گرد چالیس آدمیوں کا ہجوم تھا۔ ایک غریب قریشی خاندان کا آٹھ دس سالہ لڑکا آ کر آپ کے پاؤں کی طرف بیٹھ گیا۔ حضرت نے اسے فوراً کہا، "بیٹے آپ قابلِ احترام گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ میرے پاؤں کی طرف نہ بیٹھو۔"

بعدازاں ہم نے لڑکے سے پوچھا کہ حضرت تمہیں پہلے سے جانتے تھے۔ اس نے کہا نہیں۔ میں تو آج پہلی دفعہ آیا ہوں۔

حوالدار حافظ قاری فتح محمدؒ ستلج رینجرز واگھہ۔ اروند ضلع لاہور

تحریر فرماتے ہیں :۔
۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران ہم پر کئی بار گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی۔ ایک روز دشمن نے ہم پر بے پناہ گولیاں چلائیں۔ میں بہت سراسیمہ ہوگیا، مگر اللہ تعالیٰ اور اپنے مرشد کو یاد کیا۔ بس پریشانی دور ہوگئی۔

جنگ کے بعد میں ایک موذی مرض میں مبتلا ہوگیا اور مجھے یقین ہوگیا کہ اب میں نہیں بچوں گا۔ میں نے کمپنی کمانڈر سے رخصت لے لی اور انہیں کہا کہ مجھے صبح گھر پہنچا دیں۔ میرے جانے کی تیاری مکمل ہوگئی۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں سیال شریف میں حضرت خواجہ محمد قمرالدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ وہ مصلّے پر تشریف فرما ہیں۔ آپ کے سامنے ایک مریض بیٹھا ہے۔ آپ اس پر دم فرما رہے ہیں۔ اس مریض کی ٹانگ گھٹنے سے پاؤں تک سوکھ کر کانٹا ہو رہی تھی۔ میں حضرت کے پاؤں دبانے لگا۔ فرمایا اس مریض کی ٹانگ دباؤ۔ میں فوراً اس مریض کی ٹانگ دبانے لگا۔ آپ کھڑے ہوگئے میں بھی کھڑا ہوگیا۔ آپ نے مجھے گلے لگا لیا۔ میں شدّتِ جذبات کی تاب نہ لاکر رونے لگا۔ اور میری آنکھ کھل گئی۔ اب میں نے محسوس کیا کہ میں بالکل تندرست ہوں۔ اٹھا وضو کیا اور نماز تہجد ادا کی۔ اب میں بالکل ٹھیک تھا۔ صبح اُٹھ کر کمپنی کمانڈر سے قصہ بیان کیا اور کہا کہ اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔ چھٹی منسوخ کر دیجئے۔ میں گھر نہیں جاتا۔

خطیب غلام رسول صاحب چشتی رحمٰن مسجد نصیر آباد۔ فیصل آباد

تحریر فرماتے ہیں :
چھ سات سال کا عرصہ ہوا میں اور میرے دو ساتھی حضرت خواجہ محمد قمرالدینؒ سیالوی کی زیارت کے لیے سیال شریف پہنچے تو پتہ چلا کہ حضور لاہور تشریف لے گئے ہیں۔ شام کو جھنگ پہنچیں گے۔ یہ سن کر ہم بھی جھنگ روانہ ہوگئے اور آپ کے بنگلے پر پہنچے۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابھی لاہور سے تشریف لائے ہیں اور آرام فرما رہے ہیں۔

میرا ایک ساتھی حافظ قرآن تھا۔ وہ بہت تیز پڑھتا تھا اس کی خواہش تھی کہ تیز پڑھنے کی عادت ہٹ جائے۔ میرے پاس کچھ رقم تھی میں چاہتا تھا ۵ روپے حضرت کو نذرانہ پیش کروں۔ لیکن واپسی کے کرائے میں کمی ہوتی نظر آتی تھی۔ اگر نذرانہ دوں تو واپس فیصل آباد کیسے پہنچوں گا۔ اسی سوچ میں

ہم اندر چلے گئے۔ حضرت نے کروٹ بدلی اور اٹھ کر چار پائی پر بیٹھ گئے۔ ہم نیچے فرش پر بیٹھ گئے۔ آپ سے مصافحے کا شرف حاصل کیا۔ فرمایا کہاں سے آئے ہو۔ عرض کی فیصل آباد سے پہلے سیال شریف گئے تھے۔ وہاں سے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے بلا کسی تمہید کے میرے ساتھی سے فرمایا میں قرآن شریف بہت تیز پڑھا کرتا تھا۔ ایک نابینا حافظ صاحب کے ساتھ دور کیا تو میری قرأت درست ہوگئی۔ میں نے نذرانہ پیش کیا تو آپ نے اس پر دم کر کے مجھے واپس کر دیا۔ اور فرمایا میں راضی ہوں یہ رقم تم رکھو پھر میرے حافظ ساتھی سے فرمایا کہ تلاوت سے پہلے سورۂ طٰہٰ کی آیت رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ۔ تین مرتبہ پڑھ لیا کریں۔

منظور احمد سیالوی صاحب لالہ موسیٰ سے لکھتے ہیں:

اس واقعہ کے راوی شیخ المشائخ حضرت دیوان آل مجتبیٰ علی خان سجادہ نشین اجمیر شریف حال مقیم پشاور ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ہم سرگودہا میں رہا کرتے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدینؒ ہمارے یہاں بڑی عقیدت و محبت سے تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک بار سخت سردی کے موسم میں رجب لوگ لحاف اوڑھ کر گرم کمروں میں سوتے ہیں) حضرت سرگودہا آئے۔ اس وقت حضرت دیوان سید آل رسولؒ نماز عشاء ادا کر کے گھر تشریف لے جا چکے تھے۔ حضرت خواجہ نے سخت سردی میں رات مسجد ہی میں بسر کی۔ صبح جب خواجۂ اجمیری مسجد میں تشریف لائے تو حضرت خواجہ سے ملاقات ہوئی اور شب بسری کا حال معلوم ہوا حضرت خواجہ نے بتایا کہ رات کو دیر سے آیا تھا۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ آرام میں خلل ڈالوں۔ اس لیے میں نے نہ دروازے کو دستک دی نہ پیغام بھجوایا۔

حضرت دیوان آل مجتبیٰ نے یہ بھی بتایا کہ ایک موقع پر سرگودہا کے نواح میں مولانا محمد شریف نوری نے تقریر کی تو ان کی تقریر سے متاثر ہو کر چند اشخاص نے اسلام قبول کیا۔ ایک عیسائی پادری کو جب معلوم ہوا تو اس نے مولانا نوری کو چیلنج کیا کہ مجھ سے مناظرہ کریں۔ چنانچہ مناظرہ کا اشتہار دیا گیا۔ مناظرہ کے دن مولوی صاحب تو نہ آئے لیکن حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین رح تشریف لے آئے۔

خواجہؒ صاحب نے پادری سے کہا کہ میں معمولی طالب علم ہوں مناظرہ میں کروں گا۔ خواجہ حضرت محمد قمر الدینؒ نے اسلام کی حقانیت پر تقریر شروع کر دی۔ عبرانی زبان کی بائیبل سے حوالے پڑھنے شروع کیے۔ پادری صاحب بہت گھبرائے۔ کوئی جواب نہ بن پڑا تو راہِ فرار اختیار کی۔ حاضرین آپ کی تقریر دلپذیر سے بہت متاثر ہوئے۔

محمد عبد الغفور چشتی صاحب فیصل آباد سے لکھتے ہیں:

عرصہ تین سال کا ہوا کہ ہم عرس کے موقع پر سیال شریف گئے۔ میرے ساتھ بھائی نور زمان امام جامع مسجد ...وا انجن شیڈ اور الحاج حافظ مولانا امیر محمد خان صاحب بھی تھے۔ میں نے راستے میں ساتھیوں ...ے کہا اگر پیر و مرشد خیر خیریت نہ پوچھے تو دل کو سکون نہیں ہوتا۔ جب ہم حضرت شیخ الاسلام خواجہ کی ...دمت میں حاضر ہوئے تو سب سے مصافحہ کیا اور گلے سے لگایا۔ میری باری آئی تو مجھ سے معانقے کے بعد ...ر خیریت بھی پوچھی۔ اور گھر والوں کی خیریت بھی دریافت کی۔ عرض کی سب ٹھیک ٹھاک ہیں پھر فرمایا۔ ...میں خیریت پوچھوں یا نہ پوچھوں میں ہر عقیدت مند کا خیال رکھتا ہوں۔ میں اور میرے ساتھی ...ت خوش ہوئے کہ حضرت نے میرے دل کی بات معلوم کرلی۔

راجا محمد اسحٰق بی اے انچارج ٹیکنیکل ریکارڈ غریب وال سمنٹ لمیٹڈ

اسمٰعیل والی ضلع جہلم سے لکھتے ہیں:

حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین رح سادات کا بے حد احترام کرتے تھے۔ انہیں کسی قسم کی تکلیف ...ا پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک موقع پر سخت گرمی تھی حضرتؒ نیم دراز تھے۔ ایک شخص کھڑا ہوگیا اور حضرت ...پنکھا جھلنے لگا (اس وقت سیال شریف میں بجلی نہ تھی) آپ نے اسے فوراً منع کردیا۔ فرمایا بیٹھ جائیے ...پ اگرچہ میرے مرید ہیں، مگر سیّد ہیں۔ کھڑے ہوکر یہ کام کر کے مجھے تکلیف نہ پہنچائیں۔ میں آپ کا ...حترام کرتا ہوں۔ وہ شخص یہ سن کر بیٹھ گیا۔

حضرتؒ مریدوں سے ٹانگیں دبوانے سے احتراز کرتے تھے۔ کوئی بیس سال ہوئے میرے ساتھ میرے ...ؤں کے ایک پیر بھائی مولوی غلام رسول بھی سیال شریف تشریف لے گئے۔ انہوں نے بیٹھتے ہی حضرت کی ...نگیں دبانی چاہیں۔ مگر آپ نے منع فرمادیا۔ اور فرمایا کہ میں مریدوں سے ایسی خدمت لینا پسند نہیں کرتا۔ ایک ...فعہ عرس کے موقع پر حضرت چارپائی پر نیم دراز تھے میں نے آگے بڑھ کر آپ کا پاؤں چوم لیا۔ حضرت نے ...یری اس حرکت کو ناپسند فرمایا۔ اور فرمایا یہ کام نہ کیا کریں

ایک موقع پر مریدین میں تشریف فرما تھے۔ ایک پیر بھائی آیا جب اس نے حضرت سے مصافحہ کیا

تو حضرت کی نظر اس کی طلائی انگوٹھی پر پڑی۔ اُسے حکم دیا کہ انگوٹھی فوراً اتار دو مرد کے لیے سونا پہننا
ہے۔ اس شخص نے فوراً تعمیل کی۔

ایک موقع پر فرمایا کہ کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے آگے سے نہ گزرو۔ ایک اور موقع پر فرمایا ک
کی مدد کرنا حج سے افضل ہے۔

ایک موقع پر حضرتؒ کھڈوائی تشریف لائے ہوئے تھے۔ کھڈوائی خوشاب کے قریب پہاڑیوں میں ایک
صحت افزا مقام ہے۔ وہاں حضرتؒ نے ایک بنگلہ تعمیر کرایا تھا۔ جہاں کبھی کبھی گرمیوں کے موسم میں فروک
ہوتے تھے۔ کھڈوائی میں بہت سے عقیدت مند موجود تھے۔ ایک بزرگ نے سوال کیا کہ اطمینان قلب کیسے
حاصل ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ انسان ہمیشہ یہ خواہش کرتا ہے کہ میرے پاس جو مال ہے وہ اور
زیادہ ہو جائے۔ اگر ایک بیگہ زمین ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ زمین دو بیگے ہو جائے۔ وہ دو
ہو جاتی ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ تین بیگے ہو جائے۔ اگر اس کے پاس سائیکل ہے تو وہ لوگوں کے پاس
سکوٹر اور کاریں دیکھ کر چاہتا ہے کہ میرے پاس بھی کار ہو۔ کیوں کہ اس میں کئی آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ اور آرام
سے باتیں کرتے ہوئے سفر کرتے ہیں۔ اسے کار بھی مل جاتی ہے تو وہ پھر چاہتا ہے کہ ہیلی کاپٹر مل جائے
غرض انسان کی خواہش رکتی نہیں۔ اور وہ کبھی مطمئن نہیں ہوتا۔ اطمینان اگر ہے تو صرف اللہ کے ذکر میں ہے
اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب۔

ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ ولی کو ولی ہی پہچان سکتا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا
کہ قطب مدار وہ ہوتا ہے جسے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کی محفل میں صدارت کے لیے
نامزد فرماتے ہیں۔

حضرتؒ نے ایک روز ایک واقعہ بیان فرمایا کہ میں دہلی میں ایک بازار میں سے گزر رہا تھا۔ وہاں ایک
فقیر کھڑا تھا جو اپنے پاس کسی کو کھڑا نہ ہونے دیتا تھا۔ میں اس کے پاس کھڑا ہو گیا تو بولا یہاں کیوں
کھڑے ہو۔ میں نے کہا آپ کو کچھ چاہیے؟ کہا ہاں قلم اور دوات چاہیے۔ میں نے قلم دوات لا دی۔ یہ
شخص ابدال تھا۔

پھر فرمایا میں لاہور میں ایک گلی میں سے گزر رہا تھا۔ اس میں ایک کئی منزلہ بہت اونچی عمارت تھ
کسی نے مجھے بتایا کہ یہ متعدی بیماریوں کے مریضوں کے لیے عمارت ہے۔ میں نے کہا اسلام میں اس کی

کوئی گنجائش نہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں چاہوں تو یہ عمارت نیچے آگرے۔ اوپر کھڑکی کھلی اور ایک آدمی نے سر نکال کر مجھ سے پوچھا ایسا کرو گے تو نہیں؟ یہ شخص ابدال تھا۔

ایک موقع پر فرمایا کہ جو شخص فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے۔ اس کو پیر و مرشد کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ پھر سورۂ کہف کی یہ آیت پڑھی۔ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ آپ احکام شریعت کی پابندی پر ہمیشہ زور دیتے تھے۔ آپ داڑھی کی عظمت اور اہمیت پر بھی زور دیتے تھے۔

ایک موقع پر پنڈ دادن خاں میں مسجد خیر شاہ میں نماز عشاء کے بعد فرمایا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن روزہ رکھتے تھے۔ صحابہ کرام نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ پیر میرا یوم پیدائش ہے۔ حضرتؒ درود شریف کے ورد پر بھی بہت زور دیتے تھے۔

طفیل احمد فائق صاحب خطیب کلیرہ ضلع جھنگ تحریر کرتے ہیں:

ایک بار دربارِ عالیہ تونسہ شریف سے واپسی پر خواجہ صاحب اپنے مکان سیٹلائٹ ٹاؤن صدر جھنگ تشریف فرما ہوئے۔ بہت سے حاضرین حاضری اور زیارت کے منتظر تھے۔ خادم نے اطلاع دی کہ حضور اجازت ہو تو سب آدمی آ کر مل لیں۔ اجازت ملی تو سب اکٹھے حاضر ہوئے۔ حضور نے دعا فرمائی اور فرمایا۔ سب کو اجازت ہے۔ کیوں کہ ہم تیار ہیں۔

سب آدمی رخصت ہو گئے۔ نیاز آگیں پاس ہی کھڑا تھا۔ فرمانے لگے۔ تونسہ شریف جاتے ہوئے طبیعت بہت فرحاں تھی اور سفر نہایت آرام سے گزرا۔ لیکن واپسی پر سخت تکان ہے۔ بندہ نے عرض کیا۔ وہ شوق وصال تھا اور یہ کلفت ہجر۔ حضور نے پکڑ کر بٹھا لیا اور پھر کوئی گھنٹہ ڈیڑھ تک سلسلہ کلام جاری رہا۔ فرمانے لگے۔ بار بار حاضری کے لیے اللہ کریم موقع دے رہا ہے۔ ہر ہفتہ بلکہ بعض دفعہ ہفتہ میں دو دو تین تین بار یہ سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ ایک بار تو وضو کا پانی بھی خشک نہیں ہوا تھا کہ دوبارہ حاضری نصیب ہوئی۔

ایک دفعہ حاضرین میں سے ایک مرید نے عرض کی۔ قبلہ! میں نے نیا مکان بنایا ہے۔ اور اب اس میں سکونت اختیار کرنا چاہتا ہوں۔ کس روز نئے مکان میں جاؤں؟ فرمایا۔ پنجشنبہ کا دن پہلی ساعت مشتری کی ہے۔ مبارک ساعت ہے۔ جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ قرآن مجید کے مطابق مبارک اور اللہ کا فضل (رزق حلال) طلب کرنے کا وقت ہے اور مبارک ہے۔ لیکن دوشنبہ (سوموار) سارے

کا سارا دن مبارک ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن ہے۔ یہ تھا آپ کے حضور صلی
علیہ وآلہ وسلم سے عشق کا عالم۔

حافظ رب نواز سیالوی خطیب مسجد جامع زیدی کوٹ فرید سرگودہا سے رقمطراز ہیں

میں جب دارالعلوم سیال شریف میں داخل ہوا تو چار روز ہی کے بعد تونسہ شریف میں حضرت
پٹھان کا عرس تھا۔ ہم تین چار طالب علموں نے تونسہ شریف جانے کا پروگرام بنایا۔ ناتجربہ کار
کی وجہ سے راہ میں بہت تکلیف اٹھائی۔ رات کے دس بجے تونسہ شریف پہنچے اور دربار میں حاضر
ہوتے حضرت شیخ الاسلام کے سلام سے بھی مشرف ہوئے۔ رات کو ۱۱ بجے اُن کی آرام گاہ پر حاضر
ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کو اپنے پیر کے دربار میں دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔ ہم
ہمارے لیے میٹھی روٹیاں منگوائیں۔ خادم نے ہمیں بتایا کہ یہ روٹیاں حضرت مہمانوں کے لیے سیال
شریف سے ساتھ لائے تھے۔ ہم لوگوں نے یہیں لنگر سے کھانا کھایا ہے۔ یہ روٹیاں صرف مہمانوں کے
لیے ہیں۔ اگر ہمیں یہ روٹیاں نہ ملتیں تو ہم رات بھر یقیناً بھوکے رہتے۔ بعد میں حضرت نے ہم
کو پچاس پچاس روپے عنایت فرمائے۔ اور فرمایا کہ یہ حقیر نذرانہ قبول کرو۔

حوالدار محمد صادق کوارٹر ماسٹر ضلع جہلم سے رقمطراز ہیں:

حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین ۲۴ دسمبر ۱۹۶۶ء کو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
گیسوئے مبارک کا موئے مبارک حاصل کرنے کے لیے کراچی تشریف لائے ہوئے تھے۔ محمد علی سوسائٹی
کے بنگلے میں مقیم تھے۔ خواجہ غلام فخرالدین کے ہمراہ میں بھی حاضر تھا۔ پیر بھائی حضرت کی ضیافت کی
التجا کر رہے تھے۔ آپ باری باری دعوت قبول کر رہے تھے۔ جونا مارکیٹ کے ایک زرگر کی اندر
کی دعوت منظور کی۔ لیکن اسے تاکید کی کہ ضیافت میں فضول خرچی نہ کرنا۔ اس نے بدقسمتی سے جوش
عقیدت میں عرض کیا کہ میں نے حضرت کے لیے سونے کی ایک خوبصورت انگوٹھی تیار کی ہے۔ حضرت
فرمایا خدا کی قسم اگر کوئی سونے کا پہاڑ بھی پیش کرے تو میں نہیں جاؤں گا۔ میں تو خلوص و محبت کے لیے
جاتا ہوں۔ سونے کے لیے نہیں جاتا۔ آخر خواجہ فخرالدین کی وساطت سے زرگر نے معافی مانگی اور حضرت
نے دعوت کی ہامی بھرلی۔

حضرت شیخ الاسلام کراچی ہی میں مقیم تھے۔ نماز تراویح کے بعد مجلس جمی مولانا محمد شفیع اوکاڑوی
ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ حضرت نے فرمایا کہ میری آنکھ دکھتی تھی۔ علاج کرایا ٹھیک نہ ہوئی۔ ایک

خواب میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ صبح کو اس جگہ سے جہاں حضور تشریف فرما تھے ایک چٹکی مٹی لیکر آنکھ میں ڈالی۔ آنکھ ٹھیک ہو گئی۔

حضرت شیخ الاسلام ۲۷ دسمبر ۱۹۶۶ء کو سمندر میں پاک بحریہ کی آبدوز کشتی "غازی" دیکھنے کے لیے گئے۔ اس آبدوز نے ۱۹۶۵ء کو پاک بھارت جنگ میں بھارت کے کئی جہاز ڈبوئے تھے۔ حضرت آبدوز کے اندر گئے اور اس کو بوسہ دیا۔ اور فرمایا کہ یہ آبدوز ہم سے اچھی ہے کہ اس نے جہاد میں حصہ لیکر دشمن کے جہاز کو ڈبو دیا۔

حضرت نے جناب منظور حسین شاہ ہمدانی سے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسوئے مبارک کا موئے مبارک حاصل کر کے سر پر رکھا۔ پہلے ہوائی جہاز کے ذریعے لیجانے کا فیصلہ ہوا، لیکن چونکہ حیدرآباد رکنا تھا۔ اس لیے فیصلہ ہوا کہ ۳۰ دسمبر کو شاہین ایکسپریس کے ذریعے سفر کیا جائے اور موئے مبارک کو اونچی جگہ رکھ کر پورے احترام کے ساتھ لے جایا جائے۔ راستے میں حیدرآباد میں رکے۔ چودھری محمد صادق مرید خاص گوگڑہ شریف کے مکان پر قیام کیا۔ موئے مبارک کو اونچی جگہ رکھا گیا۔ حضرت پوری رات جاگتے رہے۔ صبح کو نماز فجر کے بعد اس دیوار کو بوسہ دیا جس کے اوپر اونچی جگہ موئے مبارک رکھا تھا۔

---

۲۴ دسمبر ۱۹۶۸ء کو آپ راولپنڈی میں ڈاکٹر تسخیر احمد کی کوٹھی واقع سیٹلائٹ ٹاؤن میں مقیم تھے مولوی یار ولی محمد بھی ساتھ تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے گھوڑے کی سواری کا شوق تھا۔ میں نے اس کی تربیت حاصل کی اس کے ۱۶ کورس ہوتے ہیں۔ میں نے سب پاس کئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک تیز رفتار گھوڑا چند گھنٹوں میں دہلی سے لاہور پہنچ سکتا ہے۔

ایک روز سیال شریف میں حضرت کے بنگلے پر مجلس گرم تھی۔ حضرت خواجہ سعداللہ خاں بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ آج کل جو اولیاء اللہ کی اولاد گاڑیوں میں سفر کرتی ہے وہ راستے میں لوگوں کو متاثر کرنے کے لیے لوگوں کو بتاتے ہیں کہ ہم فلاں فلاں بزرگ کی اولاد ہیں۔ اس پر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں نے سفر میں آج تک کبھی ایسی حرکت نہیں کی۔ سفر میں بالکل خاموش رہتا ہوں۔ ایک دفعہ اجمیر شریف جا رہا تھا۔ گاڑی میں ایک آدمی میرے پاس بیٹھا تھا۔ وہ مجھ سے مسئلے پوچھنے لگا۔ میں اسے بتاتا رہا۔ آخر میں اس نے کہا کہ ہمارا تعلق سیال شریف کے پیروں سے ہے۔ اگرچہ آپ نے یہ مسئلے صحیح بتائے ہیں مگر میں ان سے بھی پوچھوں گا۔ جب گاڑی دہلی رکی اور میں اترا وہاں بہت سے پیر بھائی موجود تھے۔ وہ

مجھ سے ملے۔ اس شخص نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا پیر سیال ہیں۔ تو اس شخص نے میرے پاؤں پکڑ لیے اور کہا کہ راستے میں آپ کو پریشان کرتا آیا ہوں معافی چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ نے کوئی غلطی نہیں کی آپ مسئلہ پوچھتے رہے میں بتاتا رہا۔

محمد اسحاق چشتی سیالوی ضلع جہلم سے لکھتے ہیں:-

ایک دفعہ آپ کی خدمتِ اقدس میں بندہ حاضر تھا۔ اور بھی کچھ پیر بھائی حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر آپ سفر کر رہے ہوں۔ جنگل ہو اور نماز کا وقت ہو جائے۔ تو چاہیے کہ وضو کر کے اذان دی جائے۔ ہو سکتا ہے آس پاس سے کوئی اذان سن کر آجائے اور شریک جماعت ہو جائے۔ کچھ دیر انتظار کے بعد اگر کوئی بھی شریک جماعت نہ ہو تو وہ آدمی اس طریقہ پر اپنی نماز پڑھے گویا وہ جماعت کرا رہا ہے۔ اور مردانِ غیب اس کی اقتدار کر رہے ہوں گے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ آپ سفر میں یا پردیس میں جب بھی کسی مسجد میں جائیں تو پہلے اس مسجد کا حق ادا کریں۔ یعنی دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کریں۔ پھر اپنی نماز ادا کریں۔ مسجد کا حق ادا کئے بغیر مسجد سے نہ آئیں۔

جناب لیاقت علی خان چشتی کھیوڑہ ضلع جہلم سے لکھتے ہیں:

علامہ شبیر احمد شاہ سیالوی کے پاس حضرت شیخ الاسلامؒ کی ریش مبارک کے بال تھے۔ حاجی محمد شریف کا لڑکا بہت بیمار رہا۔ بہت علاج کیا افاقہ نہ ہوا ایک رات خواب میں حضرت شیخ الاسلامؒ کی زیارت ہوئی۔ حاجی محمد شریف نے عرض کی کہ لڑکا بہت بیمار ہے۔ اس لیے بہت پریشان ہوں۔ فرمایا شبیر احمد سیالوی کے پاس میری داڑھی کے بال ہیں انہیں پانی میں ڈبو کر وہ پانی لڑکے کو پلاؤ۔ حاجی محمد شریف صبح اٹھتے ہی علامہ شبیر احمد کے گھر پہنچے اور حضرت کی ریش مبارک کے بال طلب کئے۔ علامہ بہت حیران ہوئے کہ انہیں ان بالوں کا کیسے علم ہوا۔ یہ تو میرے سوا کسی کو علم نہیں تھا۔ حاجی محمد شریف نے کہا کہ رات حضرت پیر سیال خواب میں بتا گئے ہیں۔ چنانچہ بال پانی میں ڈال کر وہ پانی لڑکے کو پلایا گیا۔ لڑکا تندرست ہو گیا۔

حاجی نور الدین زرگر گول چکہ سرگودہا سے لکھتے ہیں:

میں حضرت شیخ الاسلامؒ کا مرید ہونے کے لیے سیال شریف گیا تو معلوم ہوا کہ حضرت اجمیر شریف

تشریف لے گئے ہیں۔ دس پندرہ روز تک واپس تشریف لائیں گے۔ میں مایوس لوٹ گیا۔ دوسری بار حاضر ہوا تو پھر معلوم ہوا کہ حضرت اجمیر شریف تشریف لے گئے ہیں۔ اس بار بھی ناکام لوٹا۔ تیسری بار پھر گیا۔ اہلیہ بھی ہمراہ تھی وہ تو اندر زنان خانے میں چلی گئی۔ مجھے باہر معلوم ہوا کہ حضرت اجمیر شریف تشریف لے گئے ہیں۔ میں بہت پریشان ہوا۔ میں نے اندر روضہ پر جاکر فاتحہ پڑھی اور روپڑا اور عرض کی تیسری دفعہ آیا ہوں لیکن مراد پوری نہیں ہوئی۔ پھر میں برآمدے میں لیٹ گیا۔ میری آنکھ لگ گئی۔

خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ الاسلامؒ موٹر پر سوار آگئے ہیں۔ میں نے دست بوسی کی۔ پوچھا مرید ہونے کے لیے آئے ہو عرض کی جی ہاں۔ خادم سے کہا لسی لاؤ۔ لسی کا پیالہ مجھے پلا کر مرید کرلیا اور کہا کہ تم پریشان نہ ہو اب گھر چلے جاؤ۔ میں جاگا تو بہت خوش تھا۔ اندر سے بیوی کو بلوایا اور کہا چلو واپس چلیں۔ مجھے تو زیارت ہوگئی اور میں مرید بھی ہوگیا ہوں۔ یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ حضرت کی کار آئی۔ میں آگے بڑھا اور حضرت نے وہی سوال کیا کہ تم مرید ہونے کے لیے آئے ہو۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ حضرت نے لسی منگوا کر مجھے پلائی اور مرید بنالیا۔ بخدا سب کچھ اسی طرح ہوا جس طرح خواب میں دیکھا تھا۔

محمد اصغر علی چشتی سیالوی صدر مدرس عربیہ سراج العلوم خانپور ضلع رحیم یار خان سے رقمطراز ہیں کہ:

مدرسہ شمس العلوم جامعہ مظفریہ رضویہ دان بھچراں ضلع میانوالی میں تحصیل علم کر رہا تھا۔ طبیعت بہت علیل ہوگئی۔ بہت علاج کیا مگر افاقہ نہ ہوا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ مگر جیب نے ساتھ نہ دیا۔ بہت پریشانی ہوئی کہ کیا کروں۔ نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن۔ حضرت کی زیارت کی بہت تمنا تھی میں نے انہیں بہت یاد کیا۔ آنکھیں پرنم ہوگئیں۔

دوپہر کا وقت تھا اسی حالت میں آنکھ لگ گئی۔ میں سوگیا اور تقدیر جاگ پڑی۔ خواب میں حضرت شیخ الاسلامؒ کی زیارت ہوئی۔ میں نے قدم بوسی کی۔ حضرت نے میرے کندھے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔ جب میں بیدار ہوا تو طبیعت پرسکون تھی۔ اور پریشانی جاتی رہی۔ میں چند روز میں شفایاب ہوگیا اور آج تک جیب کبھی خالی نہیں ہوئی۔ اللہ کا فضل و کرم شامل حال ہے۔

جناب عبدالغفور سیالوی خطیب مسجد جامع چشتیہ نظامیہ مصطفےٰ آباد لاہور

رقم طراز ہیں کہ۔ میں ایک موقع پر حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ دوران گفتگو آپ نے فرمایا کہ میں ایک روز تلاوت کر رہا تھا کہ ابدالوں کا ایک گروہ پرواز کرتا ہوا وہاں سے گزرا۔ ایک ابدال میرے پاس آکر بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا آپ کیسے آئے۔ اس نے کہا کہ ہمارا ایک گروہ یہاں سے گزرہ

رہا تھا میں آپ کی تلاوت سننے کے لیے ٹھہر گیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ نے مجھے اتنی بلندی پر سے کیسے دیکھ لیا
وہ بولا یہ بھی کوئی حیرت کی بات ہے کہ آپ کی کوٹھی کی الماری میں جو شیشیاں پڑی ہیں اور ان میں جو دوائیاں
ہیں ہمیں ان کا بھی علم ہے۔

منشی غلام محمد چشتی سیالوی ساکن پیل ضلع سرگودھا تحریر کرتے ہیں:

پانچ چھ سال ہوئے میرا لڑکا گھر سے بھاگ گیا۔ پانچ چھ روز اس کی والدہ بہت بے چین اور پریشان
رہی۔ میں نے اسے تسلی دی اور جمعہ کے روز سیال شریف حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ان
سے دعا کرائی۔ انہوں نے فرمایا کہ نماز پنجگانہ کے بعد ستر مرتبہ یا لطیف کا ورد کرنا۔ انشاء اللہ تعالیٰ تیسرے
روز لڑکا گھر آجائے گا۔ چنانچہ لڑکا تیسرے دن رات کو ۱۲ بجے گھر آگیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو گھر
کیسے آیا۔ اس نے کہا کہ میں راولپنڈی میں سویا ہوا تھا۔ سفید داڑھی والے ایک بابا نے مجھے جگایا اور کہا کہ
فوراً گھر چلا جا تیرا باپ تجھے کچھ نہیں کہے گا۔

جناب اورنگ زیب بھٹی ضلع سرگودھا سے رقمطراز ہیں:

میرے نانا نور محمد صاحب نے بتایا کہ ۱۹۵۸ء میں میرا بیٹا فیصل احمد میعادی بخار میں مبتلا ہو گیا
چند علاج کیا مگر وہ صحت نہ ہوا۔ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا کہ اب اس کا علاج ممکن نہیں۔ وہ کہتے ہیں
کہ میں فیصل احمد کو سیال شریف حضرت کی خدمت میں لے گیا۔ میں نے عرض کی میرا ایک لڑکا ہے۔ اس
کے لیے دعا فرمادیں۔ حضرت نے فرمایا نفل پڑھ۔ میں رونے لگا اور عرض کی گھر میں میری بیوی بھی سخت
بیمار ہے۔ حضرت نے فرمایا اور نفل پڑھ۔ میں اور رونے لگا۔ دل میں سوچا کہ یہ آخری امید تھی۔ اور یہ بھی
فرماتے ہیں نوافل پڑھ۔

میں خواجہ کے پاؤں دبانے لگا اور عرض کی حضرت میرا ایک ہی لڑکا ہے۔ اور سخت بیمار ہے میرا
اور کوئی نہیں فرمایا ایک لڑکا نہیں۔ پانچ لڑکے ہیں۔ اس لیے میری تسلی ہو گئی۔ تعویذ لیا اور رخصت
ہوا۔ بعد ازاں حالات بہتر ہوتے گئے۔ اور میرے چار لڑکے ہو گئے اور پانچواں میں۔ پھر بڑے لڑکے
فیصل احمد کے یکے بعد دیگرے چار لڑکے ہوئے اور پانچواں وہ خود۔ اس طرح اللہ کے فضل سے میرے
اجڑے ہوئے چمن میں بہار آگئی۔

محمد عبدالرحیم ضمیر سیال شریف سے لکھتے ہیں:۔

میں دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کا طالب علم ہوں۔ حضرت دارالعلوم میں بہت

زیادہ تشریف لاتے تھے۔ اور ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کے پاس بیٹھتے تھے تو آپ ہمیں واقعات سناتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ ہم دہلی میں پڑھتے تھے۔ میں اور میرے چند ساتھی جب استاد صاحب سے سبق پڑھنے گئے تو بارش شروع ہو گئی اور اتنی زور کی بارش ہوئی کہ بیان نہیں کر سکتا چونکہ ہم استاد صاحب سے سبق پڑھ رہے تھے اور ہم پڑھائی میں اتنے مصروف تھے کہ ہمیں بارش کا علم تک نہ ہوا۔ جب ہم نے سبق پڑھ لیا تو دیکھا کہ ہمارے نیچے پانی ہی پانی ہے اور ہمارے تمام کپڑے بھیگے ہوئے ہیں۔

حافظ ظہور احمد سیالوی مسجد صالح محمد کمبوہ اندرون موچی گیٹ۔ لاہور

یہ ۱۹۷۹ء کی بات ہے، میں سیال شریف میں حاضر ہوا۔ پا بوسی کے بعد با ادب بیٹھ گیا تو حضرت نے پوچھا:

مولوی صاحب! کہاں سے آئے ہو؟

عرض کیا: لاہور سے۔

فرمایا: لاہور میں کیا کرتے ہو؟

عرض کیا، جامعہ نظامیہ میں مدرس ہوں۔

ارشاد فرمایا کیا پڑھاتے ہو؟

عرض کیا: غریب نواز! قرآن پاک پڑھاتا ہوں۔

حضرت خاموش ہو گئے۔ چند روز کے بعد میں پھر حاضر ہوا تو حضرت نے وہی سوالات ارشاد فرمائے۔

مولوی صاحب! کہاں سے آئے ہو؟

میں نے دست بستہ عرض کی: غریب نواز! لاہور سے حاضر ہوا ہوں۔

ارشاد فرمایا: کیا کرتے ہو؟

عرض کیا: غریب نواز! جامعہ نظامیہ میں قرآن پاک پڑھاتا ہوں۔

غالباً ایک ماہ کے بعد پھر سیال شریف حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت کوٹھی میں تشریف فرما تھے۔ پا بوسی کے بعد میں بیٹھا ہی تھا کہ حضرت نے پھر وہی سوالات اسی ترتیب کے ساتھ پوچھے

فرمایا: مولوی صاحب کہاں سے آئے ہو؟

میں نے حسب سابق دست بستہ عرض کی: غریب نواز لاہور سے۔

فرمایا : لاہور میں کیا کرتے ہو ؟
عرض کیا : جامعہ نظامیہ میں مدرس ہوں۔
حضرت نے پیار سے مجھے قریب بلایا اور فرمایا :
مولوی صاحب لاہور میں ایک مسجد ہے۔ مسجد صالح محمد کمبوہ۔ کیا وہ مسجد آپ نے نہیں دیکھی ؟
حضرت کی یہ بات سن کر مجھ پر جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا۔ میں بے حد شرمندہ ہوا۔ کیوں کہ لاہور کی اسی مسجد (صالح محمد کمبوہ) میں مَیں مؤذن کی خدمت انجام دیتا تھا —— اب مجھے معلوم ہوا کہ حضرت بار بار مجھ سے ایک ہی سوال کیوں کرتے رہے۔ حضرت چاہتے تھے کہ میں مسجد صالح محمد کمبوہ کا تعلق ظاہر کروں، جسے میں ظاہر نہیں کر رہا تھا —— یہ سب میری بھول تھی ، اہل اللہ پر تو سب باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

مظفر اللہ خان پنشنر پولیس میانوالی ضلع جہلم سے لکھتے ہیں :

دس بارہ سال کا عرصہ ہوا کہ مجھے حضرت خواجہ کے ڈرائیور غلام حیدر مرحوم نے بتایا کہ ایک رات میں اپنے گھر میں سو رہا تھا۔ آدھی رات کو حضرت خواجہؒ نے مجھے جگایا اور فرمایا کار نکالو۔ میں نے کار نکالی اور آپ ایک درویش کے ساتھ کار میں بیٹھ گئے۔ آپ نے مجھے کچھ نہیں بتایا کہ کہاں جانا ہے۔ میں آپ کے حکم کے مطابق کار چلاتا گیا، حتیٰ کہ ہم بنگلہ نور لیالہ کے قریب پہنچ گئے جو پہاڑ کے دامن میں ہے۔ مجھے وہاں رکنے کا حکم دیا۔ میں نے بنگلے کے سامنے کار کھڑی کر دی۔ حضرت خواجہؒ ایک درویش کو ساتھ لیکر کنڈ کی طرف روانہ ہو گئے۔

موضع کنڈ کی طرف سڑک نہیں تھی پگ ڈنڈی پر چلتے گئے۔ میں بھی دبے پاؤں پیچھے چل پڑا۔ ایک میل چل چکے تو ایک نالہ آ گیا۔ وہاں ایک درخت کے نیچے ایک بڑھیا رو رہی تھی۔ اس کے پاس زمین پر ایک بچہ پڑا تھا جو بے ہوش تھا۔ بڑھیا نے حضرت سے عرض کی میری امداد کرو میں اجڑ گئی ہوں۔ میں واپس کار کے پاس آ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ عورت۔ بچہ اور دو ادھ آدمی حضرت خواجہؒ کے ساتھ آ گئے۔ حضرت نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ تین چار روز تک اس بچے کو سیال شریف لے آنا۔

چند روز بعد وہ عورت بچے کو لیکر آئی وہ بچہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔ حضرت کو آدھی رات کے وقت اس بچے کی تکلیف سے متعلق کسی طرح اطلاع ملی تو اس کی مدد کے لیے اسی وقت روانہ ہو گئے۔ یہ ہے خدمت خلق۔

حافظ امام بخش اختر سیالوی خطیب جامع مسجد نور محلہ اچھرہ لاہور

رقمطراز ہیں ـــــ میں نے دینی تعلیم سیال شریف میں حاصل کی۔ طالب علمی کے دوران ہی میں حضرت غریب نواز سے بیعت ہوا۔ ۱۹۶۵ء میں میں اسلامیہ ہائی سکول اچھرہ میں استاد مقرر ہوا ۱۹۶۹ء میں عرس شریف کے موقع پر سیال شریف حاضر ہوا تو حضور غریب نواز نے استفسار فرمایا:

مولوی جی! آج کل کیا کرتے ہو؟

عرض کیا: غریب نواز! سکول ماسٹر ہوں۔

فرمایا: بس سکول ماسٹر۔ میاں دین کی خدمت کرو۔

عرض کیا: غریب نواز دعا فرماویں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے اور اسباب بھی پیدا فرمائے۔

حضور غریب نواز نے فرمایا: انشاء اللہ اس کا انتظام ہو جائے گا

اگلے روز میں لاہور آیا تو میرے ہیڈ ماسٹر شیخ ظفر الٰہی مراد مرحوم نے مجھ سے کہا: حافظ صاحب! ہمارے محلّے میں ایک جامع مسجد ہے۔ کیا آپ وہاں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیں گے؟

میں نے کہا شیخ صاحب! میں جمعہ تو پڑھا لوں گا، لیکن امامت ذرا مشکل امر ہے۔ لوگ بڑے عجیب عجیب اعتراضات کرتے ہیں۔ اس لیے یہ کام مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ انھوں نے اصرار فرمایا۔ لیکن میں انکار کرتا رہا۔

اگلے روز جامع مسجد نور کے متولی چودھری محمد حفیظ اور ان کے ایک ساتھی حاجی حیات محمد صاحب میرے پاس سکول میں تشریف لائے۔ اور کہا حافظ صاحب آپ انکار نہ کریں۔ آپ کو دین کی خدمت کا موقع مل رہا ہے۔

ان حضرات کے یہ الفاظ سنتے ہی مجھے حضور پیر سیال کے الفاظ یاد آئے کہ میاں دین کی خدمت کرو۔ میں نے ان حضرات کے اصرار پر یہ خدمت قبول کر لی اور سمجھ گیا کہ میرے حضرت کی دعا سے خدمتِ دین کا یہ انتظام ہوا ہے۔

معین الدین ٹھٹھہ محمد پناہ سے لکھتے ہیں:

۱۹۶۶ء میں ہم ٹھٹھہ محمد پناہ میں دو گروپوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایسے اُلجھے کہ نوبت لڑائی جھگڑے تک پہنچی۔ آپ نے دونوں فریقوں کو سیال شریف طلب کیا۔ آپ نے انہیں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ جنگِ حنین سنایا۔ لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ پھر آپ نے خواجہ اللہ بخش تونسوی کا واقعہ سنایا کہ ایک پٹھان نے کسی جاٹ کے تین لڑکوں کو قتل کر دیا۔ وہ پٹھان خواجہ کو اس جاٹ کے گھر معافی مانگنے کے لیے

ساتھ لے گیا۔ اس جاٹ نے کہا کہ کاش میرا ایک لڑکا اور ہوتا اور تو قتل کرتا اور خواجہ تونسوی ایک بار پھر میرے گھر تشریف لاتے۔ غرض فقیر کی نصیحت سے دونوں فریقوں کے دل بغض اور کینے سے پاک ہوگئے اور صلح ہوگئی۔

محمد فاروق شاکر طالب علم جماعت نہم گورنمنٹ ہائی سکول فروکہ ضلع سرگودہا

لکھتے ہیں :- میں اپنے قریبی مدرسہ فیض العلوم ترتیل القرآن موضع وادھن ضلع سرگودہا میں زیر تعلیم تھا۔ یہ جنگل کا علاقہ ہے۔ زمین ریتلی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام رح اس مدرسے میں ہفتے میں ایک بار ضرور تشریف لاتے تھے۔ کبھی عصر کی نماز یہاں ادا فرماتے کبھی مغرب کی۔ دو تین گھنٹے قیام فرماتے تھے۔ طلبہ سے تلاوت سنتے۔ اور قیمتی مشورے دیتے۔ اور انعامات بھی عطا فرماتے۔

ایک دفعہ سخت گرمی تھی۔ فرمایا یہاں سانپ بچھو بھی بہت ہوں گے۔ ہم نے عرض کی بہت ہیں کچھ دیر کے بعد آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب سانپ بچھو یہاں سے چلے گئے۔ مدرسہ ایک ایکڑ زمین پر تھا۔ اللہ کی قدرت کہ پھر کبھی کبھار ہی کوئی بچھو نظر آیا۔ کسی بچھو نے کسی طالب علم کو کاٹا بھی تو زہر نہیں چڑھا۔ سانپ سکول کے احاطے میں کبھی نظر نہیں آیا۔

اللہ دتہ صاحب ترکھان موضع بھیرو ضلع جھنگ سے لکھتے ہیں :

حضرت خواجہ قمرالدینؒ مجھے ہمیشہ میرا نام لیکر بلایا کرتے تھے۔ ایک بار میں خواجہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر حاضر ہوا تو حضرت خواجہؒ کی ملاقات سے بھی مشرف ہوا، لیکن حضرت نے اس مرتبہ میرا نام نہ لیا۔ میں سمجھا حضرت نے اس غلام کو پہچانا نہیں۔ مایوس ہو کر بنگلے کی مشرقی دیوار کے ساتھ کھڑا ہوگیا۔ دو گھنٹے تک اسی سوچ میں کھڑا رہا۔ آپ کے پاس ملک پو ملا بیٹھا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ پیری مریدی لالٹین کی طرح ہوتی ہے۔ بجلی کا مرکز تو بجلی گھر ہوتا ہے۔ وہ بند ہو جائے تو بجلی بند ہو جاتی ہے۔ بجلی بجلی گھر جاکر ختم ہو جاتی ہے۔ مگر یہ لالٹین حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک جاتی ہے۔ اگر پیر کو اپنے مرید سے محبت ہو اور مرید کو اپنے پیر سے محبت ہو اور محبت کی یہ لالٹین سلسلہ در سلسلہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک چلی جاتے تو یہ لائن درست ہے۔ ورنہ یہ لائن ٹوٹ جاتی ہے۔ آپ کچھ اور فرمانے کو تھے مگر میں یہ سن کر فوراً بیٹھ گیا۔ اور میری مایوسی اور پریشانی جاتی رہی۔

ملک محمد نے بات جاری رکھنی چاہی" مگر حضرت نے فرمایا۔ بس مقصد پورا ہوگیا۔



حضرت شیخ الاسلام والمسلمین کا انٹرویو جو
ضیائے حرم کے شمارہ نخستین میں طبع ہوا تھا۔



شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت علامہ

محمد قمر الدین سجادہ نشین سیال شریف

صدر جمعیۃ العلماءِ پاکستان سے انٹرویو

انٹرویو :۔ محمد اشرف (بی ایس سی)

ایک طویل تعطّل کے بعد پاکستان میں یکم جنوری
...ر کو سیاسی سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔ مختلف سیاسی
...وں کی کانفرنسیں ان کے جلسے اور جلوس لوگوں کی
...و اپنی جانب مبذول کرانے لگے۔ جمعیت العلمائے
...ستان کے متعلق کبھی کبھار کوئی اخبار اپنے کسی
...میں سرسری سی خبر دیتا اسے پڑھنے کی طرف طبیعت
...ل نہ ہوتی ـــ جون ۱۹۷۰ء کے وسط میں دارالسلام
(ٹوبہ ٹیک سنگھ) میں جمعیت العلمائے پاکستان کی کانفرنس
منعقد ہوئی، جس کے انعقاد سے پہلے تو اخبارات نے
اس کے متعلق کچھ سرگرمی دکھائی۔ لیکن اس کے انعقاد
کے بعد جمعیت پھر ایک مرتبہ گوشہ گمنامی میں چلی گئی۔
صرف اتنی سی خبر حافظہ میں محفوظ رہی کہ وہاں جمعیت
کی قیادت ایک نئے قائد کو تفویض کی گئی اور ساتھ ہی
یہ تاثر بھی دیا گیا کہ اس قیادت پر بھی ہر کارکن کانفرنس

کا اتفاق نہیں۔ جمعیت پہلے کی طرح مختلف دھڑوں میں بٹی ہوئی ہے اور نئے صدر کے متعلق ابھی یہ امر بھی وضاحت طلب ہے کہ یہ جمعیت کے صدر ہیں یا جمعیت کی مجلس عمل کے۔

ان اخباری شورشوں نے عوام کے ذہن سے دارالسلام کانفرنس کی اہمیت نکال دی۔ سیاسی میدان میں کام کرنے والی جماعتیں ملک میں اس طرح چھائی جا رہی تھیں کہ جمعیت ان کے سامنے کسی التفات کی مستحق نہ تھی۔

جمعیت کے متعلق میرا تاثر یہ تھا کہ یہ ایک ایسی جماعت ہے جس کے لیڈر باہمی رقابت اور انتشار کا شکار ہیں اور کوئی بڑی سے بڑی شخصیت بھی ان کے اختلافات کو ختم نہیں کر سکتی۔ دوسرے لوگوں کی رائے بھی کم وبیش یہی تھی۔

اتفاقاً اگست ۱۹۷۰ء کے وسط میں سرگودھا آیا دیواروں پر جگہ جگہ پوسٹر چسپاں تھے کہ آج رات کو کمپنی باغ میں جمعیت العلمائے پاکستان کی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ خیال آیا کہ دوسروں کے نظم وضبط اور جوش وخروش کے مناظر تو بارہا دیکھے ہیں چلو اپنوں کی سست روی اور بے تدبیری کا حال بھی جا کر دیکھیں، چار آنسو بہالیں گے۔ دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

میں اپنے میزبان اور دوست کے ہمراہ پنڈال کی طرف روانہ ہوا لیکن وہاں تو منظر ہی کچھ اور تھا ایک وسیع وعریض پنڈال برقی قمقموں اور رنگ برنگ ٹیوبوں کی روشنی سے بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ سٹیج کو حجلۂ عروسی کی طرح سجایا گیا تھا اور لوگ انبوہ در انبوہ جوق در جوق جلسہ گاہ کی طرف امنڈے چلے آ رہے تھے ادھر آنے والی سڑکیں بھری ہوئی تھیں۔ دور دراز کے علاقوں سے لوگ بسوں، ٹرکوں، ٹریکٹروں پر سوار کارواں در کارواں چلے آ رہے تھے۔ سرگودھا کے وسیع وعریض کمپنی باغ میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ ملحقہ میدان اور کھلی جگہیں بھی پر ہو چکی تھیں۔ لیکن آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا جوش وخروش کا یہ عالم کہ انسان تو انسان درختوں کے پتے بھی جھوم رہے تھے۔ ساری فضا میں خلوص کی سوندھی سوندھی مہک بسی ہوئی تھی۔ انسانوں کا سمندر موجزن تھا۔ لیکن کیا مجال کہ آنکھوں نے کوئی ناشائستہ حرکت دیکھی ہو، یا کانوں نے کوئی نازیبا بات سنی ہو۔

تلاوت

دس بجے شب جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی۔ ہر طرف مکمل سناٹا چھا گیا یوں معلوم ہوتا تھا کہ زینت القراء کسی سنسان صحرا میں تلاوت فرما رہے ہیں۔ مقررین کی تقاریر سن کر دلی راحت ہوئی۔ ایک بجے کے قریب سٹیج سیکرٹری نے اعلان کیا کہ "اب صدر جمعیت حاضرین سے خطاب فرمائیں گے۔

سارا مجمع جوش محبت سے دیوانہ ہو گیا۔ نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے رسالت کی فلک شگاف صدائیں بلند ہوئیں۔ لمحہ بھر کے بعد محبت کی دیوانگی نے سنجیدگی اور متانت کا روپ اختیار کیا۔

صدر کا خطاب

صدر جمعیت کا خطاب زیادہ طویل نہ تھا اس میں ہر خطیبانہ اتار چڑھاؤ اور مترادفات کی بھرمار بھی

سادگی اور پرکاری دلوں کو موہ رہی تھی، ذہنوں کو روشن کر رہی تھی۔ سوئے ہوئے ولولوں کو بیدار کر رہی تھی۔ ملت اسلامیہ کے لیے امید کے چراغوں کو فروزاں کر کے راہ کو روشن کر رہی تھی۔ اس حقیقت کا مشاہدہ آج ہوا کہ اثر مقرر کے الفاظ میں نہیں ہوتا بلکہ اس کے خلوص میں ہوتا ہے۔

دوسرے دن مجھے واپس لوٹنا تھا میں روانہ ہوا، میں دل میں سوچ رہا تھا کہ میرا یہ سفر کتنا بابرکت تھا۔ وہم وگمان کی جن سنسان اور وحشت ناک پگڈنڈیوں پر میں مارا مارا پھرا کرتا تھا۔ اس سے نجات ملی، اندیشوں اور وسوسوں کے جو کثردم مجھے پہلے ڈسا کرتے تھے اب نہیں ڈسیں گے۔

اس نورانی شخصیت سے ملاقات کرنے کا شوق روز بروز بڑھتا رہا۔ کئی بار ٹیلیفون پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی، لیکن معلوم ہوا کہ آپ جمعیت کے پیغام کو پہنچانے کے لیے ملک کا دورہ فرما رہے ہیں۔ کبھی لودھراں، کبھی ملتان، کبھی سکھر، کبھی کراچی اور کبھی رحیم یار خان۔

آخر ایک روز فیصلہ کیا کہ اب ٹیلیفون سے ملاقات کی اجازت طلب نہیں کروں گا۔ قسمت آزمائی کے لیے یوں ہی چل کھڑا ہوا، سرگودہا پہنچا تو معلوم ہوا کہ آپ تونسہ شریف گئے ہوئے ہیں۔ لیکن میں نے احرام نہ توڑا صبح جب سیال شریف پہنچا تو یہ روح افزا خبر سنی کہ آپ رات ایک بجے واپس تشریف لائے ہیں۔

زیارت

میں دن چڑھے سیال شریف پہنچا تھا، حجرے کا دروازہ بند تھا۔ زائرین اور عقیدت مندوں کا ایک جم غفیر زیارت کرنے کے لیے حجرے سے باہر کھڑا تھا۔ میں نے سوچا نا واقف ہوں اس ہجوم میں گوہر مقصود حاصل ہونا آسان نہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی محض زیارت بھی باعث سعادت ہے۔ لیکن میں اس دفعہ محض زیارت کے لیے تو نہیں آیا تھا۔ مجھے تو چند خدشات کی چبھن یہاں لے آئی تھی۔ اس کے لیے تو مجھے تنہائی چاہیئے اور تنہائی لمحہ بھر کے لیے نہیں بلکہ کافی طویل مدت کے لیے تا کہ میں اپنے خدشات کے تسلی بخش جواب سن سکوں جب ملنے والوں کا ہجوم کم ہوا تو میں نے جسارت کرتے ہوئے یہ عرض کی کہ حضرت میں اس ملت کا ایک فرد ہوں جس کی قیادت کا بار گراں جناب نے اٹھایا ہے۔ میں چند معروضات پیش کرنے آیا ہوں۔ اور تنہائی کا خواستگار ہوں" آپ نے فرمایا:

تمہارا آنا مبارک ہو، قدرے انتظار کریں۔ میں آپ کو ضرور موقع دوں گا تا کہ آپ بے تکلف اپنی معروضات پیش کر سکیں۔ ساڑھے دس بجے کے قریب آپ اٹھے اور مجھے لیکر ایک کوٹھی میں تشریف لے گئے وہاں کوندر کی چٹائیاں بچھی تھیں، ایک پلنگ بھی رکھا تھا لیکن حضرت نیچے چٹائی پر تشریف فرما ہوئے اور مجھے اپنے پاس بٹھایا اور بڑے محبت بھرے انداز میں کہا، "فرمائیے آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں" میں نے عرض کیا حضرت آپ فقیر لوگ ہیں آپ کو تو اپنی خانقاہوں کو آباد رکھنا چاہیئے۔ اور یہاں آنے والوں کو نیکی اور راستی کی تلقین کرنی چاہیئے۔ آپ لوگوں کا سیاست میں براہ راست حصہ لینا آپ کے مقام سے فروتر ہے اور آپ کی شان کے شایاں نہیں"

دین وسیاست

آپ نے فرمایا۔ عزیز جان! میں جن خواجگان کا عقیدت مند ہوں انہوں نے دین اور سیاست کی تفریق کو کبھی تسلیم نہیں کیا ان کا ہر عمل سنتِ نبوی کے مطابق ہوتا تھا۔ وہ اپنی زندگی کی شاہراہ کو اسوۂ حسنہ کی ضیاء سے روشن رکھتے تھے انہیں اپنے محبوب کی غارِ حرا کی خلوتیں ریاضتیں اور شب بیداریاں جس طرح عزیز تھیں اسی طرح انہیں بدر وحنین کے معرکے بھی پیارے تھے۔ وہ اپنے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں سنتوں پر ساری عمر عمل پیرا رہے ان کے عام اوقات خانقاہوں اور حجروں میں بسر ہوتے، لیکن جب بھی باطل نے حق کو للکارا۔ تو میرے پیرانِ طریقت نے اپنی خانقاہوں کو الوداع کہی، اپنی تسبیح وسجادہ کو چھوڑا اور تیغ وسنان سے مسلح ہو کر میدانِ جہاد میں اس وقت تک خیمہ زن رہے جب تک باطل کو مکمل شکست نہ ہو گئی۔ کم نظر لوگ ہمیشہ اولیاء کرام پر حجرہ نشینی اور خلوت گزینی کا الزام لگایا کرتے ہیں لیکن انہوں نے حقیقت کو سمجھنے کی کوشش بہت کم کی ہے۔

جہاد

صوفیا کے نزدیک جہاد کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اپنے نفس سے جہاد دوسرا دین کے دشمنوں سے جہاد پہلے جہاد میں اپنی ذاتی کمزوریوں اور خصائل ذمیمہ کی اصلاح کی جدوجہد کی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں اس جہاد کو جہادِ اکبر کہا گیا ہے اپنی اصلاح اور اپنے سینے کو نورِ محبت سے منور کر لینے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی وسیع زمین میں اس کی بھٹکی ہوئی مخلوق کو راہِ حق پر چلانے کے لیے کوشاں ہو جاتے ہیں۔ ملتان، لاہور، دہلی، اجمیر، گجرات، کاٹھیاواڑ، سلہٹ، اور چٹاگانگ میں ان پاک لوگوں نے اپنی بزمیں سجائیں، اپنے میخانے بسائے اور ہر آنے والے کو اس شرابِ طہور سے سیراب کیا۔ اللہ والوں کا اندازِ جہاد یکساں نہیں ہوا کرتا اس کے انداز مختلف ہوا کرتے ہیں۔ کاش آپ شاعرِ مشرق بلکہ شاعرِ اسلام کے یہ اشعار پڑھے ہوتے ؎

تکیہ بر حجت واعجازِ بیاں نیز کنند
کارِ حق گاہ بہ شمشیر وسناں نیز کنند
گاہ باشد کہ تہِ خرقہ زرہ می پوشند
عاشقاں بندۂ حال اند وچناں نیز کنند

میں نے بات کاٹتے ہوئے عرض کیا حضرت میں نے تو سیاست کے بارے میں دریافت کیا اور جناب جہاد کے متعلق فرما رہے ہیں۔ کیا اس سیاسی سرگرمی کو آپ جہاد یقین فرماتے ہیں۔

سیاست بھی جہاد ہے

بڑے وثوق سے فرمایا "یقیناً" پھر مجھ سے پوچھا کہ جب اشتراکیت والحاد کا سیلاب امڈ کر چلا آ رہا ہو اور پاکستان میں ایک کافرانہ نظام قائم کرنے کی مہم شباب پر پہنچ چکی ہو اس کے سدِ باب کے لیے کوشش کرنا اگر جہاد نہیں تو پھر جہاد کس کو کہتے ہیں؟ اس وقت پاکستان کا سفینہ مختلف طرح کے خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ اگر اربابِ فہم وبصیرت نے اپنا حق ادا نہ کیا تو یہ

...ن کا انجام بڑا ہولناک ہو گا۔"

میں نے وضاحت طلب کرتے ہوئے عرض کیا کہ ...سوشلزم کے علمبردار تو اسے محض اپنی معاشی بدحالی ...سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سوشلزم سے اسلام ...کوئی خطرہ نہیں بلکہ جاگیرداروں اور صنعت کاروں ...خطرہ ہے۔ اور صرف ان لوگوں نے واویلا مچا رکھا ...ہے۔ جب تک یہاں اشتراکیت کا نظام نافذ نہیں ...گا۔ ہمارا مزدور اور کسان ظلم کی چکی میں پستا رہے گا ...کیا آپ چاہتے ہیں کہ پاکستان کا محنت کش طبقہ افلاس ...احتیاج کی زنجیروں میں جکڑا رہے اور کراہتا ...ہے اور اگر کوئی شخص اس پر رحم کھائے تو اسے ...سوشلسٹ کہہ کر بدنام کیا جائے اور اس پر کفر کا فتویٰ ...دیا جائے۔

میرا سوال طویل ہو گیا تھا، میرے لب و لہجہ میں ...قدرے تندی آ گئی تھی۔ لیکن آپ بڑی توجہ سے ...باتیں سنتے رہے اور مسکرا کر میری حوصلہ افزائی ...تے رہے۔ جب میں اپنے دل کا غبار نکال چکا تو ...مایا۔

"عزیزِ محترم! میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ بہت اچھا ہوا کہ تمہارے دل میں جو کچھ تھا وہ تم نے کہہ دیا۔ جس طرح میں نے آپ کی ہر بات صبر سے سنی۔ کیا آپ میری بات بھی صبر سے سنیں گے؟ اور اس پر سنجیدگی سے غور کریں گے۔"

...انے عرض کی، "یقیناً"۔ فرمانے لگے آپ کے اس ...ل میں کئی سوال پنہاں ہیں۔ جن کا جواب اختصار ...ساتھ سماعت فرماتے جائیے۔ صاف بات تو یہ ہے کہ یہ ملک سوشلزم کے نام پر حاصل نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ فقط اسلام کے نام پر اور اسلام کے لیے حاصل کیا گیا تھا اور اسی مقصد کے لیے مسلمانانِ ہند نے جان و مال اور آبرو کی ہوشربا قربانیاں دی تھیں۔ بھارت کے پیچھے رہ جانے والے ساڑھے پانچ کروڑ مسلمانوں نے خوشی سے بے رحم و سفاک ہندو کی غلامی قبول کی تھی کہ پاکستان بنے گا اور وہاں اسلام کا نظامِ حیات نافذ ہو گا۔ آج اگر ہم اسلام کو چھوڑ کر یہاں سوشلزم کو جاری کرتے ہیں تو ہم اقوامِ عالم میں ایک ایسی قوم کی حیثیت سے پہچانے جائیں گے۔ جس نے اپنے خدا سے اس کے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے مقصدِ حیات سے غداری کی۔ اور اپنے ساڑھے پانچ کروڑ بھارتی مسلمانوں کے ساتھ دغا کیا اور یہ چیز ہرگز کوئی کلمہ گو گوارا نہیں کر سکتا اگر ہم یہ غلطی کریں گے۔ تو پاکستان اسی دن ختم ہو جائے گا اور پاکستان کی بقا کے لیے ہمارے پاس کوئی وجہ جواز باقی نہیں رہے گی۔

سوشلزم

اس کے علاوہ سوشلزم کا نظام فطرتِ انسانی سے متصادم ہے وہ اس کی آزادی تقریر و تحریر کو چھین لیتا ہے وہ اس کے فکر و فہم کو پابہ زنجیر کر دیتا ہے ان عزیز اور محترم اخلاقی قدروں کو پامال کر دیتا ہے جن پر شرفِ انسانیت کا دار و مدار ہے، وہ انسان کو اس کی عظمتوں سے گرا کر حیوانوں کی سطح پر لا کھڑا کرتا ہے ملتِ اسلامیہ تو میرے نزدیک بڑی محترم اور مقدس چیز ہے۔ میں تو سوشلزم کے نظام کو کسی انسانی معاشرہ کے لیے بھی پسند نہیں کرتا۔ خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو

یہ بات سراسر غلط ہے کہ سوشلزم سے سرمایہ داری اور جاگیر داری کو خطرہ ہے ایسا ہرگز نہیں بلکہ اس کی آغوش میں جو سرمایہ داری پروان چڑھتی ہے وہ صرف دولت کے ہتھیار سے مسلح نہیں ہوتی بلکہ حکومت کا اختیار بھی اسے حاصل ہوتا ہے۔ مغربی ممالک کے سرمایہ داروں اور کارخانہ داروں کے خلاف تو مزدور و کسان ہڑتال کر کے اپنے مطالبات منوا سکتے ہیں لیکن اشتراکی ممالک کے سرمایہ دار اور صنعت کار جو حکومت کے اعلیٰ افسر بھی ہوتے ہیں ان کے سامنے کوئی مزدور صدائے احتجاج بلند کر کے تو دیکھے اسی وقت اس کی کھال ادھیڑ کر رکھ دی جائے گی۔

حقیقت میں اشتراکیت سے اگر کسی کو خطرہ ہے تو صرف اسلام کو اور اعلیٰ اخلاقی قدروں کو، جو صرف آزاد ماحول میں نشوونما پا سکتی ہیں اور یہ نظام اس کا شدید دشمن ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ وہ اسلامی ممالک جو بد قسمتی سے آج کل روس کے اشتراکی استعمار کے غلام ہیں، وہاں آٹھ ہزار جامع مساجد سے صرف پانچ صد باقی رہ گئی ہیں۔ اور بقایا ساڑھے سات ہزار مساجد کو تھیٹروں، رقص گاہوں، ہوٹلوں اور عجائب گھروں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ تمام اسلامی مدارس بند کر دیئے گئے۔ مسلمان اپنے بچوں کو نہ قرآن پڑھا سکتے ہیں نہ دینی تعلیم دے سکتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ وہاں مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہونے والی نئی نسل اسلامی معاشرہ کا کھلم کھلا مذاق اڑاتی ہے۔ آپ مجھے بتایئے، کیا اشتراکیت سے اسلام کو نقصان نہیں پہنچا۔ یہ ہماری کم نظری ہے کہ ہم اسلام کے پیروکار ہوتے ہوئے اشتراکیت یا کسی دوسرے نظام سے اپنی ... و بہبود کے طریقے تلاش کرنے لگیں۔

اسلام ہی غریبوں کا حامی ہے

اسلام سب سے زیادہ غریبوں کی حالت کو ... بنانے والا، ان کے مفاد کی حفاظت کرنے والا، ان ... جائز حقوق دلوانے والا دین ہے۔ یہ معاشرہ ... طبقاتی منافرت پھیلا کر اور فتنہ فساد کی آگ ... کر اصلاح احوال نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے حکیمانہ انداز ... دلوں کو اس طرح بدل دیتا ہے کہ خود بخود مشکلا... کی گتھیاں سلجھتی چلی جاتی ہیں۔"

آپ کا یہ فاضلانہ بیان جس میں محبت اور ... پیار کی مٹھاس تھی، دل و نگاہ کے پردے اٹھا... گیا۔ جی چاہتا تھا کہ یہ سلسلہ گفتگو جو اپنے اندر ... و سلسبیل کی نزہت و پاکیزگی رکھتا ہے جاری ر... لیکن بارہ بجنے لگے تھے اور ملاقات کرنے والوں ... ہجوم زیادہ ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے ان کی بے تابیو... بھی شدید احساس تھا۔ جناب کے کثیر مشاغل ... پاس بھی تھا۔ لیکن ابھی تک دو سوال میرے ذہن ... میں بری طرح کھٹک رہے تھے۔ اور میں مجبور تھا ... کے بارے میں استفسار کروں۔ اس لیے جرأت ... ہوئے میں نے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اب ان پیرو... فقیروں کو بھی سلطنت کی ہوس اپنے سجادوں ... اٹھا کر باہر لے آئی ہے اور الیکشن کی ہنگامہ آرائی ... میں شرکت کے لیے پروگرام بنائے جا رہے ہیں"

آپ نے بڑی متانت سے فرمایا کہ جو کسی کے ... میں آئے کہتا رہے۔ لیکن اس کا حقیقت سے دور کا ...



دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کا دارالحدیث جس کا سنگِ بنیاد حضرت شیخ الاسلام والمسلمینؒ نے رکھا۔

نہیں۔ بلاشبہ جمعیت العلمائے پاکستان آنے والے ت میں بھرپور حصہ لے رہی ہے اور جس حلقہ سے وزوں آدمی دستیاب ہوئے ہم انہیں اپنے ے دیں گے۔ لیکن ہمارے پیشِ نظر ان انتخابات میں حصہ لینے کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ہم حکومت سیاں سنبھالیں گے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس فیصلہ کن پر جب کہ قوم نے کفر و اسلام میں سے ایک کے ے کے بارے میں دو ٹوک فیصلہ کرنا ہے، صحیح اور نمائندوں کو کامیاب کرایا جائے۔ تبھی ہم ی دستور کی تدوین کر سکتے ہیں اور ایسے نیک نفس ں کے ذریعہ سے ہی ہم اسلام کی لازوال تعلیمات میابی سے پاکستان میں نافذ کر سکتے ہیں۔ اگر اپنا یہ دینی فریضہ ادا نہ کرے اور بے دین اور ار پھر ہمارے نمائندے منتخب ہو جائیں تو انجام کسی اہل نظر سے مخفی نہیں اور شاید بھی ان نتائج کے متحمل نہ ہو سکیں گے۔

جمعیت العلماء پاکستان فقط ایک مقصد ول کے لیے میدانِ عمل میں آئی ہے اور وہ ہے اسلام کا خطہ پاکستان میں عملی اجرا۔ تیئیس سال تک ہم نے اس ملک میں اسلام کا آئین اور قانون اور نظام نافذ کرنے میں کوتاہی سے کام لیا۔ اکثر طالع آزما لیڈر ہماری اقتدار کی کرسی پر قبضہ جمائے رہے۔ جس نے صورتِ حال کو اس قدر سنگین بنا دیا۔ اب اگر ہم اس فرض کو گوناگوں مشکلات کے باوجود ادا نہیں کرتے تو شاید پھر قدرت ہمیں کوئی ایسا موقع بہم نہ پہنچائے۔

سلسلہ گفتگو کو ختم کرنے سے پہلے میں نے ایک اور بات پوچھی۔

روپیہ کہاں سے آتا ہے

وہ یہ کہ آپ اپنی جمعیت کی سرگرمیوں کے لیے روپیہ کہاں سے فراہم کرتے ہیں۔ کیا کوئی صنعت کار یا سرمایہ دار آپ کی پشت پناہی کر رہا ہے کوئی دستِ غیب ہے؟"

ہنس کر فرمایا: آپ ہر چیز کو صرف ایک پیمانے سے ناپنے پر کیوں مصر ہیں؟ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ ہم نے اپنی کسی کانفرنس میں چندہ کی اپیل کی؟ کیا آپ کسی ایک سرمایہ دار کا نام لے سکتے ہیں جو ہماری جماعت کا

سکتی ہو؟ باقی رہا دستِ غیب والا معاملہ تو نہ ہم اشتراکی ہیں کہ اشتراکی ممالک ہماری امداد کریں اور نہ امریکی سامراج کے خیمہ بردار ہیں کہ اس کے ڈالر ہمیں ملیں۔

میں نے جلدی سے پوچھا تو پھر؟

فرمایا: "ہم خدا کا کام کر رہے ہیں۔ اس کے دین کی خدمت کا عزم لے کر نکلے ہیں۔ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا پرچم بلند کرنا ہمارا مقصدِ حیات ہے۔ اگر اشتراکی اور امریکی استعمار اپنے اپنے ایجنٹوں پہ نوازشات کی بارش کر سکتے ہیں۔ تو آپ کیا سمجھتے ہیں، اللہ رب العالمین جس کے قبضے میں زمین و آسمان کے خزانے ہیں۔ کیا وہ اپنے بندوں کی ضرورت کے لیے کافی نہیں؟ ہمارا سب سے بڑا سرمایہ ہمارے نیک دل عوام ہیں وہ خود ہی اپنی اپنی کانفرنسوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ وہ خود ہی لنگر لگاتے ہیں اور اپنے مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہیں۔ اور علمائے اہل سنت اور مشائخ اہلِ سنت بغیر ... میں اپنے خرچ پر ان کانفرنسوں میں شریک ... ہمارے پاس کوئی مرکزی فنڈ ہے نہ ... نہ ابھی تک اس کی ضرورت محسوس ہوئی ہے

وَکَفٰی بِرَبِّکَ ھَادِیًا وَّ نَصِیْرًا

میں نے جب حضرت کی زندگی کے حالات ... کیے تو وہ اتنے سبق آموز اور روح پرور تھے ... چند سطور میں ان کا بیان ممکن نہیں۔ کسی دوسری ... میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔ ... اتنا یاد رہے کہ اس آستانہ عالیہ کے مؤسس ... غوثِ زمان، قطب دوراں، شمس العارفین ... خواجہ محمد شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جن ... فیض یافتگان نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ ... نورِ حق سے منور کیا اور جن کے خلفاء کا شمار ممکن نہیں۔ (ضیائے حرم اکتوبر ۱۹۷۰ء)



مکتوباتِ شیخ الاسلام رحؒ



یہ مسلّمہ امر ہے کہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ مختلف علوم کے بحرِ ذخار تھے۔ جس کا ثبوت ان کے فصیح و بلیغ خطبات سے ملتا رہا ہے۔ حضرت کی زبانِ فیض ترجمان کی حلاوت اور شیرینی اور دل نشینی سے ملک کا ہر تعلیم یافتہ شخص واقف ہے۔ لیکن اس حقیقت سے شاید کم لوگ واقف ہوں گے کہ حضرت اشہبِ قلم کے بھی شہسوار تھے۔ آپ نے احباب اور اپنے عقیدت مندوں کو عربی۔ فارسی اور اردو میں وقتاً فوقتاً جو خطوط لکھے ہیں۔ ان کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی تحریر پُرتنویر بھی فصاحت و بلاغت اور تاثیر سے آراستہ تھی۔ ذیل میں ہم حضرت کے بعض (عربی اور اردو) خطوط کی نقول پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

(ادارہ)



حضرت سید غلام محی الدین (بابوجی) گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام



KHUWAJA MOHD QAMARUDDIN
SAJJADA NASHIN SAYAL SHARIF
PRESIDENT MARKAZI JAMIYATUL-ULMA - PAKISTAN

۹۲ سے سٹلائٹ ٹاؤن
سرگودھا

مورخہ
حوالہ

سیادت و شرافت پناہ مکرمی جناب سجادہ نشین صاحب دربار گولڑہ شریف نفعنا اللہ منکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - مزاج گرامی! -

مورخہ ۲ نومبر کو بمقام نوشہرہ علاقہ سون میں جمعیۃ العلماء پاکستان کا ایک اہم جلسہ ہے جس میں آنجناب کے نمائندہ کی شمولیت از حد ضروری ہے - لہذا گزارش ہے کہ مولانا فیض احمد صاحب کو اس جلسہ میں شمولیت کیلئے روانہ فرما دیں - موجب شکریہ ہوگا - اگر خود تشریف لائیں تو کیا ہی بہتر ہوتا -

نیز گزارش ہے کہ سردار جہانگیر خان خوشاب و ملک حاجی غلام محمد شیخ اکھلی موہلہ کو حکم فرما دیں کہ وہ ہمارے جمعیۃ العلماء پاکستان کے نمائندوں کی پوری امداد کریں - حلقہ خوشاب میں ہمارے نمائندے ملک حاجی خان محمد صاحب بندیال و ملک فتح محمد خان صاحب [illegible] و ملک محمد انور صاحب ٹوانہ ہیں - والسلام

دعا جو و دعاگو
قمر الدین

حضرت خواجہ غلام سدید الدین مرولوی کے نام

باسمہ سبحانہ عم امتنانہ

یوم الحج ۱۳۸۲ھ
یوم الاربعاء

بحضرۃ الفاضل العلامۃ المبالغۃ لاغیر مولانا المکرم الانجم صاحب
السجادۃ الجشتیۃ بمرولیا نوالہ سلمہ اللہ تعالیٰ وادامہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : وبعد فان الحقیر الفقیر قد فاز تبلمیس تربۃ الحرم سید الاولیاء الکاملین قبلۃ العالمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی ایام عرسہ الشریف وسمعت من عدۃ اصحاب الثاقۃ والعدالۃ ان غرۃ ذی الحجۃ قد ثبتت عندھم لشہادۃ الرویۃ لیلۃ یوم الثلاثاء فاول یوم من ھذا الشہر یوم الثلاثاء ولہذہ الاعتبار قرر المجلس الاول بیوم الثلاثاء وھذا الیوم الحجۃ وغداً انشاء اللہ تعالیٰ یکون العید فی یوم الخمیس ۔ والسلام علیکم وعلیٰ کل من تبعکم ۔
حررہ الفقیر قمر الدین السیالوی غفرلہ

ترجمہ: حضرت الفاضل العلامۃ (ت مبالغہ کی ہے نہ کہ کسی اور کی) مولانا مکرم ذلیتدر سجادہ نشین آستانہ چشتیہ مرولیا نوالہ ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ سلامت رکھے !

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، : فقیر حقیر، سید الاولیاء الکاملین قبلۃ العالمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے عرس شریف کے دنوں میں اُن کی مزار بوسی کی سعادت سے مشرف ہوا ۔ میں نے وہاں صاحب عدالت، معتبر اور با اعتماد لوگوں سے سنا کہ اُن کے ہاں ذی الحجہ کا چاند عینی شہادت سے منگل کی رات کو ثابت ہوا ہے ۔ پس اِس مہینے کا پہلا دن منگل ہے اور اسی اعتبار سے عُرس مبارک کی پہلی مجلس منگل کو طے پائی ۔ اور آج حج کا دن ہے اور کل انشاء اللہ بروز جمعرات عید ہوگی ۔

والسلام علیکم وعلیٰ کل من تبعکم

فقیر قمر الدین سیالوی غفرلہ

محترم صاحبزادہ عزیز احمد صاحب (کفری ضلع سرگودھا) کے نام

باسمہ سبحانہٗ، عم امتنانہٗ

حضرت الفاضل العلامہ مولانا عزیز احمد صاحب عم اللہ میامنہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ،

دارندگان نمیقہ ہذا کو علی احمد صاحب مہتمم کی خدمت میں سفارش مطلوب ہے، اگر ان کا کام جائز ہو اور آنمکرم مناسب خیال فرمائیں تو ایک سفارشی خط تحریر فرمادیں جس میں فقیر کی اس کام میں دلچسپی کا ذکر بھی ہو جائے۔ ورنہ ہر طرح مختار ہیں۔ اور فقیر کی رضا ہر حالت میں آپ کے ہر کام میں ہے۔ والسلام

محمد قمر الدین
سجادہ نشین سیال شریف

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو سابق وزیر اعظم پاکستان کے نام

باسمہٖ سبحانہٗ عم امتنانہٗ واحسانہٗ

از سیال شریف

۲۵ ربیع الآخر ۱۳۹۷ مطابق ۱۵ / ۴ / ۷۷

کھلی چٹھی بنام مسٹر ذوالفقار علی خاں بھٹو وزیر اعظم پاکستان

السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ متعدد بار اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی کہ آپ اس اسلامی ملک میں شریعت اسلامیہ نافذ کریں۔ آخر تمام ملک کے مسلمانوں نے شریعت اسلامیہ نظام مصطفےٰ نافذ کرنے پر بالاتفاق بیک پکار کی اور آپ خداوندی قانون سے اس پاک وطن کو محروم رکھنے پر مُصر رہے۔ اور عملاً اور قولاً نظام مصطفےٰ کی مخالفت کا مظاہرہ کرتے رہے۔ لہٰذا آپ اس پاک وطن کے سربراہ نہیں رہ سکتے کیوں کہ سربراہ مملکت پاکستان مسلمان ہی ہو سکتا ہے اور " وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ (احکام شریعت کا مخالف کافر ہے)

یا آپ (تائب ہو کر) پہلی فرصت میں شریعتِ اسلامیہ کے نفاذ کا حکم
دے دیں۔

فقیر: محمد قمر الدین السیالوی غفرلہٗ

نوٹ:۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مکتوب گرامی ادارہ ضیائے حرم کو محمد شفیع انور سیالوی کے ذریعے دستیاب ہوا۔ جس کی ایک کاپی (اصل) سیال شریف سے مولانا غلام احمد صاحب نے خاص طور پر انہیں بھجوائی تھی۔ اس مکتوب گرامی کے ساتھ مولانا غلام احمد صاحب کا یہ خط لف تھا:

مکرمی و معظمی برادرم محمد شفیع صاحب۔ زید شرفکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ آج رات ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۷۷ کو حضور غریب نواز مدظلہ العالی نے کھلی چٹھی بنام ذوالفقار علی بھٹو اپنے دست اقدس سے تحریر فرما کر عطا فرمائی اور اخبارات میں شائع کرانے کا حکم فرمایا۔ لہذا اب خدا معلوم یہ شائع ہو یا نہ ہو۔ کسی کو جرأت ہو یا نہ ہو۔ بہر حال آپ کو بھی بذریعہ ڈاک ارسال ہے۔

والسلام۔ خادم تراب نعال السیال
غلام احمد عفی عنہٗ

محترم ارشاد احمد سیالوی (حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ) کے نام

۷۸۷

از سیال شریف

۲۱ رمضان

مکرمی جناب ارشاد احمد صاحب

السلام علیکم۔ آپ اہل سنت جماعت کو نہ چھوڑیں۔ ہماری جماعت کا مقصد صرف یہ ہے کہ اچھے مسلمان شخص کی امداد کی جائے اور اللہ تعالیٰ آپ کی تمام پریشانیاں دور فرمائے۔

تمام پیر بھائیوں کو سلام

فقیر محمد قمر الدین سیال شریف

راجہ صاحب سیالوی (حافظ آباد) کے نام

۱۰-۳-۷۳

محبّی و مخلصی راجہ صاحب

السلام علیکم - فقیر دست بدعا ہے کہ رب العزّت آپ سب کو مکمل کامیابی عطا فرمائے - آپ ۲ر جنوری کو فقیر کی غیر حاضری میں آئے آپ کی حاضری پیر سیال نے منظور فرمائی حضرت کے آستان پر جو بھی حاضر ہوتا ہے، وہ منظور کبریا ہوتا ہے - لہذا آپ مطمئن رہیں - تمام اہلِ خانہ اور عزیزان کو دعا۔

فقیر محمد قمرالدین - سجادہ نشین
سیال شریف

محترم مولوی محمّد صدّیق صاحب کے نام

محبّی و مخلصی جناب مولوی محمد صدیق صاحب

السلام علیکم - یالطیف ستر مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھیں - اوّل آخر درود پاک پڑھیں - اللہ تبارک تعالیٰ آپ کے بچے کو بسلامت واپس لے آوے -

فقیر محمد قمرالدین - سجادہ نشین
سیال شریف

مرسلہ غلام فخرالدّین سیالوی گانگوی میانوالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لانبی بعدہ وآلہ وصحبہ اجمعین اما بعد فان بعض الطلبۃ قد ابتدعوا الجلوس وقت التکبیر (الاقامۃ) ولو کانوا قائمین قبل الاقامۃ ویقومون عندحی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح و یداومون علی ذالک مستندین لقول الفقھاء " ولیقوم الامام والموتم لقولہ حی علی الفلاح وما یدرون ان ہذا الحکم لمن کان جالسا قبل شروع الاقامۃ لا لمن دخل المسجد وقت التکبیر او کان قائما قبل شروع التکبیر ولما کان الاسلاف رحمھم اللہ تعالیٰ

احرص الناس علی النوافل والعبادۃ والجلوس فی المسجد منتظرین للصلوٰۃ فحکموا بالقیام عند الحیعلۃ لتمکنھم بتسویۃ الصفوف واما ھذا الزمان واھلہ فشتان بین احوالھم واحوالھم فانھم تسربوا فی حضرات التکاسل لتسرب الماء المنحدر فی مجاریہم ولا یبالون فوات رکعات الصلوٰۃ ولا یدرون ما ثواب فی ادراک والتحریمۃ فیجیئون فی المسجد فی اواخر احیان الصلوٰۃ - وافضلھم من یدرک رکعۃ او رکعتین فحکم ھٰؤلاء الکھلۃ غیر حکم الھاربین الی اللہ السابقین الی الطاعات المسرعین الی الخیرات فالحاصل ان القیام مندوب عند قول المکبر حی علی الصلوٰۃ لا الجلوس مامور بہ عند شروع التکبیر وذاک غیر ثابت قط واللہ ورسولہ اعلم -

حررہ الفقیر قمر الدین غفر اللہ لہ ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ

ترجمہ :- حمد و صلوٰۃ کے بعد - بعض طلباء نے تکبیر (اقامت) کے وقت بیٹھ جانا اختراع کیا ہے خواہ وہ پہلے کھڑے ہی کیوں نہ ہوں - اور ہمیشہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح پر کھڑے ہوتے ہیں - سند میں فقہاء کا قول " ویقوم الامام والموتم لقولہ حی علی الفلاح " پیش کرتے ہیں - یہ نہیں جانتے کہ یہ حکم تو اس شخص کے لیے ہے جو تکبیر شروع ہونے سے قبل بیٹھا ہو - نیز یہ حکم نہ تو اس شخص کے لیے ہے جو تکبیر کے وقت مسجد میں داخل ہو رہا ہو اور نہ ہی اس کے لیے جو شروع تکبیر سے پہلے ہی کھڑا ہو - جب اسلاف کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نوافل و عبادات اور مساجد میں انتظار کے لیے بیٹھنے میں انتہائی حریص تھے تو حیعلہ کے وقت کھڑا ہونے کا حکم دے دیا گیا تاکہ صفیں سیدھی کی جا سکیں لیکن موجودہ دور اور اسلاف کرام کے دور اور لوگوں میں انتہائی بعد ہے - یہ لوگ تو سستی و کاہلی میں تیز پانی کی طرح بہتے ہیں - نہ تو رکعات نماز کے رہ جانے کا خیال کرتے ہیں - اور نہ تکبیر تحریمہ کے ثواب کا کوئی پتہ ، نماز کے آخری وقتوں میں آتے ہیں - ان میں افضل وہی (سمجھا جاتا) ہے جس کو ایک یا دو رکعتیں مل جائیں - سست لوگوں کے لیے وہ حکم نہیں ہے جو اللہ کی طرف بھاگنے - طاعت کی طرف سبقت کرنے اور نیکی کی طرف تیزی سے جانے والوں کا ہے - الحاصل مکبر کے حی علی الصلوٰۃ کہنے وقت قیام تو مندوب ہے - شروع تکبیر کے وقت بیٹھ جانا نہیں - اور نہ یہ ثابت ہے - واللہ ورسولہ اعلم -

محترم عطا محمد ٹیچر (نور پور تحصیل و ضلع سرگودہا) کے نام

عزیزی مخلص مولوی عطا محمد صاحب نعیمی سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، - آپ کا مراسلہ کاشف مافیہا ہوا -

عزیز من ! مسجد گول چوک سرگودہا کی تقریر میں فقیر نے کہا تھا کہ میں تلمذاً خیر آبادی اور سلسلۂ تصوف کے لحاظ سے چشتی سلیمانی ہوں۔ میرا عقیدہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ہے۔ یعنی جو عقیدہ میرے پیران عظام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین و رضی اللہ عنہم کا ہے۔ وہی میرا عقیدہ ہے اور وہی عقیدہ مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم و مغفور کا ہے۔ یہ نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تعلیمات کی وجہ سے میرا یہ عقیدہ ہے بلکہ ہمارا عقیدہ ابتدا سے یہی رہا ہے۔ نیز فقیر نے جو لفظ بریلوی نہ ہونے کے کہے تھے اس لیے کہ نہ فقیر کسی بریلوی عالم کا شاگرد ہے اور نہ ہی بریلی شریف میں تعلیم حاصل کی ہے اس لیے فقیر کسی ایسے دیوبندی کو جس کا عقیدہ فقیر کے اکابرین یا مولانا بریلوی صاحب کے عقیدہ کے مطابق ہو گمراہ نہ سمجھے گا۔ فقیر کو اکثر درد گردہ کا عارضہ رہتا ہے اس لیے مفصل تحریر نہیں کر سکا۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر مسلمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائے آمین ثم آمین والسلام فقط

فقیر محمد قمر الدین سجادہ نشین۔
سیال شریف

مولوی طفیل احمد فائق خطیب جامع مسجد کلیرہ ضلع جھنگ

۷۸۶
از سیال شریف ۷۹۲
۲۲ شعبان المعظم ۱۳۷۱ھ ۱۹۴۶

مکرمی مولوی طفیل احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، ۔ مزاج گرامی ؟ عنایت نامہ کاشف مافیہا ہوا یاد فرمانے کا شکریہ جواباً گزارش ہے کہ حکومت کی طرف سے افسر مجاز کا فروخت کردہ ملبہ وغیرہ بلا شک و شبہ مسجد پر استعمال کرنا جائز ہے۔ آپ خیال فرماویں اجمیر شریف میں مسجد "اڑھائی دن کا جھونپڑا" جو آج تک آباد ہے اس کی عمارت کے پتھر بھی تمام تر چھوٹے بڑے بت ہیں بلکہ مسجد بیت اللہ شریف کی سیڑھیاں لات و منات وغیرہ مشہور بتوں سے بنائی گئی ہیں۔ قسطنطنیہ کی مساجد وہاں کے آتش کدوں اور بُت خانوں پہ قائم ہوئی ہیں اور ان تمام تر مساجد کو پیشوان اُمت نے جائز رکھا ہے۔

شرعاً اس امر کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں مجھے اگر اللہ تعالیٰ توفیق بخشے تو سومنات کی جگہ پر سومنات ہی کے بتوں سے ایک عالیشان مسجد قائم کروں و ما ذالک علی اللہ بعزیز

الراقم فقیر محمد قمر الدین سجادہ نشین سیال شریف

دعا کی مقبولیت کے لیے

چند شرائط

از حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین رحمۃ اللہ علیہ

دعا کی مقبولیت کے لیے چند شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ مثلاً پہلی شرط تو یہ ہے کہ انسان حلال کھائے، حلال بولے، حلال دیکھے۔ یہ چیزیں نہ ہوں تو دعا منظور ہونا مشکل ہے۔

دعا مانگنے سے پہلے اور آخر میں درود پاک کا پڑھنا ضروری ہوتا ہے۔ جس طرح ایک گاڑی کو دو انجن آگے اور پیچھے لگا دیئے جائیں تو وہ دونوں ایک ہی طاقت سے اسے کھینچ لے جاتے ہیں، یا جس طرح پرندہ کے دو پر ہوتے ہیں۔ جن کے ذریعے وہ پرواز کرتا ہے اسی طرح دعا کے اول و آخر درود پاک کا پڑھنا اسے مقامِ اجابت میں لے جاتا ہے اور دعا بارگاہِ ربّ العزت میں مقبول ہوتی ہے کیوں کہ ابتدائی اور انتہائی حصہ کو اللہ تعالیٰ منظور فرما لے اور درمیانی کلمات کو ردّ فرما دے یہ اس کی شان کے خلاف ہے

نہایت عاجزی، خشوع و خضوع ہونا بھی دعا کے لیے ضروری شرط ہے جس طرح انسان غرق ہوتے وقت دعا مانگتا ہے۔ اسی طرح یکجہتی اور نہایت توجہ سے دعا مانگے۔ فرمان باری تعالیٰ

ہے :-

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ

دعا کو مقبول یا نامقبول ہونے کا انسان کو علم تو نہیں ہوتا، لیکن بعض اوقات انسان پر ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے جس سے وہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ مقبولیت کی گھڑی ہے۔

بعض چیزیں انسان اپنے لیے بہتر سمجھ کر دُعا میں مانگتا ہے۔ لیکن حقیقتاً وہ اس کے لیے مفید نہیں ہوتیں۔ وہ دُعا اگر اللہ تعالیٰ منظور نہ فرمائے تو اس کے عوض مانگنے والے کے لیے آخرت میں درجہ بڑھا دیتا ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے

ترجمہ : عنقریب ہے کہ تم کسی شے کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بُری ہو۔)

جس طرح بچہ سانپ کے رنگ و روپ کو دیکھ کر اسے پکڑنے کے لیے اس کی طرف لپکتا ہے۔ لیکن والدین یا سمجھ دار لوگ اسے روکتے ہیں اور بعض اوقات انسان کسی چیز کو اپنے لیے ناپسند سمجھ کر اس سے پرہیز کرتا ہے اور نہیں مانگتا حالانکہ اس کے لیے وہ چیز مفید ہوتی ہے۔

خداوندِ قدوس فرماتے ہیں :

(ترجمہ" قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسندیدہ سمجھو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو۔"

جیسا کہ والدہ اپنے بچے کے علاج کے لیے اسے سخت کڑوی دوا پلاتی ہے اور وہ نہیں پیتا، حالانکہ وہ مفید ہوتی ہے۔ لہذا ناقابل قبولیت دعاؤں کو اگر اللہ تعالیٰ منظور نہ فرمائے تو انسان کو کبیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیئے وہ علیم و حکیم ہے انسان کی بہتری ہی اسے منظور ہے بلکہ ایسی دعائیں تو نہ مانگنا ہی بہتر ہوتا ہے جس طرح شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ سیال شریف آئے، بیعت بھی کی، اولادِ نرینہ کے لیے دُعا منگوائی، ان کی حاضری کا مقصد محض لڑکے کی پیدائش کے لیے بارگاہِ صمدیت میں دُعا منگوانا تھا۔ ان کے لیے دُعا کی گئی، منظور بھی ہوئی لیکن اگر وہ یہ دعا نہ چاہتے تو ان کے لیے بہتر تھا۔ کیونکہ اولاد نے آبا و اجداد کا مہذب مذہب چھوڑ دیا حق کو نہ پہچانا۔ اسی اولاد نے شاہ جیونہ رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں کنجریوں کا ناچ کرایا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شانِ اقدس میں گستاخانہ الفاظ اور ناشائستہ کلمات کہے۔ انھوں نے راہِ حق کو چھوڑ کر راہِ باطل اختیار کی اور اپنے باپ دادا کی روحوں کو ناخوش کیا۔

بعض اوقات انسان خدا سے محض اپنے لیے مانگتا ہے۔ حالانکہ دیگر مومنین کی معیت کا ذکر کرنا اور مومنین صالحین کے لیے بھی ساتھ ہی دعا مانگنا قبولیت کا سبب بن جاتا ہے۔

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ ایک شخص نے ۹۹ قتل کیے اور ایک مولوی صاحب کے پاس گیا۔ پوچھا کیا میری بخشش ہوگی؟ جواب ملا نہیں۔ اس شخص نے اسے بھی قتل کر دیا۔ پھر ایک اور عالم کے پاس گیا۔ وہاں سے بھی یہی جواب ملا۔ اس شخص نے اسے بھی قتل کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ سب سے بڑے عالم کے پاس گیا اس سے پوچھا تو جواب ملا ایک قتل کا بدلہ ہمیشہ کے لیے جہنم ہے۔ اور تم نناوے قتل کر چکا

ہے کس طرح بخشا جائے گا۔ اس شخص نے اسے بھی قتل کردیا اور پورے سو اشخاص کا قاتل ہوگیا۔ آخر وہ توبہ کے لیے ایک ولی اللہ کے پاس حاضر ہوا۔ قدرت خداوندی کے ماتحت راستے میں فوت ہوگیا۔ رحمت اور عذاب ہر دو جانب سے فرشتے اس کی روح لینے کو آموجود ہوتے۔ ان کے مابین جھگڑا ہوگیا۔ عذاب والوں نے کہا یہ سو آدمیوں کو قتل کرکے آیا ہے اس کی بخشش کہاں لیکن رحمت والوں نے کہا کہ سچے دل سے توبہ کرکے جارہا تھا بالآخر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا ہر دو طرف کا فاصلہ ناپ لو اگر سفر زیادہ کرچکا ہے تو رحمت والے لے جائیں ورنہ عذاب والے۔ جب پیمائش شروع ہوئی تو سفر کا جو حصہ رہتا تھا باوجودیکہ زیادہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس طرف کی زمین کو حکم دیا کہ سکڑ جا۔ چنانچہ وہ حصہ سکڑ کر کم ہوگیا اور رحمت والے فرشتے اسے لے گئے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کی رحمت شاملِ حال ہو جائے تو ہمیں اپنی بخشش کی امید ہے اس لیے انسان کو ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ مولائے کریم اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل کرم فرمائے گا۔ اس سے یقین ہوا کہ اولیائے کرام کے حضور حاضری باعث مغفرت ہے بشرطیکہ سچی توبہ کرکے حاضری دی جائے۔

تاجدارِ اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

میرے مونس میرے ہمدم میرے پیارے دلربا
خواجہ قمر الدینؒ قبلہ، تاجدارِ اولیاءؒ

سیکھنا ہو جس کو آلِ مصطفےٰؐ کا احترام
وہ میرے ہادی کی سیرت پر نگہ ڈالے ذرا

اُٹھ کھڑے ہوتے تھے فوراً دیکھ کر سادات کو
کس قدر تھی اُن کے دل میں الفتِ آلِ عباؑ

ہیں علمدارِ حسینی[1] اُن کے جدِّ پُر وقار
آج تک ہے جن کا شاہد ریگ زارِ کربلاؑ

علم و عرفاں کے تھے خواجہ وہ محیطِ بے کراں
آج تک ساحل نہیں جس کا کسی کو مل سکا

نکتہ ہائے علم کیوں ہوتے نہ اُن پر آشکار
خونِ بابُ العلمؓ ہے اُن کی رگوں میں موج زا

اُن کے در پر ہر سوالی کو ملی اس کی مُراد!!
اُن کا قلبِ پاک ہے گنجِ سخا بحرِ عطا

خوش جمال و خوش خصال و غمگسار و بُردبار
تھا پہاڑوں سے بھی بڑھ کر اُن کا عزم و حوصلہ

حکمت و علم و ہنر میں کون ہے اُن کی مثال؟
کوئی اُن سا ہے کہاں، عالم، مفکّر، پارسا

ملکِ پاکستان کے وہ بانیوں میں ایک ہیں
قوم ساری اُن کے غم میں ہو نہ کیوں نوحہ سرا

دم بخود تھا سامنے اُن کے فرنگی کا غرور
سر میرے آقائے نعمت کا سدا اونچا رہا

اُن کے قول و فعل میں یکسانیّت کا نور تھا
جو کہا سرکار میری نے وہی آخر کیا

جن کے دامن سے ہے وابستہ ہزاروں کی اُمید
ملک و ملّت کے ہیں وہ دونوں جہاں میں رہنما

سید خضر حسین چشتی

[1] آپ حضرت عباسؓ ابن علیؓ (علمدار کربلاؑ) کی اولاد میں سے ہیں۔

۱۰-اپریل ۱۹۷۸ء کو گوجرانوالہ میں حضرت شمس العارفین
رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے موقع پر حضرت
شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی ایک یادگار تقریر،



حضرت شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ

حمد وصلوٰۃ کے بعد ارشاد فرمایا:

لوگ اس چکر میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کا کتنا مرتبہ ہے کتنا رتبہ ہے اور میں اس خیال میں ہوں کہ اللہ کے محبوب کی امت کا کتنا مرتبہ ہے۔

حضور تو خدا کے محبوب ہیں جو محب کا مال ہو، جو محب کا خزانہ ہو، جو محب کی ملکیت ہو وہ محبوب کی ہوتی ہے تو جتنے کمالات ہیں علم ہو، اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ ہو تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہیں کیوں کہ وہ خدا کی ملک ہیں گویا جو محب کی ملک ہیں وہ محبوب کی ملک ہیں۔

دیکھنا یہ ہے کہ حضور کے امت کے اولیاء کی کتنی شان ہے۔ لوگ اس چیز کو عقل سے دور سمجھتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے بارہ سال کے بعد ایک ڈوبی ہوئی کشتی کو تیرایا اور پھر بارہ سال قبل جو ڈوب کر مر چکے تھے وہ کیسے زندہ ہو گئے لیکن میرا نظریہ یہ ہے اور میں اللہ کے گھر میں بیٹھ کر قسم کھا کر یہ کہتا ہوں کہ خدا کے مقبول بندوں کی شان یہ ہے کہ کروڑوں سال ڈوبی ہوئی کشتی کو بھی زندہ کر سکتے ہیں۔ بارہ سال کی کیا حقیقت ہے اور یہ چیز میں علیٰ وجہ البصیرت عرض کر رہا ہوں اور چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی اس کا انکار کرے۔

بخاری شریف باب الزہد اور حضرت ابوہریرہ اس کے راوی ہیں۔ اور یہ حدیث قدسی ہے، حدیث قدسی وہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرما

رہا ہو، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے۔ اور حضور وہاں یہ نہ فرمائیں کہ اللہ فرماتا ہے:

حدیث قدسی ہے:

اذا تقرب العبد الی بالنوافل فاجبتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی سمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بہا۔ وبی سمع وبی یبصر وبی یبطش او کما قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ علی لسان النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی جب کوئی بندہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے، نوافل کے ساتھ یعنی ان عبادات کے ساتھ جو عبادات فرائض سے علاوہ ہیں۔ نماز ہو روزہ ہو، حج ہو، زکوٰۃ ہو۔ جو فرائض ہیں ان کے علاوہ نفلوں کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ وہ میرے ساتھ سنتا ہے میرے ساتھ دیکھتا ہے۔ میرے ساتھ بولتا ہے۔ میں اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے یہ حدیث قدسی ہے اور اس کے راوی تمام تر صحیح ہیں کسی محدث نے ان کے کسی راوی پر اعتراض نہیں کیا۔

اس حدیث کی تفسیر امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

وقال الذی عندہ علم من الکتب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک ۲۷/۳۹

سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مجلس میں فرمایا من یاتینی بعرشہا قبل ان یاتونی مسلمین۔ کون ہے جو بلقیس کا تخت اُن کے آنے سے پہلے میری جناب میں پیش کرے۔ ایک جن اس نے کہا:

انا اٰتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک۔ ۲۷/۳۹

میں لا سکتا ہوں حضور! آپ ابھی اس مجلس بیٹھے ہوں گے، اور مجلس برخاست نہیں ہوگی۔ پانچ سو میل سے بلقیس کا تخت لا کر خدمت پیش کر سکتا ہوں۔ تو اللہ کا پیغمبر فرماتا ہے۔ جلدی چاہتا ہوں۔

وقال الذی عندہ علم من الکتب۔ تو ایک شخص جس کو اللہ نے لوح محفوظ کا علم بخشا تھا اس نے عرض کی: یا حضرت! میں آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت لا کر پیش کر سکتا ہوں۔ چنانچہ دیکھا تو تخت موجود تھا۔ علم من الکتب۔ یعنی لوح محفوظ سے کچھ

ھا تو اس کی یہ کرامت تھی اور جس ہستی مقدس کے تعلق یہ ہو کر لوحِ محفوظ مثلِ سطر است و علمِ حضرت مثلِ دفتر است ۔ حضور کا علم دفتر ہے ور لوحِ محفوظ اس دفتر میں سے ایک سطر کی ندہ ہے جسکو سطر کا کچھ حصہ معلوم ہو یا دیا گیا ہو تو س کی تو یہ شان ہے اور جن کا تعلق حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو ان کی شان کیا ہوگی ۔

میں عرض کر رہا تھا کہ امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ جس شخص کی ذات اللہ تعالیٰ کی قدرت بن جائے ۔ جس کی آنکھ قدرتِ الٰہی بن جائے ۔ جس سننا قدرتِ الٰہی بن جائے ، جس کا ہاتھ قدرت لٰہی بن جائے تو اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ فلاں کام ہیں کر سکتا ، دُور سے نہیں دیکھ سکتا تو امام خر الدین رازی لکھتے ہیں کہ یہ جہالت کے علاوہ بغاوت بھی ہے ۔

بتایئے کیا اللہ تعالیٰ کئی کروڑ مرے ہوئے مردوں کو زندہ نہیں کر سکتا ؟ جب وہ کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم عطا کر دیئے ہوں تو وہ سالوں پر تعجب کیوں ؟ کروڑوں سال گزر جائیں ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں ؎

چہ عجب اگر دو سلطان بولائیتے نہ گنجد
عجب ایں کہ می نہ گنجد بدو عالمے فقیرے

(اس پر کیوں تعجب کرتے ہو کہ دو سلطان ایک ولایت میں نہیں سما سکتے ۔ تعجب یہ ہے کہ ایک فقیر دو جہان میں نہیں سما سکتا ۔)

تبریز شریف میں اپنی سند کے ساتھ یہ موجود ہے کہ قطب مدار وہ ہوتا ہے کہ جس کے سامنے تمام کائنات یوں ہو کہ جیسے ہتھیلی پر ایک رائی کا دانہ رکھ دیا جائے ۔ قطب مدار تو بہت بلند مرتبہ ہے اس کے نیچے والے ولی کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ کہہ دے " اگر خواہم ملکِ ترا بدیگرے بخشم " یعنی اگر میں چاہوں تو تیرا ملک کسی اور کو دے دوں ۔ تخت سے اٹھا کر جیل میں پھینک دوں ۔

یہ مجلس حضور شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے ۔ آفاقِ عالم میں اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور شمس العارفین قطب مدار اور غوث الاغیاث ہیں ۔ قطب مدار کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ اس کا سایہ نہیں رہتا ۔ حضرت مولانا مروله شریف والے حلفیہ بیان فرماتے تھے کہ آخری دس سال پیر سیال کا سایہ نہیں تھا نہ رات کو اور نہ دھوپ میں ! ایک چھپر ہوتا تھا بہت بڑا ۔ (اس چھپر کی میں نے بھی زیارت کی ہے) وہ حضور دن کو بھی اور رات کو بھی اپنے سر پر رکھتے تھے ۔ یہ چھپانے کے لیے کہ کسی کو عدم سایہ کے بارے میں معلوم نہ ہو ۔ فرماتے میں ضعیف آدمی ہوں اوس پڑتی ہے ۔ اس سے بچنے کے لیے اسے ساتھ رکھتا ہوں ۔

کئی واقعات ہیں ، اگر میں وہ واقعات بیان کروں جو میں نے ان لوگوں سے سنے ہیں کہ جو حضور کے زمانے میں موجود تھے ۔ مثلاً میرے استاد مولانا محمد امین جھگھوڑی رحمۃ اللہ علیہ ۔ وہ میرے تصوف کے استاد تھے ۔ حضرت پیر سیال رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دس سال رہے ۔ بہت بڑے فاضل تھے ۔ وہ فرماتے ہیں حضور شمس العارفین

نے ایک دفعہ فرمایا کہ کوزہ لاؤ غلام نے کوزہ پیش کیا تو حضور نے ہاتھ اوپر کرکے کوزہ زمین پر دے مارا، دیکھا تو زمین پہ کوزہ کا کوئی ٹکڑا موجود نہ تھا۔ مولانا مولوی معظم دین صاحب مرولہ شریف والوں نے وہ وقت لکھ لیا۔ اس وقت سیال شریف میں صرف ایک ہی گھڑی ہوتی تھی۔ میں نے بھی وہ دیکھی ہے۔ غالباً میرے پاس تبرکات میں رکھی ہوئی ہے مولانا مرولوی صاحب نے اس سے دیکھ کر وقت بھی لکھ لیا اور تاریخ بھی لکھ لی کہ فلاں تاریخ کو حضور نے کوزہ زمین پہ مارا ہے مگر اس کا کوئی ٹکڑا وغیرہ زمین پر نہیں دیکھا گیا۔

کئی دنوں کے بعد سیال شریف میں ایک شخص آیا مولوی مرولوی صاحب فرماتے ہیں میں موجود تھا ایک گٹھڑی اس نے اٹھائی ہوئی تھی۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اس کی تعلیمی زبان فارسی تھی اور مادری زبان روسی تھی۔ اس نے حضور کے ساتھ گفتگو کی تو حضور نے بھی اُسی زبان میں اُس کے ساتھ گفتگو کی۔ ہم کچھ نہ سمجھے۔ تو اس نے ہمیں فارسی زبان میں بتلایا کہ میں روس کے علاقہ کا رہنے والا ہوں۔ میں نے استخارہ کیا تھا کہ اس زمانہ کے جو غوثِ اعظم ہیں مجھے اُن کی زیارت نصیب ہو، بیعت نصیب ہو۔ تو مجھے خواب میں حضور کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے دریافت فرمایا کہ حضور کہاں کے رہنے والے ہیں تو آپ نے فرمایا سیالاں سیالاں! سیال شریف نہیں فرمایا۔ حضور نے۔

میں وہاں سے چل پڑا سیالکوٹ آیا۔ سیالکوٹ گلی گلی کوچہ کوچہ ہر جگہ میں نے دیکھا، لیکن حضور نہ ملے۔ پھر میں نے پوچھا کہ اور بھی کوئی سیال ہو سکتا ہے تو کسی نے بتایا کہ جھنگ سیال۔ میں وہاں گیا وہاں بھی حضور نہ ملے، آخر کسی نے ساہیوال (ضلع سرگودھا) کا پتہ بتایا تو میں ساہیوال کی طرف چل پڑا، جو سیال شریف کے قریب ہے۔ راستہ میں بچے کھیل رہے تھے کہ کسی نے سیالاں۔ سیالاں کا لفظ کہا۔ میں نے پوچھا تو انہوں نے اس بستی کی طرف اشارہ کیا جہاں حضور تشریف فرما ہیں۔

میں یہاں پہنچا تو حضور اشراق کے نوافل پڑھ کر مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو بے ساختہ میرے منہ سے نکلا، ہمیں بود۔ ہمیں بود

(یہی تھے، یہی تھے)

جب اس نے گٹھڑی کھولی تو اس میں حضرت کے کوزے کی کنکریاں اور ٹکڑے بھی تھے۔ ہم نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں تبت کے علاقہ میں ایک جنگل سے گزر رہا تھا کہ ایک شیر نے مجھ پہ حملہ کر دیا۔ میرے منہ سے اچانک نکلا:

اے سیالاں والے! پھر میں نے دیکھا کہ وہ شیر جو مجھ پہ لپک رہا تھا، اس کے سر میں کوزہ کے یہ ٹکڑے گولی کی طرح لگے اور وہ گر گیا اور مر گیا۔ میں نے وہ ٹکڑے نشانی کے طور پر چن لیے تھے۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے ان ٹکڑوں کو جمع کیا تو وہ سب حضرت کے کوزہ کے تھے۔ غور کرو یہ چیز حضور کی امت کے اولیاء کو حاصل ہے تو اُمت کے آقا کا رتبہ کیا ہوگا۔

ایک واقعہ بتاؤں حضرت پیر سیال کے

ایک خلیفہ جو شیخ صاحبؒ کے نام سے مشہور ہیں ان کا مزار سیال شریف میں مغربی قبرستان میں ہے۔ وہ حضرت پیر سیال کے زمانہ میں فوت ہوئے ان کو یہ شرف حاصل ہے کہ عصر کی نماز کے بعد پیر سیال ہمیشہ ان کے مزار پر جاتے تھے، میں بھی ان کے مزار پر اکثر حاضری دیتا ہوں۔ ایک دفعہ میں ان کے مزار پر کھڑا سورہ "تبارک الذی" پڑھ رہا تھا۔ ایک مجذوب بھی وہاں کھڑے تھے۔ اب میں پڑھ تو رہا تھا سورہ تبارک الذی مگر دل میں یہ خیال تھا کہ میرے اتنے گھوڑے ہیں، روزانہ اتنا خرچ ہے۔ مجھے تو ایک آدھ گھوڑا رکھنا چاہیئے۔ میں نے اتنے گھوڑے کیوں پالے ہوئے ہیں۔ کیوں رکھے ہوئے ہیں کیوں نہ ان کو فروخت کر دوں یا کسی کو دے دوں۔ میرے دل میں یہ خیالات آ رہے تھے کہ وہ مجذوب بول اٹھا اور کہنے لگا: سُنو سُنو، شیخ صاحب فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں رزق دے سکتا ہے تو کیا تیرے گھوڑوں کو نہیں دے سکتا۔ وہ تمہیں بھی دے گا اور تمہارے گھوڑوں کو بھی دے گا۔ یہ اچھے گھوڑے ہیں انہیں مت فروخت کرو۔

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے دل کی بات کا جواب دے رہے تھے۔ جیسے وہ مجذوب سن رہا تھا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں کو یہ قدرت دی ہوتی ہے کہ وہ حاضرین کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو بھی جان لیتے ہیں۔

ایک شخص تھا۔ شارع اس کا نام تھا بہت نامی گرامی چور تھا۔ گھوڑیوں کا چور تھا۔ جس اصطبل میں جاتا تھا، ایک آدھ گھوڑی کو چرانا ہتک سمجھتا تھا تین تین چار چار گھوڑے چراتا تھا۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ کہنے لگا مجھے بیعت کرو۔ میں نے کہا: تم کون ہو؟ کہنے لگا مجھے پہچانتے نہیں؟ میں وہ شخص ہوں کہ لوگ میرا نام لے کر گھوڑیوں کو بددعا دیتے ہیں۔ میں شارع ہوں۔ میں نے کہا کہ خدا کی مار یہ میرے پاس کیسے آگیا ہے۔ مجھے گھوڑیوں سے محبت ہے۔ خدا جانے یہ کس خیال سے آیا ہے کیوں آیا ہے۔

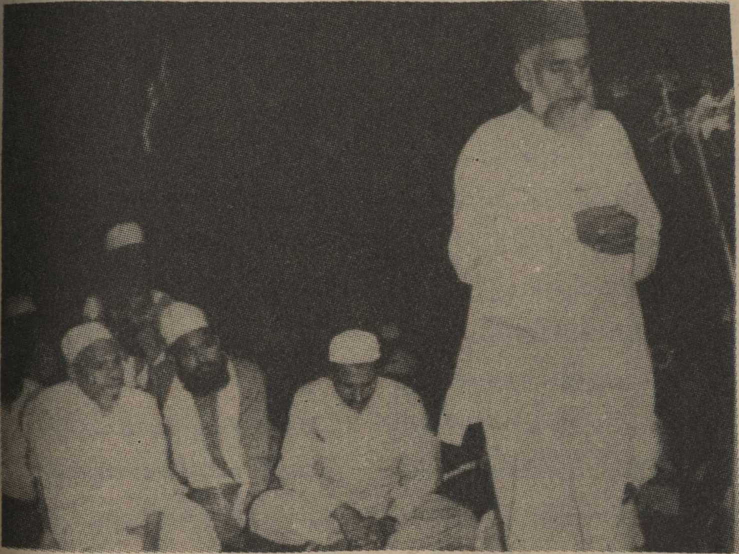
کہنے لگا کہ میں ساہیوال کے بلوچوں کی گھوڑیاں کو چوری کرنے کے لیے آیا تھا۔ میں نے دیکھا ہے یہ چھپنے کی جگہ ہے۔ دن کاٹنے کے لیے یہاں دربار پر آیا کہ یہاں کوئی نہیں پوچھے گا کہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے۔ رات کو میں نے چوری کرنا تھی کہ یہاں میں روضہ شریف کے اندر گیا تو معاً میرے دل میں خیال آیا کہ تم پر خدا کی مار ہو تم نے کتنی گھوڑیاں چرائیں کتنے لوگوں کو رُلایا۔ مگر میں نے دل سے کہا:۔ میں گھوڑیاں ضرور چراؤں گا۔ بلوچوں کی گھوڑیاں کتنی اچھی ہیں۔ پھر خیال آیا خدا کا خوف کرو میں نے کہا کہ خدا کا خوف بھی ہے اس کی رحمت بھی ہے وہ معاف کر دے گا۔ اگر ہزار گھوڑیوں کو معاف کر دے گا تو دو تین کو بھی معاف کر دے گا۔

شارع نے مجھے بتایا کہ اس کے بعد مجھے سخت پسینہ آیا، موسم سخت سردی کا تھا۔ اتنا پسینہ آیا کہ میں نے سوچا کہ میں پسینہ میں غرق ہو جاؤں گا۔ میں نے وہیں کھڑے ہو کر توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے۔

اب مجھے بیعت کرو۔ میں نے اسے بیعت کیا وہ شخص تمام زندگی اللہ اللہ کرتا رہا اور اسی حالت میں وہ فوت ہوا۔ اگر اس کے کان ہوتے تو سنتا اس کی آنکھیں ہوتیں تو دیکھتا۔ مگر اس مردِ کامل (حضور شمس العارفین) نے دل کی طرف توجہ فرمادی دل کو صاف کر دیا۔ تو معلوم ہوا اولیاء اللہ کے ہاں جانے کا فائدہ ضرور ہوتا ہے۔

حضرات! میں اس ہستی کا خانہ زاد غلام ضرور ہوں مگر میں ان کے غلاموں کی جوتیوں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہوں۔ خدا کی قسم ان کی جوتیاں اٹھانے کی اور رسید ھی کرنے کی مجھ میں لیاقت نہیں ہے آپ لوگ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی ان کی توجہ مبذول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی راضی ہو میرے گناہ معاف فرمائے اور اپنے نیک بندوں میں شمار فرمائے اور اپنے نیک بندوں کی طفیل مجھے بھی بخشش دے یہ اس کی شان سے بعید نہیں ہے۔ اب میں اجازت چاہتا ہوں۔ والسلام علیکم۔

(مرسلہ: حافظ غلام حسین سیالوی خانقاہ اشرفیہ لالہ موسیٰ)



لاہور میں منعقد ہونے والی شیخ الاسلام کانفرنس میں مولانا مفتی محمد حسین نعیمی خطاب کر رہے ہیں

مشائخ کانفرنس اسلام آباد میں

حضرت شیخ الاسلام کی

یادگار تقریر

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئات اعمالنا۔ من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و نشھد ان سیّد المرسلین محمداً عبدہٗ و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ و بارک و سلّم۔ اما بعد فاعُوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم بِسمِ اللہ الرّحمٰنِ الرّحیم۔

محترم صدر گرامی قدر!

محترم وزیر اوقاف!

اور میرے معزز و محترم مشائخ عظام!

میرے مخلص دوست اور عزیز پیر محمد کرم شاہ صاحب نے سیر حاصل تقریر فرمائی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد میرا کچھ بھی کہنا، اگر وہ صحیح بھی ہو تو تحصیل حاصل ہو گا۔ پھر میں مشائخ کے سامنے کھڑا ہونا بھی جرأت تصور کرتا ہوں۔ میں کیا کہوں اور کس لیے کہوں کیوں کہ بنیاد ہمیشہ یا تو سمجھانے کے لیے ہوتی ہے یا اس شخص کو جو غافل ہو چکا ہو سمجھانے کے بعد اس کو تنبیہہ کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ مشائخ عظام خدا کے فضل سے مجھ سے بہتر جاننے والے ہیں اور غافل بھی نہیں ہیں۔ میں صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ قیامِ پاکستان کے وقت مشائخ نے جو کوششیں کیں، قربانیاں دیں، اپنے آرام کو انہوں نے فنا کیا اسی دور میں وہ بیمار بھی ہو گئے تو مقصد یہی تھا کہ پاکستان میں اسلامی قانون ہو گا اور لوگ اسلام کے سائے میں آرام کریں گے۔

اگر قانون کا لحاظ رکھا جائے تو انگریز کے زمانے میں جسمانی طور پر آرام بہت تھا۔ جب چاہا جس وقت چاہا آدمی حج پر جا سکتا تھا۔ اور بھی آزادی تھی جس کو لوگ آزادی سمجھتے ہیں، لیکن وہ قید عظیم تھی۔ پاکستان بنانے کا مقصد یہی تھا کہ وہاں اللہ کا قانون رائج ہو گا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق قوانین ہوں گے اور مسلمان وہاں پاکیزہ تر زندگی بسر کریں گے۔

اسی لیے اس ملک کا نام پاکستان رکھا گیا۔ یہی مقصد تھا جس کی خاطر لوگوں نے قربانیاں دیں۔ اور تکلیفیں برداشت کیں۔

مرحوم جناح صاحب کی خط و کتابت میرے پاس موجود ہے۔ ان سے یہی کہا گیا کہ آپ یہ خیال نہ کریں کہ آپ کی خاطر لوگوں نے یہ کوششیں کی ہیں۔ نہیں بلکہ اسلام کی خاطر لوگوں نے کوششیں کی تھیں۔ قائدِ اعظم کی تحریریں موجود ہیں۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ کوئی وجہ نہیں کہ پاکستان میں اسلامی نظام کے علاوہ کوئی اور نظام آسکے۔

جیسا کہ میرے عزیز محمد کرم شاہ صاحب فرما چکے ہیں کہ لیاقت علی خان مرحوم کے ساتھ میری پونے دو گھنٹے ملاقات رہی تو انہوں نے بھی یہی وعدہ کیا تھا مگر ان کی عمر نے وفا نہ کی۔ ان کے بعد ناامیدی کا لمبا دور شروع ہوا۔ ہم نے بھی یہی سمجھا کہ ٹھیک ہے۔ ہم گوشہ نشینی میں عمر بسر کریں گے، لیکن اس وقت میں سمجھتا ہوں میرے نہیں آپ حضرات کے اور اللہ کے بندوں کے عمل نے یہ صورت اختیار کی ہے۔ جیسا کہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے کہ اعمالنا عمّالنا ہمارے حاکم، ہمارے اپنے عمل ہیں۔ تو میرا اپنا عمل نہیں بلکہ اللہ کے بعض بندوں کے عمل ہوں گے جن کی وجہ سے جنرل محمد ضیاء الحق اس وقت زمام حکومت سنبھالے ہوئے ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے۔

جیسا کہ محمد کرم شاہ صاحب نے فرمایا ہے ہماری دعائیں اور ہماری تقلید یا تابعداری مشروط ہوگی اگر جنرل محمد ضیاء الحق نے اسلامی آئین کے لیے کوشش کی جیسا کہ کر رہے ہیں اور آخری سانس تک انہوں نے اسلامی آئین کے لیے یہ مساعی جاری رکھیں تو ہم تن من دھن سے اُن پر قربان ہونے کے لیے تیار ہیں لیکن اگر خدانخواستہ کچھ بھی انہوں نے کوتاہی کی تو آپ یاد رکھیں ہماری اعانت ان کے ساتھ نہیں ہوگی بلکہ جس مقصد کے لیے ہم نے پاکستان بنایا تھا۔ اس مقصد کے لیے ہم لڑیں گے اور لڑ رہے ہیں اور انشاءاللہ تعالیٰ اسلام کی خاطر ہم سے جو کچھ بھی ہو سکے گا، ہم کریں گے۔

ہمیں امید ہے کہ موجودہ زعیم مملکت، اللہ ان کو سلامت رکھے، جیسا کہ ان کی زبان سے، ان کے عمل سے اور کردار سے یہ چیز ثابت ہو رہی ہے کہ ان کا اولین مقصد یہی ہے کہ اسلامی قوانین نافذ ہوں اور لوگوں کے اخلاق اسلامی اخلاق ہوں، تو اس وقت میں اپنی طرف سے اور اپنے تمام احباب کی طرف سے ان کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم آپ کے سپاہی ہیں اور بے لوث سپاہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی امداد ہمیں حاصل ہو اور آپ کو حاصل ہو۔ ہماری تمام تر توقعات اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوگی تو ہو ہی نہیں سکتا کہ اسلامی آئین نافذ نہ ہو۔ آیت کریمہ جو میں نے آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسی آیت کریمہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جلدی ہٹا لیا یا کسی مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ جنہوں نے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون سے انحراف کیا تھا۔

ہمیں چاہیئے کہ ہم سب ہر وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی مخالفت کرتے ہیں وہ زبردست عذاب عظیم میں مبتلا ہوں گے۔ کلیتاً اسلامی آئین قبول کرنا ہی اسلام ہے۔ یہ نہیں کہ ضرورت کے وقت یا تھکان دور کرنے کے لیے تھوڑی سی پی لیتا ہوں، کا اعلان کیا جائے کیوں کہ یہ تھوڑی سی پینا بھی اسلام کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ اسلام کے مطابق، اسلام کی تابعداری میں ہماری عمر بسر کرے۔ میں زیادہ اس لیے عرض نہیں کر سکتا کہ محمد کرم شاہ صاحب کی تقریر سیر حاصل ہے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ اُن کی تقریر کے بعد میں کوئی تقریر کروں یا وہ اثرات جو آپ حضرات کے دل پر ہیں ان کو زائل کروں۔

والسلام علیکم



قطعۂ تاریخِ وصال

شیخ الاسلام حضرت خواجہ پیر محمد قمر الدین علیہ الرحمۃ

رُخصت ہُوا وہ ساقیٔ میخانۂ عرفاں
صد حیف یہ بے کیفی و محرومیٔ رنداں
پھر ہو گیا تاراجِ خزاں اپنا گلستاں!
ہم لوگ تو پہلے ہی سے تھے سوختہ ساماں
وہ بطلِ جلیل و قمرِ مطلعِ عرفاں
مخدومِ زماں فخرِ جہاں مُرشدِ دَوراں
تحریکِ سرفرازیٔ اسلام کا قائد
اس مُلک میں سرمایۂ ملّت کا نگہباں
اوصافِ پسندیدہ کا مجموعۂ دلکش!
وہ عارفِ حق، عالمِ دیں، حافظِ قرآں
تاریخِ شہادت کی مجھے فکر تھی طارق
ہاتف نے کہا مجھ سے یہ با دیدۂ گریاں
اُس شخص کے اوصاف کا مشکل ہے احاطہ
یہ کام نہیں اہلِ قلم کے لیے آساں
چھپتے ہوئے انوار سے لو حرفِ الف تم
تاریخِ شہادت کی کہو مہرِ درخشاں

عبدالقیوم طارق

۱۴۰۱ھ

حضرت شیخ الاسلام کی وفات پر

قومی اخبارات کے اداریے

موت العالم موت العالم

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین صاحب سیالوی رح کی رحلت سے ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل سوگوار ہے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ زہد و تقویٰ کا پیکر اور لطف و اخلاق کا حسین و جمیل شجر تھے جس کے سایہ میں ہزاروں لاکھوں افراد پناہ لیا کرتے تھے۔

آپ رح کی ساری زندگی تبلیغ اسلام اور دین حق کی حقانیت عام کرنے میں گزری۔ اس اعتبار سے ان کی ذات گرامی کی عظمت کا سکہ ہر کہ و مہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے شمس تاباں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ کے آپ پڑپوتے تھے اور خواجہ صاحب قدس سرہ کو حضرت خواجہ سلیمان تونسوی نور اللہ مرقدہ سے شرف بیعت و خلافت حاصل تھا۔ اس سلسلہ عالیہ کی خدمات برصغیر پاک و ہند میں اس قدر نمایاں اور اتنی عظیم ہیں کہ اس کے تذکرے سے دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر ہمیشہ چلے اور خلق محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وہ نمونہ پیش کیا کہ جس کی مثالیں اس دور پر فتن میں بہت کم ہیں۔ آپ رح محض ایک خانقاہ کے گدی نشین ہی نہ تھے بلکہ مسلمانان برصغیر پر جہاں جہاں بھی مشکلات و مصائب کا پہاڑ گرا، وہیں وہیں

خواجہ صاحب رح نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے مایوسیوں کو امیدوں میں بدلا۔ تحریکِ پاکستان میں خاص طور پر ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس بنارس میں بھی پانچ ہزار مشائخ اور علماء کے ساتھ حضرت خواجہ صاحب رح نے بنفسِ نفیس شرکت فرمائی اور کانفرنس میں تحریکِ پاکستان کی حمایت میں ایسی ولولہ انگیز تقریر کی تھی جس کی یاد آج بھی سننے والوں کے دلوں میں تازہ ہے۔ خواجہ صاحب حق کے معاملے میں کسی مداہنت یا نفاق کے قائل نہ تھے بلشبہ حکمرانوں کے سامنے انھوں نے ہر دور میں کلمۂ حق کہنے سے کبھی گریز نہ کیا اور تحریکِ ختمِ نبوت کے زمانے میں تو قید و بند کی صعوبتیں بھی خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔

اعلائے کلمۃ الحق میں فی الواقعہ وہ شمشیر بے نیام تھے۔ موجودہ حکومت نے انہیں اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن رکین بنایا تھا اور اس حیثیت میں خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے بیش قیمت خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کی موت بلاشبہ موت العالِم موت العالَم کی مصداق ہے۔ ہر مکتبِ فکر میں ان کا دلی احترام کیا جاتا تھا اور ان کی رائے صائب قرار دی جاتی تھی اللہ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ حضرت خواجہ صاحب رح کے رخصت ہونے سے بزم صوفیہ و علماء و صلحاء کی ایک بڑی رونق اٹھ گئی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

(امروز ۲۳ جولائی ۱۹۸۱ء)

پیر صاحب سیال شریف

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رح، جو پیر صاحب سیال شریف کی حیثیت سے معروفِ خلائق تھے، کار کے حادثے میں زخمی ہو کر اس دنیائے فانی سے عالمِ آخرت کو سدھار گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سیال شریف کا خانوادہ اربابِ تصوّف میں بڑا نمایاں مقام رکھتا ہے، اور اس خانوادے کے ارکان علمِ شریعت و طریقت کے وارث و حامل بھی رہے ہیں۔ خواجہ قمر الدین سیالوی رح نہ صرف علمی حیثیت سے مشائخ میں ایک بلند مقام رکھتے تھے بلکہ فکری حیثیت سے بھی وہ ملتِ اسلامیہ کے ہر جہتی بہی خواہ تھے اور عملاً مسلمانوں کی صلاح و فلاحِ دارین کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ اس خانوادے کا یہ فخر کیا کم ہے کہ دوسری جنگ کے بعد جب اتاترک کو برصغیر کے مسلمانوں میں مقبولیت حاصل ہو رہی تھی اور انگریزوں نے ایک سرکار پرست مسلمان لیڈر کو مشائخ پنجاب سے ترک رہنما کے خلاف کفر کا فتویٰ حاصل کرنے کے لیے مامور کیا تو جن مشائخ عظام نے اس سلسلے میں مشائخ سرکار کے فتویٰ پر صاد کرنے سے انکار کر دیا، ان میں پیر صاحب سیال شریف بھی شامل تھے۔

خواجہ قمر الدین سیالوی مرحوم و مغفور روایتی پیر نہیں تھے وہ ملتِ اسلامیہ کے ایسے دیدۂ بیدار بھی تھے جن کی نگاہِ حق بین مسلمانوں کے لیے حصارِ عافیت کا کام دیتی تھی۔ اپنے علاقے میں بعض غیر اسلامی افکار و بدعات کی اشاعت و تشہیر کی روک تھام کے لیے انہوں نے ناقابلِ فراموش خدمات

سرانجام دیں۔ انہیں عملی سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ان کا کام سروں کو جھکانے کی بجائے دلوں پر حکومت کرنا تھا۔ لیکن ۱۹۷۰ء کے پُرآشوب دور میں جب بھاشانی نے ٹوبہ ٹیک سنگھ کے کنونشن میں اپنی "گھیراؤ، جلاؤ، مٹاؤ" سیاست کا نعرہ لگایا تو خواجہ صاحب نے اس طوفان کو روکنے کے لیے عملی جدوجہد کی بھی رہنمائی کی اور دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابی نتائج میں کم از کم ان کے علاقے کی حد تک یہ جدوجہد نتیجہ خیز بھی ثابت ہوئی۔

خواجہ قمرالدین سیالوی" مرحوم ایک بزرگ شخصیت اور شیخ طریقت تھے، اور ہر حلقے میں ان کا بڑا احترام کیا جاتا تھا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آخرت میں ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے خانوادے اور عقیدت مندوں کو صبر جمیل کے ساتھ نعم البدل بھی عطا فرمائے۔

(نوائے وقت ۲۲ جولائی ۱۹۸۱ء)

خواجہ قمرالدین سیالوی مرحوم

اسلامی نظریہ کی کونسل کے رکن رکین حضرت خواجہ محمد قمرالدین" کی وفات حسرت آیات پر ہر وہ آنکھ اشکبار ہے جو پاکستان میں اسلامی نظام کے طلوع کی منتظر تھی۔ خواجہ قمرالدین مرحوم کی زندگی کا بڑا حصہ تبلیغ اسلام میں گزرا۔ آپ نے اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات رکھنے والوں کو دعوت دینے کا اپنا ایک خاص اسلوب اپنایا تھا جس کے نتیجے میں آپ کے عقیدت مندوں کی ایک کثیر تعداد برصغیر میں پیدا ہو چکی تھی۔ خواجہ قمرالدین مرحوم نے عام گدی نشینوں کی روایات سے ہٹ کر اسلام کو ایک ضابطہ حیات کے طور پر عملی زندگی میں نافذ کرنے کے لیے جدوجہد کو اہمیت دی۔ اسلامیانِ برصغیر کی آزادی کی خاطر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انگریز حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنے میں کبھی باک محسوس نہیں کیا تحریکِ ختم نبوت میں انھوں نے جو ولولہ انگیز کردار ادا کیا اور قید و بند کی جو صعوبتیں برداشت کیں ان سے مرحوم کے درجات بلند ہونے کے ساتھ ساتھ دینِ حق کی راہ میں قربانیاں دینے والوں کو بھی تحریک و ترغیب ملے گی۔ مرحوم نے کچھ عرصہ سے پاکستان بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کو فروعی اختلافات ختم کر کے اور اسلام کے اٹل اصولوں اور تعلیمات کا دامن مضبوطی سے تھام کر ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے میں بھی قابلِ قدر خدمات انجام دیں ان کا اجر اللہ تعالیٰ ہی دے گا۔ مرحوم کی وفات سے اسلامی معاشرہ برپا کرنے کی تحریک بلاشبہ متاثر ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ دینِ حق کے لیے مرحوم کی خدمات کو شرف قبولیت بخشے اور ان کی انسانی کوتاہیوں اور غلطیوں سے درگزر فرماتے ہوئے اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

(وفاق ۲۳ جولائی ۱۹۸۱ء)

خواجہ قمرالدین سیالوی کی رحلت

اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن اور اہل سنت کے ممتاز رہنما حضرت خواجہ پیر قمرالدین سیالوی گزشتہ

روز ۱/۲ ۱۰ بجے کمبائنڈ ملٹری ہسپتال لاہور میں انتقال کر گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وہ فیصل آباد سرگودھا روڈ پر ٹریفک کے حادثے میں شدید زخمی ہو گئے تھے۔ کل ہی انہیں علاج کے لیے لاہور لایا گیا تھا مگر آپریشن تھیٹر جانے سے قبل وہ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

پیر صاحب سیالوی ملک کی ممتاز مذہبی شخصیت تھے۔ بہت مختصر عرصے کے لیے انھوں نے ملک میں سیاسی کردار بھی ادا کیا۔ وہ جمعیت العلمائے پاکستان کے صدر رہے۔ مزاجاً وہ صوفی، نرم مزاج اور معتدل گفتار انسان تھے۔ چنانچہ جمعیت العلمائے پاکستان کے انتہا پسندوں کے درمیان ان کی حیاتِ سیاسی کی بقا ممکن نہیں تھی چنانچہ انتہا پسندوں کی سیاست کا نخچیر ہو کر وہ درگاہ نشین ہوتے اور پوری سیاست غرض مند سیاست دانوں کے لیے چھوڑ دیا۔

ان کی وفات حسرتِ آیات سے دنیائے خانقاہ کی ایک عظیم برگزیدہ شخصیت اس دنیا سے اٹھ گئی۔ یہ حادثہ ایک بڑے خلا کا موجب ہوگا جسے صوفیا کے یقین کے مطابق بہرحال مشیّتِ ربّی پورا کردے گی ہم مرحوم پیر صاحب سیالوی کی رحلت پر دلی رنج و صدمے اور پسماندگان سے قلبی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور دست بدعا ہیں کہ خدا تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے کر ان کے درجات بلند کرے۔ آمین

(عبادت ۲۲ جولائی ۱۹۸۱ء)

موت العالم موت العالم

پیر صاحب سیال شریف خواجہ قمرالدین سیالوی ٹریفک کے حادثہ میں شدید زخمی ہو کر جاں بحق ہو

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خواجہ قمرالدین سیالوی مرحوم ایک ایسے خا کے چشم و چراغ تھے جو علم و معرفت، شریعت و طر اور خدمت اسلام و ملت میں بلند مقام رکھتا پیر صاحب مرحوم ایک سچے اور دردمند مسلمان اس کے باعمل شیدائی تھے، مرحوم نے عملی سیاست س الگ رہ کر اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی اصلا ترقی کے لیے مسلسل جدوجہد کی، انہوں نے اس دور بھی مسلمانوں کی خیر خواہی اور حق گوئی کو شعار بنایا جب بہت سے پیر انگریزوں کی خوشنودی کے حصو کو اپنی زندگی کو معراج تصور کرتے تھے انھوں نے اپنے دائرے میں بدعت اور لادینی نظریات کے خلا مسلسل جہاد کیا مرحوم کے عقیدت مندوں کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ ان کی رحلت بلاشبہ ایک قو نقصان ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند درجات سے سرفراز کرے اور مرحوم کے جملہ لواحقین و عقیدت مند کو صبر وجمیل عطا فرمائے۔ آمین

(چٹان ۲۷ جولائی ۱۹۸۱ء)

خواجہ پیر قمرالدین سیالوی مرحوم

برصغیر پاک و ہند کے ممتاز دینی رہنما اور اسلا نظریئے کی کونسل کے رکن خواجہ پیر قمرالدین سیالوی کا

کے ایک حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پیر قمرالدین سیالوی مرحوم نے ملک میں اسلامی نظریہ کی کونسل کے رکن کی حیثیت سے جو گرانقدر خدمات انجام دیں اور پاکستانی معاشرے کو صحیح معنیٰ میں اسلامی معاشرہ بنانے کے لیے جو کوششیں کیں وہ لائق صد ستائش ہیں۔ مرحوم کی سب سے بڑی خوبی ان کے قلب وزبان کی ہم آہنگی اور بے باکی تھی۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے قیام کے بعد انھوں نے دیگر جید علماء اور اراکین کونسل کے ہمراہ تقریر کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرمایا تھا کہ کونسل سے ان کی وفاداری اس اعتبار سے بہرحال مشروط ہوگی کہ اس کے فرائض میں کوئی مداخلت نہ ہو اسلامی نظریہ کی کونسل کو بالخصوص اور اسلامیان مملکت کو بالعموم ان کی وفات سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ہزاروں عقیدت مندوں کو بھی یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(جنگ کراچی ۲۲ جولائی ۱۹۸۱ء)

موت العالم موت العالَم

دنیائے روحانیت کی عظیم ترین شخصیت منبع رشد وہدایت، تمر روحانیت حضرت قبلہ پیر خواجہ محمد قمرالدین سیالوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف، رکن اسلامی نظریاتی کونسل شب گزشتہ لاہور ملٹری کمبائنڈ ہسپتال میں واصل باللہ ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ ہفتہ کے روز لاہور سرگودہا روڈ پر ٹریفک کے ایک حادثہ میں شدید زخمی ہو گئے تھے۔

حضرت قبلہ پیر سیالوی صاحب کی موت "موت العالم موت العالَم" کے مصداق ہے آپ ایک باعمل عالم پیر روحانیت تھے۔ آپ کی تمام زندگی تبلیغ اسلام اور رشد وہدایت کے لیے وقف رہی اب بھی لاکھوں مرید آپ سے برابر روحانی فیوض وبرکات حاصل کر رہے تھے۔ قبلہ پیر صاحب کی موت کی خبر سے پاکستان بھر میں صفِ ماتم بچھ گئی ہے۔ اس لیے کہ آپ

- تحریک پاکستان کے عظیم رہنما تھے۔
- تحریک ختم نبوت کے مجاہد اعظم تھے۔
- جمعیت علمائے پاکستان کے روح رواں تھے۔
- تحریک بحالی جمہوریت کے سرخیل تھے۔
- دورِ حاضر کے ایک عظیم مصلح تھے۔

قوم نہ صرف اپنے ایک روحانی پیشوا کی رہنمائی سے محروم ہو گئی ہے بلکہ صحیح سیاسی سرپرستی سے بھی محروم ہو گئی ہے۔ آپ کی وفات حسرت آیات پر کتنا ہی غم کیوں نہ کیا جائے۔ غم جدائی کا بوجھ ہرگز ہرگز کم نہ ہوگا۔ اس لیے کہ آپ (کروڑوں عوام) سوادِ اعظم کے دلوں پہ حکومت کر رہے تھے سوادِ اعظم کے دلوں کی دھڑکن ان کے ارشادات واحکام کے تحت جاری تھی۔ اب یہ دل ان کی یاد میں ہمیشہ دھڑکتے رہیں گے۔ اور سرمایۂ اتباع فراہم کرتے رہیں گے۔

موت ایک اٹل حقیقت ہے اس سے کسی پیغمبر کو

بھی مفر نہیں۔ ہر چیز فانی ہے۔ صرف اللہ کی ذات باقی ہے۔ ہمارے نزدیک حضرت قبلہ پیر صاحب اس ظاہری موت کے بعد حقیقی زندگی میں ہمارے سامنے ہیں ان کے ارشادات تبلیغ اسلام، استحکام پاکستان نظریۂ پاکستان کے فروغ اور نفاذِ نظامِ مصطفےٰ کے لیے ہماری رہنمائی کرتے رہیں گے۔ اور ہم احیائے اسلام اور بقائے ملک کے لیے ان کے مشن کو جاری رکھیں گے۔

(سعادت ۲۲ جولائی ۱۹۸۱ء)

حضرت خواجہ سیالوی کی رحلت

حضرت خواجہ قمرالدین سیالویؒ بھی اس دنیائے فانی سے رخصت ہوتے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

خواجہ صاحب اگرچہ عملی سیاست سے کبھی متعلق نہیں رہے، لیکن جب کوئی قومی مہم درپیش ہوئی تو انھوں نے گوشۂ عافیت کو خیرباد کہہ دیا۔ تحریکِ پاکستان میں بھی وہ شریک رہے، ۱۹۷۰ء کی انتخابی مہم میں بھی، تحریک ختم نبوت میں بھی، اور تحریکِ نظام مصطفےٰ میں بھی۔ خواجہ صاحب کا انتقال ایک قومی نقصان ہے۔ ہم ان کے صاحبزادوں اور ان گنت عقیدت مندوں کے غم میں برابر کے شریک ہیں ۔۔۔ اللہ تعالیٰ انہیں جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ہماری حکومت کو سرکول کے ان تخریب کاروں کے خلاف تعزیری قانون میں ضروری تبدیلیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ جن کا

تازہ شکار ملک کی عظیم ترین متاع حضرت خوا
ہوئے ہیں۔

(ہفت روزہ "بادبان" ۲۵ تا ۳۱ جولا

فقر و تصوّف کا سورج غروب ہوگ

اچانک یہ روح فرسا خبر ملی ہے کہ حضرت خ
قمرالدین سیالوی کو ایک عظیم حادثہ پیش آیا۔ ا
دن اخبارات میں حادثہ کی تفصیلات بھی
اور اس کے اگلے دن اُن کے وصال کی غم سے بھ
اطلاع ملی۔ دین سے محبت رکھنے والا اور فق
شید اکوئی شخص ایسا نہ تھا جو اطلاع سے اشک
نہ ہوا ہو۔ وہ اپنے وقت کے ایک مکمل صوفی، ا
عالم اور بہترین رہنما تھے۔ انہوں نے سجادگی
احسن طریقے سے نبھایا۔ دین کا دامن نہایت
مضبوطی سے تھامے رکھا اور طالبین مولیٰ کی پیا
اپنی قلبی تاثیرات کے آبِ زلال سے ہمیشہ
بجھاتے رہے۔

وہ صاحبزادہ بھی تھے اور وقت کے شیخ
تھے اور صاحبزادوں کا شیخِ وقت بننا، لوگ
آسان کہتے ہیں لیکن ہمارا تجربہ ہے کہ یہ بہت
مشکل ہے۔ حضرت سیالویؒ نے شریعت کا عل
پڑھا اور پڑھایا۔ اخلاقِ محمدیؐ سیکھے اور سکھائے
اور وقت کی ہر ضرورت خواہ وہ مذہبی ہو خوا
سیاسی، اس میں پوری پوری رہنمائی فرمائی۔ اللہ
آخرت میں ان کے مدارج بلند فرمائے اور صالحین کی صف
میں بلند مقام پر بٹھائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(ماہنامہ سلسبیل لاہور اگست ۱۹۸۱ء)

آہ! حضرت قمر الدین صاحب سیالوی قدس سرہٗ

یہ خبر انتہائی رنج والم کے ساتھ سنی گئی کہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی ایک کار کے حادثے میں شدید زخمی ہونے کے بعد ۱۷ر رمضان کی شام کو رحلت فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت کی وفات حسرت آیات ایک بہت بڑا قومی سانحہ ہے۔ ایک عظیم نقصان ہے۔ مرحوم نہ صرف ایک نقید المثال عالم دین، بے بدل خطیب اسلام کے پرجوش مبلغ، روحانی پیشوا اور اسوۂ حسنہ کے بہترین نمونہ تھے بلکہ ایک بہترین سیاسی رہنما اور تحریک پاکستان کے عظیم مجاہد تھے۔ آپ نے اپنی زندگی اسلام کے لیے وقف کر رکھی تھی۔

پاکستان کے قیام کے لیے جب رائے شماری ہوئی تو حضرت خواجہ صاحب نے اپنا مکمل اثر و رسوخ استعمال کیا، پاکستان کے حق میں پرزور تقریریں کیں، مریدین کو مسلم لیگ کی حمایت پر آمادہ کیا، مسلم لیگ اور قائد اعظم کا پیغام عام کیا۔ تحریک پاکستان کو مؤثر بنانے اور عوامی حلقوں میں متعارف کرانے کے لیے حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ اور دیگر حضرات کی کوششوں سے ۱۹۴۶ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس بلائی گئی تھی۔ تاریخ میں یہ کانفرنس بڑی اہمیت کی حامل تھی، حضرت خواجہ صاحب نے نہ صرف اس کانفرنس میں شرکت فرمائی بلکہ اسلامی حکومت کے لیے لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے اس کانفرنس میں جو کمیٹی بنائی گئی تھی۔ اس میں بھی آپ کا نام شامل تھا۔

۱۹۷۰ء میں آپ سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ میں جمعیت العلماء پاکستان کے صدر منتخب ہوئے۔ آپ کی قیادت سے سینٹ کا جمود ٹوٹا، نیا ولولہ اور جوش پیدا ہوا۔ آپ نے پیرانہ سالی کے باوجود بڑے طویل دورے کیے۔ مختصر عرصہ میں آپ کی مساعی سے جمعیت کو توقع سے بڑھ کر کامیابی حاصل ہوئی۔ اس وقت بھی اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن تھے اور نظام مصطفےٰ کی ترویج و اشاعت کے لیے بھرپور جدوجہد فرما رہے تھے۔ غرض کہ آپ کی پوری زندگی اسلام، پاکستان اور مسلمانوں میں دینی و ملی شعور پیدا کرنے میں گزری۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

حضرت کی وفات حسرت آیات سے سواد اعظم کو جو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے، وہ دیر تک محسوس کیا جاتا رہے گا۔ آپ کی وفات سے عالم اسلام ایک عظیم دینی و روحانی رہنما سے محروم ہو گیا ہے ادارۂ "نور الحبیب" حضرت کی وفات پر گریہ کناں ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

"نور الحبیب" بصیر پور

مَوتُ العالِمِ موتُ العالَمِ

۲۱ر جولائی ۱۹۸۱ء ۱۸ر رمضان المبارک کا آفتاب انتہائی زرد اور افسردہ چہرہ سے نمودار ہوا۔ وہ اس آفتاب کے غروب ہونے کے غم میں

سوگوار تھا۔ جو آستانہ سیال شریف کی نورانی جبیں پر باون سال تک آب و تاب سے چمکتا رہا۔ خواجہ محمد قمر الدین رحمۃ اللہ کی موٹر کار کو چنیوٹ سرگودہا روڈ پر ۱۸ر جولائی کے دن دس بجے قریب ایک حزنی حادثہ پیش آیا۔ اس میں حضرت کے دو پرانے نیاز مند غلام حیدر اور محمد بخش پیر و مرشد کے قدموں میں نثار ہو کر جانِ عزیز جان آفریں کے سپرد کر گئے۔ یہ خبر پورے ملک میں بڑے دکھ کے ساتھ سُنی گئی۔ مگر حضرت اقدس کے بفضل خدا بال بال بچ جانے کی اطلاع موجب اطمینان تھی۔ ۱۹ر اور ۲۰ر جولائی دو دن سرگودہا سول ہسپتال سے حضرت کی صحت کے بارہ میں حوصلہ افزا خبریں آتی رہیں۔ اچانک ۲۰ر جولائی کی شام کو طبیعت بوجھل ہوئی۔ آپ کو لاہور کمبائنڈ ملٹری ہسپتال پہنچایا گیا۔ مگر کوئی طبی امداد بہم پہنچنے سے پیشتر ہی خالقِ حقیقی نے آپ کی روحِ اقدس کو عالمِ ناسوت کی گوناگوں ذمہ داریوں سے سبکدوش کر کے اپنے ابدی آستانہ پہ خدمت کا شرف عطا کرنے کے لیے عالمِ لاہوت میں طلب فرما لیا۔

آپ روحانی دنیا کے بحرِ بے کراں میں عظیم شناور کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس دنیا میں آپ کو بارگاہِ ایزدی سے بلند درجات عطا ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی آپ بے مثال عالمِ دین بھی تھے۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے نظم و نسق کی نادرہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ چنانچہ ۱۹۷۰ء میں آپ نے جمعیت علمائے پاکستان کے صدر کی حیثیت سے اس نئی سیاسی جماعت کو جس خوبی سے منظم کیا۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل یا اسلامی مشاورتی کونسل کے رکن کی حیثیت سے آپ نے گزشتہ دس سال میں نمایاں دینی خدمات سرانجام دیں۔ اور موجودہ حکومت سے نفاذِ شریعت کے معاملہ میں گراں بہا تعاون کیا۔ آپ کے ارادت مندوں کا حلقہ پورے ملک میں بلکہ بیرونِ ملک بھی بہ کثرت پھیلا ہوا ہے۔ آپ کے وصال کی خبر سُن کر ہر مخلص پاکستانی یہ سمجھتا ہے کہ پاکستان کی عمارت کا بہت بڑا ستون گر گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت دے اور پوری قوم کو مرحوم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔

آپ ادارہ جامعہ محمدی شریف کے بانی صدر تھے۔ ۱۹۳۱ء میں آپ نے ایک ننھے دینی مدرسہ کے طور پر اس کی بنیاد رکھی۔ جو بفضلِ خدا اب یونیورسٹی کے درجہ کا ادارہ بن چکا ہے۔ آپ بانی جامعہ حضرت مولانا محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہ کی صدقِ دل سے سرپرستی فرماتے رہے۔ موجودہ ناظم ادارہ مولانا محمد رحمت اللہ صاحب بھی ان کے دستِ شفقت کے خصوصی فیض یافتہ ہیں۔ موضع محمدی شریف کا یہ دینی خاندان ابتدا سے آپ کی نگہ التفات کا مرجع رہا ہے۔ بانی جامعہ حضرت مولانا مرحوم کو آپ نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی کے امیدوار کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا۔ سیال شریف کے لوگ بتاتے ہیں کہ آپ ان دنوں تہجد کے وقت اللہ کے حضور مولانا مرحوم کی کامیابی کے لیے خلوص دل سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ دعائیں معجزہ کی حیثیت سے قبول ہوئیں اور مولانا باوجود علالت طبع کے بڑی اکثریت کے ساتھ کامیاب ہوئے۔ آپ کو پہلے بھی اس ادارہ سے قلبی لگاؤ تھا۔ مگر موجودہ ناظم ادارہ مولانا محمد رحمت اللہ

کے زمانہ میں یہ لگاؤ بہت بڑھ گیا تھا۔ آپ ادارہ کے حالات کو بہتر سے بہتر دیکھنے کے لیے سال میں دو تین مرتبہ مزید یہاں تشریف لاتے تھے۔ ناظم صاحب ان کے تمام رفقاء اور طلبہ کے لیے آپ کی وفات کا صدمہ جگر کا داغ بن گیا ہے۔ جس کا نشان کبھی نہیں مٹے گا خدا تعالیٰ ہمیں اپنے خواجہ کی روحانی برکات سے ہمیشہ فیض یاب رکھے بحضرت کی رفاقت ہمارے ساتھ ہے۔ ان کی دعائیں ہمیشہ ہمارے سروں پر سایہ فگن ہیں۔ اللہ کے بندے اس دنیا سے پردہ کر لیتے ہیں منقطع نہیں ہوتے۔ انسانیت کو فائدہ پہنچانے میں ان کی برکات بدستور جاری وساری رہتی ہیں۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات ط بل احیاءٌ ولکن لا تشعرون o

ماہنامہ "الجامعہ"

قمر الملت جناب خواجہ محمد قمر الدّین سیالوی رح

مشائخ چشت رح نے برصغیر بالخصوص پنجاب میں رشد وہدایت اور سلوک ومعرفت کے جو چراغ جلائے ان کی روشنی میں ملّت کا قافلہ آج بھی سوئے منزل رواں دواں ہے اور وہ دن دور نہیں جب یہ خطۂ ارضِ پاک ضیائے حق سے منوّر ہو کر علامہ اقبال رح کے اس مصرع کی تعبیر بن جائے گا کہ ؎

اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

اس ارضِ پاک کو سب سے پہلے جس شخصیت نے اپنے فیضانِ نظر سے منوّر فرمایا۔ وہ حضرت بابا فرید گنج شکر رح کی ذات مبارک تھی۔ حضرت بابا صاحب کے بعد جب حضرت فخر الدین دہلوی رح نے قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی (چشتیاں شریف) کو خلافت عطا کی۔ تو فرمایا:۔

پنجابی ماکھن لے گیؤ اب چھاچھ پیئے سنسار

اور پھر حضرت قبلۂ عالم رح سے یہ نعمت حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رح (تونسہ شریف) تک پہنچی اور وہاں سے حضرت خواجہ شاہ شمس الدین سیالوی رح اسے سیال شریف لے آئے۔ اور پھر سیال شریف سے رشد وہدایت کا انوار تمام علاقے میں اس طرح پھیلا کہ آج دور ونزدیک ہزاروں انسان اس رشتہ سیالوی میں منسلک ہو چکے ہیں۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رح، حضرت خواجہ محمد دین سیالوی رح اور حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی رح کی دینی اور ملکی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ تبلیغِ دین قیامِ اسلام، استحکام پاکستان میں ان حضرات کی خدمات تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں!

خواجہ قمر الدین سیالوی رح آستانۂ سیال شریف کے تیسرے سجادہ نشین تھے۔ ۱۳۴۸ھ میں اپنے والد گرامی حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی رح کے وصال کے بعد سجادہ نشین بنے اور تقریباً ۵۳ سال رونقِ سجادہ رہنے کے بعد، ۱۷ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ کو واصل بحق ہو گئے۔

آپ عالم باعمل تھے اور صوفی باصفا۔ علماء ومشائخ میں آپ ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ سلسلۂ عالیہ سلیمانیہ میں آپ کو ایک بلند مقام حاصل تھا۔ آپ ہر وقت ملک وملت کی فلاح وبہبود کے لیے کوشاں

رہے۔ آپ نے عملی سیاست میں حصہ نہیں لیا، مگر تحریکِ پاکستان، قیامِ پاکستان اور استحکامِ پاکستان میں ساری زندگی مصروفِ عمل رہے۔ تحریکِ ختمِ نبوت اور تحریکِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ جمعیت کی صدارت کے زمانہ میں آپ نے سوشلزم کے خلاف منظم تحریک چلائی۔ غرضیکہ تمام غیر اسلامی نظریات کے خلاف آپ ایک شمشیرِ برہنہ تھے۔ آپ پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل کے اہم رکن تھے پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام اور قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے آپ کی ذات ایک عظیم نعمت تھی، یہی وجہ ہے کہ صدر مملکت نے بھی ان کی وفات کو ایک ملی حادثہ قرار دیا ہے۔

حضرت پیر سیال شریف ولیٔ کامل تھے۔ اور عصرِ حاضر میں مشائخ چشت کا ایک روشن چراغ ان کا علم، ان کا زہد، ان کی سادگی، ان کا عجز وانکسار اور ان کا ادب دیکھ کر بے ساختہ زبان سے نکلتا تھا کہ آستانۂ سلیمانیہ کے تربیت یافتہ شیخ و درویش کا اگر کامل نمونہ دیکھنا ہو تو حضرت پیر سیالؒ کو دیکھ لے، عجزِ درویش اور ادبِ شیخ ان کے ساتھ ہی دفن ہو گیا۔

خواجہ قمرالدین سیالویؒ ایک ممتاز عالمِ دین اور روحانی پیشوا تھے اور قرونِ اولیٰ کے صوفیائے کرام کی نشانی۔ ان کا نام اور کام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور ان کا روحانی فیض بھی ہمیشہ جاری رہے گا۔ اولیاء اللہ کے لیے وفات نہیں ہے ان کے لیے وصال ہے۔ وہ مرتے نہیں بلکہ زندہ ہیں اور ان کا فیضان ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ حضرت پیر سیالؒ کا فیضانِ کرم بھی جاری و ساری رہے گا جیسا کہ بیدار سرمدی نے لکھا ہے کہ "حضرت پیر سیالؒ کا دورِ حیات ختم ہو گیا ہے۔ مگر ان کا دورِ حکومت کبھی ختم نہ ہو گا۔" ؎

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

الحاج پروفیسر افتخار احمد چشتی
روزنامہ سعادت فیصل آباد



لاہور میں شیخ الاسلامؒ کانفرنس کا ایک منظر،

حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی کی وفات پر مشاہیر کے



ترتیب : ابو نوید شیخ

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے پیر صاحب سیال شریف خواجہ قمرالدین سیالوی رح کے انتقال پر گہرے دکھ کا اظہار کیا ہے۔ مرحوم کے بڑے صاحبزادے خواجہ حمید الدین سیالوی کے نام ایک پیغام میں صدر نے کہا کہ مجھے پیر صاحب کے انتقال پُر ملال کی خبر سے گہرا دکھ پہنچا ہے۔ وہ ممتاز دینی شخصیت تھے اور ان کا ملک بھر میں احترام کیا جاتا تھا۔ روحانی پیشوا کی حیثیت سے انہوں نے لوگوں کے

دلوں کو اسلام کی روشنی سے منور کرنے کے لیے بڑی جدوجہد کی۔ انہوں نے اسلام کے ساتھ گہری عقیدت کا ثبوت دیتے ہوئے ملک میں اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے بھی بڑا قابل قدر کام کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے خاندان اور عقیدت مندوں کو صبر جمیل ارزانی فرمائے۔

(۲۲ جولائی مشرق لاہور)

۲

گورنر پنجاب لیفٹیننٹ جنرل غلام جیلانی خان نے حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کی وفات پر ان کے صاحبزادے خواجہ حمید الدین کے نام ایک تعزیتی تار بھیجا ہے۔ جس میں مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کی مغفرت کے لیے دعا کی ہے تار میں کہا گیا ہے کہ خواجہ سیالوی کے انتقال سے ہم ایک ممتاز عالم دین سے محروم ہو گئے ہیں۔

(۲۲ جولائی نوائے وقت لاہور)

۳

وفاقی وزیر اطلاعات راجہ محمد ظفر الحق نے حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ سوگوار خاندان کے نام ایک تعزیتی پیغام میں وفاقی وزیر نے کہا کہ مرحوم ایک ممتاز عالم دین تھے جنہوں نے ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفےٰ کے دوران بیش بہا خدمات انجام دیں۔ (۲۲ جولائی مشرق)

۴

صوبائی وزیر اوقاف میاں محمد ذاکر قریشی نے مرحوم کے فرزند خواجہ حمید الدین سیالوی کے نام ایک تعزیتی پیغام میں اُن کے والد گرامی کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ مرحوم کو ملک بھر کے مکاتب فکر کے لوگ احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جوار رحمت میں جگہ دے۔

(۲۲ جولائی نوائے وقت)

۵

سندھ کے صوبائی وزیر سید احد یوسف نے حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے کہا مرحوم نے ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے بڑی اہم خدمات انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے!

(۲۲ جولائی مشرق)

۶

اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر جسٹس تنزیل الرحمٰن نے خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کی وفات پر گہرے غم کا اظہار کیا اور مرحوم کے صاحبزادے حمید الدین سیالوی کے نام ایک تعزیتی پیغام میں کہا کہ خواجہ صاحب موصوف دینی حلقوں میں بے حد مقبول تھے۔ انہوں نے ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے بڑی قابل قدر خدمات انجام دیں۔

(۲۲ جولائی مشرق)

۷

اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنے ایک تعزیتی اجلاس میں حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ ایک قرارداد میں کہا گیا ہے کہ مرحوم نے علالت کے باوجود اپنی خدمات

نظریاتی کونسل کے سپرد کر دی تھیں۔ مرحوم نے حکومت سے کبھی سفر خرچ اور دوسری مراعات حاصل نہیں کی تھیں۔

(امروز ۲۲ جولائی)

۸

محکمہ اوقاف کے صوبائی سیکرٹری و ناظم اعلیٰ آفتاب احمد خاں نے مرحوم کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور مرحوم کے صاحبزادے حمید الدین سیالوی کے نام تعزیتی پیغام میں کہا ہے کہ مرحوم ایک مثالی عالمِ دین اور بہترین رہنما تھے جن کو ہر طبقے میں مقبولیت حاصل تھی۔

(۲۲ جولائی۔ امروز)

۹

نظریاتی کونسل کے رکن اور مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے چیئرمین علامہ محمود احمد رضوی نے شیخ الاسلام حضرت علامہ الحاج حافظ محمد قمر الدین سیالویؒ سجادہ نشین سیال شریف کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے کہا۔ خواجہ سیالویؒ لاکھوں مسلمانوں کے روحانی پیشوا مقتدر عالمِ دین اور تحریک پاکستان کے سرگرم معمار تھے۔ مرحوم نے ملک و ملت کی اصلاح و فلاح اور علماء و مشائخ پاکستان کو متحد کرنے اور پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ کے عملی نفاذ کے لیے پُر خلوص جدوجہد کی۔ اسلامی قانون کی ترتیب و تدوین میں بھی انھوں نے فاضلانہ مشورے دیئے اور ملک میں اسلامی معاشرہ کے قیام کے لیے بڑا کام کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان اور لاکھوں عقیدت مندوں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ (۲۲ جولائی۔ نوائے وقت)

۱۰

کالعدم جمعیت العلماء پاکستان کے مولانا شاہ احمد نورانی اور شاہ فرید الحق نے خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے ایک مشترکہ بیان میں انھوں نے کہا کہ مرحوم نے اسلام کی عظمت کے لیے شاندار خدمات انجام دیں۔ سوشلسٹ رجحانات کے خلاف اور اہلِ سنت کو متحد کرنے کے سلسلہ میں بھی ان کی خدمات قابلِ قدر ہیں۔ ان کی وفات سے پاکستان ایک عظیم مذہبی رہنما سے محروم ہو گیا ہے۔ (۲۲ جولائی۔ نوائے وقت)

۱۱

علامہ سید احمد سعید کاظمی نے پیرِ طریقت خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ انھوں نے تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اور پاکستان بننے کے بعد ملک کی ہر طرح خدمت کرتے رہے۔ (۲۲ جولائی امروز)

۱۲

کالعدم جمعیت العلماء پاکستان کے صوبائی جنرل سیکرٹری ملک محمد اکبر ساقی نے ایک تعزیتی بیان میں کہا کہ مرحوم دُنیائے اسلام میں ایک ممتاز اور نمایاں مرتبے کے حامل بزرگ تھے۔ وہ ایک بلند پایہ عالمِ دین اور لاکھوں افراد کے روحانی پیشوا تھے۔ ملک محمد اکبر ساقی نے خواجہ صاحب کی سیاسی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ خواجہ صاحب نے انگریز کی اس وقت مخالفت کی جب اس کا سُورج

نصف النہار پر تھا۔ وہ قائداعظمؒ کے ساتھ جہاد حریت میں شریک ہوئے اور قیام پاکستان کے لیے انتھک جدوجہد کی۔ (۲۲ رجولائی امروز)

۱۳

مسٹر ظہور الحسن بھوپالی نے کہا کہ مرحوم نے تحریکِ پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا۔

(۲۲ رجولائی امروز)

۱۴

کالعدم جماعت اسلامی پاکستان کے امیر میاں طفیل محمد نے حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ کی اچانک موت پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے۔ پیر صاحب کے بڑے صاحبزادے پیر حمیدالدین سیالوی کے نام ایک تار میں انہوں نے کہا کہ پیر صاحب کی وفات سے پوری قوم بالخصوص اسلامی طاقتوں کو زبردست نقصان پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پیر صاحب سیال شریف کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

(۲۲ رجولائی مشرق)

۱۵

کالعدم جماعت اسلامی پنجاب شاخ کے امیر مولانا فتح محمد نے کہا کہ حضرت خواجہ صاحب سیالویؒ کے انتقال پر ملال سے بہت بڑا خلاء پیدا ہو گیا ہے۔ (۲۲ رجولائی امروز)

۱۶

مولانا جان محمد عباسی کالعدم جماعتِ اسلامی سندھ شاخ کے امیر نے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن کی حیثیت سے حضرت سیالویؒ نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ اور انھوں نے اپنی زندگی ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ (۲۲ رجولائی امروز)

۱۷

جامع مسجد منصورہ مرکز کالعدم جماعتِ اسلا میں حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی کے لیے قرآن خ اور دعائے مغفرت کی گئی۔ (۲۲ رجولائی امروز)

۱۸

انجمن طلباء اسلام باغبانپورہ نے حضرت خوا محمد قمرالدین سیالویؒ کے انتقال پر گہرے رنج و غ کا اظہار کیا اور کہا کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی اس کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ انجمن کے جلسے میں فاتح خوانی بھی کی گئی۔ (۲۲ رجولائی امروز)

۱۹

جماعتِ مبلغین توحید وسنت پاکستان کے سربراہ مولانا محمد حسین ہزاروی نے کہا ہے کہ مرحو عمر بھر قوم کو ایک پرچم تلے جمع کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ (۲۲ رجولائی مشرق)

۲۰

بزم پروین رقم لاہور آرٹس سوسائٹی۔ مولا مفتی محمد حسین نعیمی۔ مفتی حبیب احمد ہاشمی اور انج عاشقان رسول رستم سہراب فیکٹری نے پیر محمد قمرالد سیالویؒ کی وفات پر تعزیت کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ پیر صاحب کی وفات سے ملک ایک روحا شخصیت سے محروم ہو گیا ہے اور دینی قوتوں کو عظیم نقصان پہنچا ہے۔

(۲۲ رجولائی۔ مشرق)

۲۱

علماء کونسل سوادِ اعظم پاکستان کا ہنگامی اجلاس مسجد نور شاہدرہ ٹاؤن میں مولانا خادم حسین شرقپوری کی صدارت میں ہوا۔ جہاں پیر طریقت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ کے وصال پر گہرے دکھ اور صدمے کا اظہار کیا گیا اور مرحوم کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ پیر قمرالدین سیالوی ایک یکتا عالم دین تھے۔ انہوں نے پاکستان میں نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لیے آخر دم تک اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ ان کی وفات سے جو خلاء پیدا ہو گیا ہے وہ کبھی پُر نہ ہو سکے گا۔ آخر میں مرحوم کی روح کو ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی کی گئی اور پسماندگان سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔ (۲۲ رجولائی مشرق)

۲۲

انجمن فخریہ چشتیہ چوک لاہور کے اجلاس میں جو مولانا غلام یٰسین چشتی کی زیر صدارت ہوا۔ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔
(۲۲ رجولائی مشرق)

۲۳

ورلڈ اسلامک مشن ضلع لاہور نے ایک تعزیتی بیان میں پیر طریقت شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا اور کہا کہ حضرت کے انتقال سے ملک وملت کو زبردست نقصان پہنچا ہے قوم ایک عظیم روحانی پیشوا سے محروم ہو گئی ہے
(۲۲ رجولائی مشرق)

۲۴

مرکزی انجمن غوثیہ پاکستان کے صدر مولانا مظفر اقبال رضوی نے حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی کی وفات کو عظیم المیہ قرار دیا ہے۔ انہوں نے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی کہ خداوند کریم خواجہ صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔! (۲۲ رجولائی مشرق)

۲۵

جماعت اہلِ سنت پاکستان کے رہنما صاحبزادہ فیض الحسن نے کہا ہے کہ پیر قمرالدین سیالویؒ تحریکِ پاکستان کے صفِ اوّل کے رہنما تھے۔ اور ان کی وفات ملک کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ انہوں نے کہا کہ تقسیم ملک سے قبل بنارس میں آل انڈیا اہلِ سنت کانفرنس میں تحریکِ پاکستان کی حمایت میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا۔ (نوائے وقت ۲۲ رجولائی)

۲۶

انجمن حزب الرسول لاہور کے ایک تعزیتی اجلاس میں پیر سیال شریف کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔ انجمن کے صدر نے خواجہ قمرالدین سیالوی کی سیاسی، دینی اور ملی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے انہیں ناقابلِ فراموش شخصیت قرار دیا۔ اور کہا کہ تحریکِ پاکستان سے لیکر تحریکِ نظام مصطفےٰ تک خواجہ صاحب مرحوم اور اُن کے وابستگان نے جس مثالی کردار کا مظاہرہ کیا، وہ اپنی مثال آپ تھا۔ (۲۲ جولائی مشرق)

۲۷

تنظیم المسلمین آستانہ مجددیہ حیدریہ کا تعزیتی اجلاس مرکزی دفتر وسن پورہ لاہور میں منعقد ہوا۔

جس سے خطاب کرتے ہوئے صاحبزادہ کبیر علی شاہ سجادہ نشین چورہ شریف نے کہا کہ کوئی محب وطن پاکستانی خواجہ قمرالدین کی خدمات کو نہیں بھلا سکتا۔ اور جب بھی ضرورت محسوس ہوئی انھوں نے ملک و قوم کی پکار پر لبیک کہا۔ (۲۲ رجولائی مشرق)

۲۸

ناظم مدرسہ حمیدیہ غلام لیسین چشتی کے زیر صدارت منعقد ہونے والے ایک تعزیتی اجلاس میں مرحوم خواجہ صاحب کی خدمات کو سراہا گیا اور ان کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا گیا۔ مولانا محمد صدیق مجددی مولانا غلام مصطفٰی توحیدی نے اجلاس سے خطاب کیا۔ (۲۲ رجولائی نوائے وقت)

۲۹

مدرسہ انوار القرآن نمک منڈی بالنس بازار میں بھی آج ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت صدر انجمن غلامانِ مصطفٰی محمد عاشق نے کی عبدالغنی، محمد جمیل گابا اور یعقوب نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مرحوم کی خدمات کو سراہا اور ان کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا۔

(۲۲ رجولائی نوائے وقت)

۳۰

تنظیم محمدی کشمیری بازار لاہور کا آج ایک ہنگامی اجلاس ہوا۔ جس میں خواجہ قمرالدین سیالوی کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا گیا۔ اور ان کی وفات کو ایک المیہ قرار دیا گیا۔ اور ان کی مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کی گئی۔

(۲۲ رجولائی نوائے وقت)

۳۱

انجمن دکانداراں لوہاری گیٹ لاہور کے قائمقام صدر عبدالرشید اور جنرل سیکرٹری عبدالقیوم نے ایک مشترکہ بیان میں خواجہ قمرالدین سیالوی کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور مرحوم کی مغفرت کیلئے دُعا کی ہے۔ (۲۲ رجولائی نوائے وقت)

۳۲

کالعدم جمعیت العلماء پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالستار خان نیازی نے پیر طریقت حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ مرحوم ایک محقق، عالم دین اور عارفِ کامل تھے۔ وہ دربارِ حضرت میراں حسین زنجانیؒ لاہور میں منعقدہ ایک تقریب سے خطاب کر رہے تھے۔

مولانا عبدالستار خان نیازی نے کہا کہ خواجہ محمد قمرالدینؒ سیالوی نے پوری زندگی اسلام کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ انھوں نے اسلام اور اہلِ اسلام کی سربلندی کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں۔ مرحوم نے تحریک پاکستان میں بھی نمایاں حصّہ لیا۔ ان کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ انھوں نے کہا خواجہ مرحوم کی قائداعظمؒ سے جو خط و کتابت ہوئی اس میں قائداعظمؒ نے یقین دلایا تھا کہ پاکستان میں شریعتِ محمدی کا نفاذ ہوگا۔

(امروز ۹ راگست ۱۹۸۱ء)

۳۳

صاحبزادہ فضل رسول صاحبزادہ فضل کریم جنرل سیکرٹری جماعت اہلِ سنت پاکستان سید نذر حسین شاہ

صدر ورلڈ اسلامک مشن فیصل آباد۔ پروفیسر محمد سعید اسعد اور صدر انجمن تحفظ حقوق اہلسنت۔ شیخ بشیر احمد سابق چیئرمین بلدیہ حکیم محمد شریف سابق صدر سٹی مسلم لیگ مولانا محمد افضل کوٹلوی آف جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد نے اپنے تعزیتی پیغامات میں گہرے قلبی رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ موجودہ دور میں ایسے عظیم روحانی اور سیاسی رہنما کی انتہائی ضرورت تھی جب کہ قوم نظامِ اسلام کے نفاذ کے لیے مصروف تگ ودو ہے۔ ایسے عالم میں قبلہ خواجہ صاحب کی موت ایک عظیم المیہ ہے۔ حضرت پیر صاحب نے تحریکِ جمعیت العلمائے پاکستان کو مضبوط و مستحکم اور فعال بنانے میں عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ اسی طرح بحالیٔ جمہوریت اور تحریکِ نظام مصطفےٰ میں آپ نے جس انداز سے رہنمائی فرمائی قوم اسے ہمیشہ یاد رکھے گی۔

(روزنامہ سعادت ۲۲ر جولائی ۱۹۸۱ء)

۳۴

برصغیر پاک وہند کی عظیم روحانی شخصیت اسلامی نظریاتی کونسل کے ممتاز رکن تحریک پاکستان کے بیباک مجاہد سلسلہ عالیہ چشتیہ کے عظیم بزرگ اور آستانہ عالیہ سیال شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر ملال پر بزم غلامانِ اولیاء ڈکوٹ اڈہ کا ایک اجلاس زیر صدارت حضرت صوفی محمد ریاض عزیزی منعقد ہوا۔ اجلاس میں قبلہ عالم مرحوم ومغفور کے وصال پر انتہائی رنج وغم کا اظہار کیا گیا اور ختم شریف پڑھ کر موصوف علیہ الرحمت کی روح کو ایصال ثواب کیا اور پسماندگان کے لیے دعائے صبر جمیل کی گئی۔۔

۳۵

اعلیٰ حضرت حافظ خواجہ قمر الدین سیالوی رح کے ۱۷ر رمضان مبارک کو لاہور میں وصال سے گلستان چشتیہ کا ایک شاداب اور خوشبودار پھول موت کے ہاتھوں مسلا گیا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ خواجہ صاحب ایک درویش خدامست انسان تھے۔ جن کی زیارت سے خدا یاد آجاتا تھا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ خواجہ قمر الدین سیالوی کو میں نے اس وقت دیکھا تھا جب کہ ان کی داڑھی اور سر کے بال سیاہ تھے لیکن جوان رعنا ہونے کے باوجود ان میں خوفِ خدا سے بڑھاپے کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ یہ وہ دور تھا جب کہ ۱۹۴۶ء کے عام انتخابات میں مسلم لیگ کے تمام مخالفین باہمی طور پر متفق ہو چکے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ ان انتخابات میں مسلم لیگ کے امیدواروں کو شکست دے کر دنیا پر یہ ثابت کر دیا جائے کہ قائد اعظم کا یہ دعویٰ کہ آل انڈیا مسلم لیگ ہی مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ سیاسی جماعت ہے غلط ہے اور اس طرح پاکستان کے مطالبے کو رد کر دیا جائے۔

پنجاب اس انتخابی جنگ کا گڑھ بن چکا تھا۔ یونینسٹ پارٹی اور زمیندارہ لیگ اپنے لاکھوں روپوں کے انتخابی فنڈ سے روپیہ پانی کی طرح بہا رہی تھیں۔ کانگریس احرار اور دوسری تمام نام نہاد نیشنلسٹ نقطہ نگاہ کی حامل جماعتیں یونینسٹ پارٹی کی انتخابی مہم کی ہمنوائی میں مصروف تھیں۔ ملک خضر حیات خاں

ٹوانہ نے اپنی دلربا کار کو پنجاب کی سڑکوں کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ وہ اس وقت پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے اور مسلم لیگ کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کر چکے تھے۔ وہ ایک سپاہی کے بیٹے سپاہی تھے۔ اس لیے صوبے میں انتخابی مہم کو جنگی محاذ بنا کر سرگرم عمل تھے انہوں نے ذاتی اثر و رسوخ کے علاوہ ہندو سکھ اور بعض مسلمان افسروں کی مدد بھی حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ وہ پوری تندہی اور شدت سے مسلم لیگ کو شکست دینے کے لیے میدان میں کود پڑے تھے۔

لینڈ لارڈ حلقے کے علاوہ انہوں نے سرگودھا کے ایک دیہاتی حلقے سے کاغذات نامزدگی بھی داخل کیے تھے۔ مسلم لیگ نے ان کے مقابلے پر ان کے خاندان کے ایک باوقار فرد نواب ممتاز محمد ٹوانہ کو ٹکٹ دیا تھا۔ حضرت قبلہ پیر صاحب آف سیال شریف پنجاب کے وزیر اعلیٰ کے عزیز سر اللہ بخش ٹوانہ کے پیر طریقت تھے۔ اس لیے ان تمام عناصر نے جو مسلم لیگ کو شکست دینے پر تلے ہوئے تھے حضرت قبلہ پیر صاحب کی امداد حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا۔ لیکن انھوں نے ایک لمحے کے توقف کے بغیر مسلم لیگ کے امیدوار کی حمایت کا اعلان کر دیا اور سرگودھا میں نواب محمد حیات قریشی کی کوٹھی کو اپنی مساعی کا مرکز بنا کر انتخابی حلقے میں دوروں کا پروگرام بنایا۔

میں نے حضرت قبلہ پیر صاحب کو تھل کے لق و دق صحرا میں گاؤں گاؤں جا کر مسلم لیگ کا پیغام پہنچاتے دیکھا۔ جہاں پر ان کی جیپ اٹک جاتی تھی تو وہ پا پیادہ آگے چل پڑتے تھے۔ میں نے انہیں کبھی ادھر ادھر نگاہیں ڈالتے نہیں دیکھا تھا، بلکہ وہ سر جھکا کر نظر کو زمین پر لگائے چلتے تھے۔ وہ نہایت کم گو تھے لیکن اپنا مافی الضمیر نہایت حسن و خوبی سے چنے ہوئے الفاظ میں ادا فرماتے تھے۔ ان کے چہرے پر ہر وقت سکون اور اطمینان کی جھلک ہویدا تھی۔

حضرت قبلہ خواجہ قمر الدین سیالوی کی رحلت پر دنیائے چشتیت میں صف ماتم بچھ گئی۔ ان کی موت پہ ہر دردمند آنکھ اشک بار ہے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

(م۔ش)

۳۶

کراچی پریس ریلیز۔ انجمن فدایان مصطفیٰ پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس آج یہاں انجمن صوبہ پنجاب کے صدر جناب شاہد پرویز خان کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔ جس کی صدارت انجمن کے مرکزی سرپرست اعلیٰ جناب حافظ محمد اکبر چشتی نے کی ایک قرارداد کے ذریعے ممتاز عالم دین اور سیال شریف کے سجادہ نشین حضرت پیر قمر الدین سیالوی کی وفات پر گہرے رنج و الم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی وفات کو ملک و قوم کے لیے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا گیا۔ آخر میں پیر صاحب کے سوگواران اور مریدین سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی اپیل کی گئی۔

مرکزی دفتر انجمن فدایان مصطفیٰ
دارقی جامع مسجد حسرت موہانی کالونی۔ کراچی نمبر ۱۶

۳۷

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی

کے انتقال پر مجھے دلی صدمہ پہنچا ہے۔ انہوں نے علیحدہ اسلامی مملکت کے حصول کے لیے دوسرے علماء اور مشائخ اہلِ سنت کی طرح انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ اور اپنے ہزاروں مریدین کے ہمراہ آل انڈیا سنی کانفرنس (بنارس) میں شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے جو رابطہ کمیٹی قائم کی گئی تھی آپ اس کے ممتاز رکن تھے۔ خواجہ صاحب نے تحریکِ ختم نبوت، تحریکِ آزادی کشمیر اور تحریکِ نظام مصطفےٰ میں بھی بے مثال خدمات انجام دیں۔ حضرت خواجہ سیالویؒ مدرسہ انوار العلوم ملتان کے سالانہ جلسوں میں بھی شرکت فرماتے رہے۔ اور ۱۹۷۸ء میں علالت کے باوجود ملتان میں ہونے والی "سنی کانفرنس" میں میری درخواست پر تشریف لائے اور آخری دم تک ملک کے استحکام کے لیے کوشاں رہے۔ اُن کی وفات سے عالمِ اسلام ایک باکردار روحانی پیشوا سے محروم ہو گیا ہے۔

خداوند کریم اُن کے جانشین حضرت خواجہ حمید الدین سیالوی کو اُن کی تمام صفات کا مظہر بنائے (آمین)

غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی
صدر مرکزی جماعتِ اہلِ سنت پاکستان۔

